ماہنامہ

قلندر شعور

اگست ۲۰۱۷ء

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

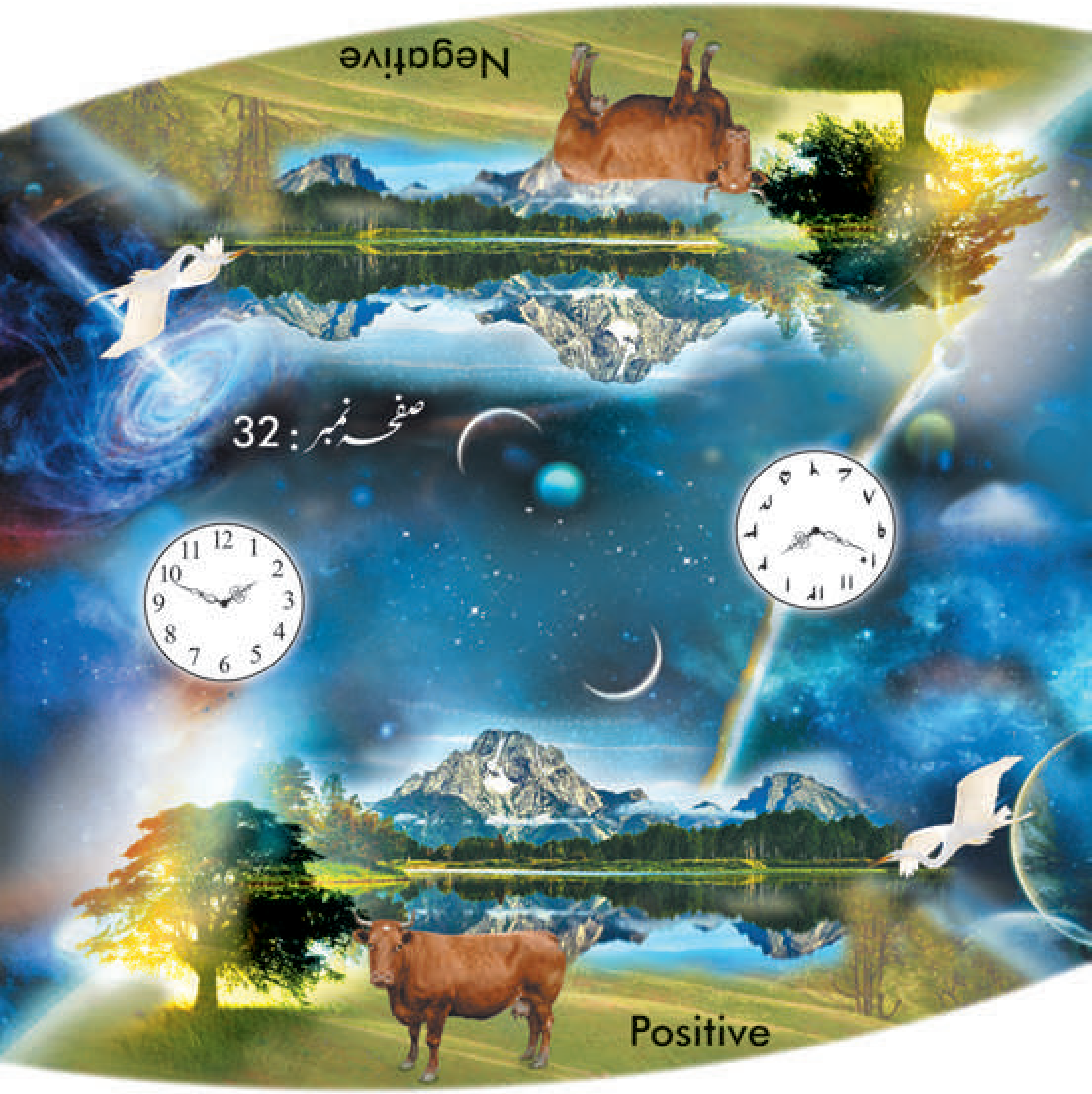

ماہنامہ
قلندر شعور
Neutral Thinking

سکون زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے
اور روح کے عرفان کے بغیر سکون نہیں ملتا

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمائیں اور رسول اللہؐ اور ان کے روحانی علوم کے وارث اولیاء اللہ کے مشن کی ترویج میں معاونت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

''ماہنامہ قلندر شعور''۔۔۔ روحانی تبلیغی مشن کا پرچہ ہے جس کے ذریعہ انشاء اللہ۔۔۔ نوعِ انسانی توحید کے پلیٹ فارم پر جمع ہوسکتی ہے۔ ''ماہنامہ قلندر شعور'' میں آپ کے خواب ان کی تعبیر، تجزیہ اور مشورہ۔۔۔ سائنسی، علمی، ادبی، سماجی، آسمانی علوم اور Ph.D. مقالہ جات شائع ہوتے ہیں۔

احباب، دوستوں اور رشتہ داروں کو ''ماہنامہ قلندر شعور'' کا سالانہ خریدار بنایئے۔

بڑوں کو سلام، بچوں کو پیار۔۔۔ درخواست ہے کہ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

دعاگو

خواجہ شمس الدین عظیمی

- سالانہ خریدار بننے کے لئے۔۔۔

نام: ____________________

پتہ: ____________________

____

فون نمبر: ____________ ای میل: ____________

- سالانہ ہدیہ۔۔۔ رجسٹرڈ ڈاک -/820 روپے، بیرونِ پاکستان -/60 امریکی ڈالر
- ادائیگی کے لئے: بذریعہ منی آرڈر کراس چیک یا پے آرڈر بنام:

Qalandar shaoor monthly (قلندر شعور ماہنامہ)

خط وکتابت کا پتہ: B-54 عظیمی محلہ سیکٹر 4C سرجانی ٹاؤن، کراچی۔ فون نمبر: +92-21-36912020
e-mail:info@qalandarshaoormonthly.com

جلد 5 شمارہ 7 | اگست 2017ء | ذیقعد ـ ذوالحج 1438ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ
قلندر شعور
کراچی

Neutral Thinking

(اردو ـ انگریزی)

سرپرست اعلیٰ

حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

ایڈیٹر

حکیم سلام عارف

سرکولیشن منیجر

محمد ایاز

باہتمام عظیمی یونیورسٹی پریس ـ پبلشر شاہ عالم عظیمی نے ابن حسن آفسیٹ پرنٹنگ پریس، ہاکی اسٹیڈیم، کراچی سے چھپوا کر شائع کیا۔

فی شمارہ 60 روپے..... سالانہ ہدیہ 820 روپے رجسٹرڈ ڈاک کے ساتھ، بیرون پاکستان 60 امریکی ڈالر سالانہ

خط و کتابت کا پتا:

B-54، عظیمی محلہ، سیکٹر C-4 سرجانی ٹاؤن کراچی، پاکستان۔ فون نمبر: 6912020 (0)213 92+

۳۶ مضامین کا گُل دان

حمد باری تعالیٰ ـــــ امیرؔ مینائی 10
نعت رسول مقبول ﷺ ـــــ سیدہ زینبؔ سروری 11
منقبت بحضور بابا تاج الدین ناگپوریؒ ـــــ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاؒ 12
آج کی بات ـــــ مدیر مسئول 14
فقیر کی ڈاک ـــــ ادارہ 20
نامے میرے نام ـــــ خانوادہ سلسلہ عظیمیہ 23
شہنشاہ ہفت اقلیم ـــــ گلِ نسرین 27
سکون وہاں ہے جہاں تغیر نہیں ـــــ روشن نظیر 33
خیال اور کرو موسوم ـــــ عبدالخالق 41
بتیس ہزار آٹھ سو پچاس ـــــ (یو کے) ڈاکٹر عمران خان 47
درخت کا عکس ـــ زندگی ـــــ (MBA) سید اسد علی 53
روٹی ـــــ (M.A-Fine Arts) حامد ابراہیم 59
تاج الدین سمندر ہے ـــــ محمد ذیشان 65
حضرت ذوالکفل علیہ السلام ـــــ ماخوذ 71
فکشن اور حقیقی دنیا | زمین و آسمان کے کنارے ـــــ (Ph.D.) ڈاکٹر نعیم ظفر 75
مٹی کی تخلیق ـــ آدمی ـــــ (B.SE-Software Engr.) محمد عاصم بیگ 79
مرشد کی باتیں ـــــ (M.A-Mass Comm.) عائشہ خان 85

اقتباسات	ادارہ	90
جگنو کی روشنی، تتلی کے رنگ	زاہدہ تبسم (M.Sc-Zoology)	91
امیر حمزہ خان شینواری	نادیہ افتخار (M.A-IR)	97
کیا محلّہ میں اپنے مکاں اور بھی ہیں ؟	محمد ناصرالدین (نیویارک)	101
باولی کھچڑی	قارئین	105
Ph.D. مقالہ کی تلخیص | اک الف پڑھو چھٹکارا اے	ڈاکٹر اقبال سنگھ (Ph.D.)	109
مئی 2017ء کے سرورق کی تشریح	قارئین	114
کارخانۂ قدرت میں — پھپھوند کے باغات	عابد محمود	117
ریشم اور موسیقی	کوکب شاہ عالم	123
پرتیاہار	محمد عدنان خان (M.Sc-Applied Physics)	125
اللہ میاں کے باغ کے پھول — سورج بھیا	نداحامد	129
اللہ میاں کے باغ کے پھول — خوش بو — بدبو	سارہ خان (M.A-Mass Comm.)	132
آپ کے خواب اور ان کی تعبیر	خواجہ شمس الدین عظیمی	135
The Autobiography of the Devil (Iblees)	Nasser Abbas (UK)	148
The Death and Birth of Oceans	Dr. Naeem Zafar (UAE)	153
Dive within Yourself	Muhammad Zeeshan	157
Prophet Moses (PBUH)	Extracted	162
Seven Realms	Azhar Hussain	167
Message of the Day	Abdal e Haq Qalandar Baba Auliya (RA)	172

امیرؔ مینائی

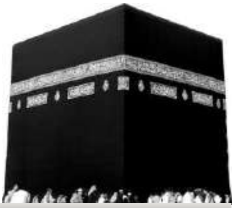

حمد باری تعالیٰ

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے
کون جانے تجھے، کہاں تو ہے

لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ
سو نشانوں میں بے نشاں تو ہے

تو ہے خلوت میں، تو ہے جلوت میں
کہیں پنہاں کہیں عیاں تو ہے

نہیں تیرے سوا یہاں کوئی
میزباں تو ہے، مہماں تو ہے

نہ مکاں میں نہ لامکاں میں کچھ
جلوہ فرما یہاں وہاں تو ہے

رنگ تیرا چمن میں، بو تیری
خوب دیکھا تو باغ باں تو ہے

محرم راز تو بہت ہیں امیرؔ
جس کو کہتے ہیں رازداں تو ہے

سیدہ زینب سروری

نعت رسول مقبول ﷺ

اس کو لاریب سارا جہاں مل گیا
جس کو تیرے قدم کا نشاں مل گیا

سازِ ہستی کا روح رواں مل گیا
ظلمت شب میں نورِ زماں مل گیا

غم کی تپتی، کڑکتی ہوئی دھوپ میں
ایک شفقت بھرا سائباں مل گیا

روح و جاں ہیں بہم، تیری الفت میں گم
شکر رب کا، ترا آستاں مل گیا

ابن آدم جو صدیوں بھٹکتا رہا
تیری صورت میں دارالاماں مل گیا

گلشن دہر کی تیری آمد سے ہی
زیب و زینت بڑھی، باغ باں مل گیا

ہم کو قسمت پہ اپنی بڑا ناز ہے
تم سا آقاؐ ہمیں مہرباں مل گیا

ان کے در کی زیارت کی کیا بات ہے
کیف دل کو مرے بے کراں مل گیا

کیا شفیع الاممؐ نے کیا ہے کرم
خلد میں عاصیوں کو مکاں مل گیا

امتی ہوں، یہ اعزاز کم تو نہیں
تجھ کو زینبؔ وہ شاہِ شہاںؐ مل گیا

منقبت بحضور بابا تاج الدین ناگپوریؒ

یا بابا تاج الدینؒ ولی، تم زلف نبیؐ ، گیسوئے علیؑ
تم لاڈلے بی بی زہراؓ کے ،تم روئے حسینؑ ، ابروئے علیؑ

پروردۂ نازِ خدا تم ہو ، سرکردۂ راز خدا تم ہو
گل زارِ نیازِ خدا تم ہو، خوش بوئے حسنؑ ، خوش بوئے علیؑ

اس دور کے اندر جانا ہے، اس دور کے اندر سمجھا ہے
تم سے ہے جمالِ مصطفویؐ ، تم سے ہے جلالِ خوئے علیؑ

تم ختم رسلؐ کا نقش قدم ، تم شمع عرب ، تم شمع عجم
تم سرِّ خفی و جلی باہم ، مہکی ہے تم سے بوئے علیؑ

یہ آپ ہی کا تو نواسا ہے، دریا پی کر جو پیاسا ہے
جلووں کا سمندر دے دیجئے ، اے بادۂ حق ، اے جوئے علیؑ

شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ نے ایک مجلس میں فرمایا:

''کہکشانی نظاموں اور ہمارے درمیان بڑا مستحکم رشتہ ہے۔ پے درپے جو خیالات ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ دوسرے نظاموں اور ان کی آبادیوں سے ہمیں وصول ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خیالات روشنی کے ذریعے ہم تک پہنچتے ہیں۔ روشنی کی چھوٹی بڑی شعاعیں خیالات کے لاشمار تصویرخانے لے کر آتی ہیں۔ ان ہی تصویرخانوں کو ہم اپنی زبان میں توہّم، خیال، تصور اور تفکر وغیرہ کا نام دیتے ہیں۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ یہ ہماری اپنی اختراعات ہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ تمام مخلوق کی سوچنے کی طرزیں ایک نقطہ مشترک رکھتی ہیں۔ وہی نقطہ مشترک تصویرخانوں کو جمع کر کے ان کا علم دیتا ہے۔ یہ علم نوع اور فرد کے شعور پر منحصر ہے۔ شعور جو اسلوب اپنی انا کی اقدار کے مطابق قائم کرتا ہے تصویرخانے اس ہی اسلوب کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بتا دینا ضروری ہے کہ تین نوعوں کے طرزِ عمل میں زیادہ اشتراک ہے۔ ان کا تذکرہ قرآن پاک میں انسان، فرشتہ اور جنات کے نام سے کیا گیا ہے۔ یہ نوعیں کائنات کے اندر سارے کہکشانی نظاموں میں پائی جاتی ہیں۔ قدرت نے کچھ ایسا نظام قائم کیا ہے جس میں یہ تین نوعیں تخلیق کا رکن بن گئی ہیں۔ ان کے ذہن سے تخلیق کی لہریں خارج ہو کر کائنات میں منتشر ہوتی ہیں اور جب یہ لہریں معین مسافت طے کر کے معین نقطہ پر پہنچتی ہیں تو کائناتی مظاہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

تفکر، انا اور شخص ایک ہی چیز ہے۔ الفاظ کی وجہ سے ان میں معانی کا فرق نہیں کر سکتے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ انا، تفکر اور شخص ہیں کیا؟ یہ وہ ہستی ہیں جو لاشمار کیفیات کی شکلوں اور سراپا سے بنی ہیں۔ مثلاً بصارت، سماعت، تکلم، محبت، رحم، ایثار، رفتار، پرواز وغیرہ۔ ان میں ہر ایک کیفیت ایک شکل اور سراپا رکھتی ہے۔ قدرت نے ایسے بے حساب سراپا لے کر ایک جگہ اس طرح جمع کر دیئے ہیں کہ الگ الگ پرت ہونے کے باوجود ایک جان ہو گئے ہیں۔ ایک انسان کے ہزاروں جسم ہوتے ہیں۔ علیٰ ہٰذا القیاس جنات اور فرشتوں کی بھی یہی ساخت ہے۔ یہ تینوں ساخت اس لئے مخصوص ہیں کہ ان میں کیفیات کے پرت دوسری انواع سے زیادہ ہیں۔ کائنات کی ساخت میں ایک پرت بھی ہے اور کثیر تعداد پرت بھی ہیں۔''

آج کی بات

ربط یعنی تعلق قائم ہوئے بغیر کوئی نظام قائم نہیں ہوتا۔ قانون یہ ہے کہ شے بذات خود قائم نہیں، تابع ہے۔

کائنات میں کوئی شے واحد نہیں، مرکب ہے۔ مرکب ہونا نشان دہی ہے کہ جو شے اتصال کا ذریعہ بن رہی ہے وہ مشترک ہے۔ بیج پودے سے اور پودا درخت سے متصل نہ ہو تو افزائش کا سلسلہ رک جائے گا اور نظام ختم ہو جائے گا۔ اس لئے کہ درخت یا کوئی بھی شے ظاہر میں مفرد لیکن باطن میں افراد کائنات سے مرکب ہے۔ کائنات زمان و مکان میں تقسیم در تقسیم ہے جب کہ ہر زون ظاہر میں جزو اور باطن میں کائنات ہے۔

ایک صدی قبل کے شاعر ساحرؔ دہلوی کہتے ہیں:

پنہاں شجر میں تخم ہوا، تخم میں شجر
روشن ہے یہ مثال کہ دانہ شجر ہوا

قائم ازل سے دور تسلسل ہے تا ابد
ہنگامہ مرگ و زیست کا وہم نظر ہوا

جاں جسم ہو کے جلوۂ پندار بن گئی
جاں مبتدا ہوئی تو یہ جلوہ خبر ہوا

مرکز ہے نقطہ، نقطہ ہے خط، خط ہے دائرہ
ساحرؔ قِدم* حدوث میں حسن نظر ہوا

تخلیق سے پہلے کائنات عالم تحیر میں تھی۔ ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ کے ذہن میں کائناتی پروگرام نے مظاہراتی شکل اختیار کی تو تخلیق میں ربط کی وجہ سے ایک فرد میں ہر فرد کا عکس نمایاں ہو گیا یعنی ہر فرد پوری کائنات کا مظاہرہ ہے۔

قادر مطلق اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو مخاطب فرمایا کہ کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ آواز کی

* ہمیشگی

وائبریشن سے کانوں نے آواز سنی، کائنات آواز کی طرف متوجہ ہوئی اور آنکھوں نے جلوہ دیکھا ___ تخلیقات نے عرض کیا، جی ہاں! آپ ہمارے رب ہیں۔

اندر میں دیکھے بغیر باہر کی دنیا پر تفکر کیا جائے تو آنکھیں پردہ بن جاتی ہیں۔ اس لئے کہ فرد اس نظام سے واقف نہیں ہے جس کی مدد سے کائنات کے نظام پر غور کرتا ہے۔ قانون یہ ہے کہ خود سے لاعلم شخص کسی اور کا وقوف حاصل نہیں کرسکتا۔

ہم ہر رات آسمان پر ماہ وانجم کی دنیا دیکھتے ہیں لیکن کیا دیکھتے ہیں اور چاند ستاروں کی کون سی دنیا سے روشناس ہیں، نہیں جانتے۔ آسمان پر ستاروں کی طرح ہم بھی زمین پر ستارہ ہیں مگر ستارہ میں کام کرنے والی نظر سے لاعلم ہیں۔ غور طلب یہ ہے کہ دونوں ستاروں میں نظر ایک ہے۔

جسم اعضا کا مجموعہ ___ عجائب خانہ ہے۔ جس کائنات کو باہر تلاش کرتے ہیں، تفکر سے اندر نظر آتی ہے۔ ہر عضو دوسرے سے متصل ہے۔ دیکھنا، سننا، بولنا اور سونگھنا بالترتیب آنکھ، کان، زبان اور ناک کے ذریعے ہوتا ہے ___ آنکھ، کان، زبان اور ناک سے نہیں ہوتا۔ اعضا محض پردہ ہیں ___ محسوس کرنے والی شے کوئی اور ہے۔ توانائی، رشتہ منقطع کرلیتی ہے تو جسم بے حس و حرکت نظر آتا ہے لیکن حرکت موجود ہوتی ہے۔

استاد نے شاگرد کو زندگی گزارنے کا اصول سمجھایا ___ ''میں'' سے احتراز کرو۔ جب ذہن سے ''میں'' نکل جائے گی تو زبان پر بھی نہیں آئے گی اس لئے کہ الفاظ ___ ذہن کا آئینہ ہیں۔

شاگرد نے عرض کیا: الفاظ کے پیچ وخم سے نکلنے کا راستہ بتائیے۔

استاد نے کہا: جو بتایا ہے وہی راستہ ہے۔ شاگرد سمجھا نہیں اور عرض کیا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے ہونٹوں پر مہر لگالی ہے اور چہرہ پردوں میں چھپا رکھا ہے۔

استاد نے جواب دیا: میرے ہونٹوں پر مہر ہے نہ چہرہ پر نقاب۔ تمہاری سماعتیں بند اور نظر ___ پردہ ہے۔ جب ذہن کی سطح بیج بونے کے لئے ہموار اور نظر دید کے قابل ہوجائے گی تو

تمہارا ذہن میرے الفاظ قبول کرلے گا اور مجھے دیکھنے کے لئے میری نظر تمہیں عطا ہوگی۔

استاد محترم ! یہ کیسی بات ہے۔کیا میں اپنی نظر سے آپ کو نہیں دیکھ سکتا — ؟ اور جو میں نہیں دیکھ رہا کیا وہ میری نظروں کا دھوکا یا پردہ ہے — ؟

استاد نے کہا، تمہاری آنکھیں پرتوں سے ڈھکی ہوئی ہیں اوران پرتوں کو تم آنکھ سمجھتے ہو جب کہ پرتیں عینک ہیں جو تم نے لگا رکھی ہیں ، ایک ہی شے کو محبت کی عینک سے دیکھتے ہو اور کبھی نفرت کی عینک لگا لیتے ہو۔کبھی قبولیت کا پرت آنکھوں پر غالب ہوتا ہے تو کبھی عدم قبولیت پرت بن جاتی ہے۔تم شے کو نہیں، دیکھنے کو دیکھتے ہو۔

شاگرد کے چہرہ پر تحیر دیکھ کر استاد نے کہا: کیا تمہاری آواز — حروف اوراعراب میں قید نہیں ہے؟ آواز لامحدود ہے لیکن تمہارے ہونٹ مخصوص زاویوں میں حرکت کر کے آواز کو محدود کر دیتے ہیں۔ جو شے زاویوں میں حرکت کرے، وہ تمہیں زاویوں سے آزاد دنیا میں داخل نہیں کر سکتی۔ آنکھ، ناک اور کان پردہ ہے، پردہ کے اندر زندگی ہے۔اعضا محض خول ہیں جن کے ذریعے افعال انجام پاتے ہیں۔غور کرو! حرکت جب پردہ میں رہ کر تمہاری فہم میں داخل ہوتی ہے تو پہلی ضرب متوجہ کرتی ہے کہ جو کچھ اس ضرب کے اندر ہے، اسے تلاش کرو۔

استاد نے نصیحت ان الفاظ پر مکمل کی — کسی کو نقاب ہٹانے کے لئے مت کہو، خود پر سے پرت در پرت پرتیں اتارو، ہر منظر واضح ہو جائے گا۔

محترم بزرگو اور عزیز دوستو! حواس میڈیم ہیں، ان میں فکر کام کرتی ہے۔فکر میں ربط نہ ہو تو کان کچھ اور سنیں گے اور آنکھ کچھ اور دیکھے گی لیکن ایسا نہیں ہوتا۔سننا ہو، دیکھنا یا بولنا — کام اس توانائی کے ذریعے ہو رہا ہے جسے ہم فکر کہتے ہیں۔ سننے کو سمجھنے اور سمجھنے کو دیکھنے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم زمین کے شعور میں رہتے ہیں جہاں ہر شے ٹکڑوں میں بٹی ہوئی ہے۔ زمین کا شعور ایک ہی شے کو تقسیم کر کے دکھاتا ہے۔

شہنشاہ ہفت اقلیم حضرت بابا تاج الدینؒ نے راجا رگھوراؤ کے سوال کے جواب میں فرمایا:

'' دن طلوع ہوتا ہے، دن کا طلوع ہونا کیا ہے، ہمیں نہیں معلوم۔ طلوع ہونے کا مطلب کیا ہے، ہم نہیں جانتے۔ دن رات کیا ہے ــــ؟ اس کے جواب میں اتنی بات کہہ دی جاتی ہے کہ یہ دن ہے، اس کے بعد رات آتی ہے۔ نوع انسان کا یہی تجربہ ہے۔ میاں رگھوراؤ ذرا سوچو! کیا سنجیدہ طبیعت انسان اس جواب پر مطمئن ہو جائے گا؟ دن رات فرشتے نہیں ہیں، جنات نہیں ہیں، پھر بھی وہ مظاہر ہیں جن سے ایک فرد واحد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ تم اتنا کہہ سکتے ہو کہ دن رات کو نگاہ دیکھتی ہے اس لئے قابل یقین ہے۔ لیکن یہ سمجھنا بھی ضروری ہے کہ نگاہ کے ساتھ فکر بھی کام کرتی ہے۔ اگر نگاہ کے ساتھ فکر کام نہ کرے تو زبان نگاہ کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ نگاہ اور فکر کا عمل ظاہر ہے۔ دراصل سارے کا سارا عمل تفکر ہے۔ نگاہ محض گونگا ہیولیٰ ہے، فکر ہی کے ذریعے تجربات عمل میں آتے ہیں۔ تم نگاہ کو تمام حواس پر قیاس کر لو ــــ سب کے سب گونگے، بہرے اور اندھے ہیں ــــ تفکر ہی حواس کو سماعت اور بصارت دیتا ہے۔ سمجھا یہ جاتا ہے کہ حواس تفکر سے کوئی الگ چیز ہے حالاں کہ تفکر سے الگ ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔ انسان محض تفکر ہے۔ فرشتہ محض تفکر ہے۔ جن محض تفکر ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ہر ذی ہوش تفکر ہے۔'' (کتاب: تذکرہ تاج الدین باباؒ)

تفکر: شے کی تقسیم اور ہر ٹکڑے کو الگ سمجھنا فکشن ہے۔ جو کام آنکھ سے ہو رہا ہے وہ کان سے بھی ہوتا ہے۔ تصویر آنکھ کے ذریعے بھی نظر آتی ہے اور آواز سے بھی تصویر بنتی ہے۔ تفکر طلب ہے کہ تصویر کہاں بنتی ہے اور ہم دیکھتے کہاں ہیں۔ آنکھ اور کان کے عمل پر غور کریں تو دونوں صورتوں میں آدمی ذہن میں تصویر بنتے دیکھتا ہے اور پھر نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ نتیجہ اخذ کرنے کے لئے کوئی مادی عضو نہیں ہے ــــ جو شے نتیجہ اخذ کر رہی ہے وہ مادیت سے آزاد ہے۔

دوسرے عضو میں داخل ہوتی ہے۔ ضروری توانائی جذب ہو کر فاسد مادہ خارج ہوتا ہے۔ چبانے کے بعد حلق سے گزر کر غذا معدہ میں داخل ہوتی ہے، معدہ میں داخل ہونے کے بجائے پھیپھڑوں میں کیوں نہیں جاتی___؟ یہ کہنا کہ یہ سب خودکار نظام کے تحت ہوتا ہے، درست نہیں۔

فارمولا: ہر زبان میں گرائمر کا بنیادی فارمولا یہ ہے: **فاعل + فعل + مفعول**

مثال: زید لوگوں کی خدمت کرتا ہے۔ زید فاعل ہے، خدمت کرنا فعل ہے اور لوگ مفعول ہیں۔ یہ فارمولا وہ لوگ بھی پڑھتے اور بات چیت میں استعمال کرتے ہیں جو کائنات کے نظام کو نیچر (Nature) کی کارفرمائی کہتے ہیں لیکن نیچر کیا ہے، اس کا جواب نہیں دیتے۔ یہ کہنا کہ کام کیا گیا___ صاحبِ تفکر پہلا سوال کرے گا کہ کام کس نے کیا؟ جب فاعل کے بغیر بات نہیں ہوسکتی تو سونا جاگنا، کھانا پینا، سوچنا اور عمل کرنا کیا ہے___؟

جسم مشین ہے۔ سوئچ آن کرنے سے توانائی داخل ہوتی ہے اور مشین حرکت میں آجاتی ہے۔ حرکت مشین کی ہے یا اس توانائی کی جو مشین کو چلا رہی ہے___؟ یہ بھی سوچئے کہ مشین موجود ہے اور توانائی بھی___ سوئچ آن نہ ہو تو___؟

اللہ حافظ

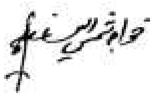

علمائے باطن فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذہن میں موجود کائناتی پروگرام کو شکل وصورت کے ساتھ وجود میں لانا چاہا تو فرمایا ''کن''۔ اللہ تعالیٰ کے ذہن میں کائناتی پروگرام ترتیب اور تدوین کے ساتھ اس طرح وجود میں آگیا:

★ ایک کتاب المبین ★ ایک کتاب المبین میں تیس کروڑ لوحِ محفوظ
★ ایک لوحِ محفوظ میں اسّی ہزار حضیرے ★ ایک حضیرہ میں ایک کھرب سے زیادہ مستقل آباد نظام اور بارہ کھرب غیر مستقل نظام ★ ایک نظام کسی ایک سورج کا دائرہ وسعت ہوتا ہے۔ ہر سورج (star) کے گرد نو، بارہ یا تیرہ سیارے گردش کرتے ہیں۔

سے منع نہیں کرتے کیوں کہ اللہ اس کا عمل قبول کر لیتے ہیں۔ چناں چہ وہ روشن راستہ پر گام زن نہیں ہو سکتا۔

روحانیت سے تعلق رکھنے والے خواتین و حضرات کم و بیش اس بات سے واقف ہیں کہ مخلوق کے اندر ایسے نقطے موجود ہیں جن نقطوں میں زندگی میں کام آنے والی روشنی ذخیرہ ہوتی رہتی ہے۔ تصوف اور روحانیت سے دل چسپی رکھنے والے حضرات ان نقطوں کو چھ لطیفوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ روحانیت میں ان کا اصطلاحی نام لطائف ستہ ہے یعنی ایک آدم زاد انفرادی طور پر یا اجتماعی اعتبار سے چھ نقطوں کے اندر سفر کرتا ہے۔

ان چھ نقطوں کو قرآن کریم کے قانون کے مطابق تین دائروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ۱۔ پہلا دائرہ جس کے اندر دو نقطے موجود ہیں آدمی کے اوپر دو راہیں کھولتا ہے۔ ایک راستہ شیطنت ہے اور دوسرا رحمت ہے۔ ۲۔ دوسرا دائرہ رحمت کی طرف سفر کا ذریعہ ہے۔ ۳۔ تیسرا دائرہ منزل ہے یعنی اس دائرہ میں بندہ کو اللہ کا عرفان حاصل ہوتا ہے۔

تینوں دائرے ہمہ وقت چار نورانی نہروں سے فیڈ ہوتے ہیں۔ دائرے تین ہیں، نہریں چار ہیں۔ ان چار نہروں میں سے ایک نہر تیسرے دائرہ کو جس میں شیطنت اور رحمت کے راستے متعین ہیں، سیراب کرتی ہے۔ اگر آدمی باوجود ترغیب کے ضد اور نافرمانی کا مرتکب ہو کر صراط مستقیم سے ہٹ کر تاریکی کا راستہ اختیار کر لیتا ہے تو تیسرے دائرہ کا پہلا نقطہ زہریلا ہو جاتا ہے اور یہ زہر اس کو متعفن پھوڑا بنا دیتا ہے۔ اس نقطہ کے اندر سڑاند اور بدبو پیدا ہو جاتی ہے۔ اوپر کے دو دائرے اسے زندہ رکھنے کے لئے فیڈ تو کرتے ہیں لیکن ان کا ذہنی رابطہ یا ہم دردی تیسرے نقطہ کے ساتھ نہیں رہتی۔

اوپر کے دائرے سراپا نور اور روشنی ہیں، لطافت اور خوش بو ہیں، اس لئے یہ متعفن پھوڑا یا نقطہ ان کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ جب متوجہ نہیں ہوتا تو وہ راستہ بھی نظر نہیں آتا جس راستہ پر چل کر آدمی آسمانوں کی سیر کرتا ہے، فرشتوں سے ملاقات کرتا ہے اور اللہ کا عرفان حاصل کرتا ہے۔ وہ نقطہ جس کو ہم نے متعفن پھوڑے کا نام دیا ہے، لطیفۂ نفسی ہے۔ عرف عام میں اس کو نفس کہا جاتا ہے۔

شعوری زندگی کی ہر حرکت، ہر عمل، ہر تصور، ہر خیال، ہر ادراک اور احساس دو رخوں پر کام کرتا ہے۔ ایک وہ رخ ہے جس کا تعلق شیطنت سے ہے اور ایک وہ رخ ہے جس کا تعلق رحمانیت سے ہے۔ اسی طرح نفس کا تعلق بھی دو طرزوں میں ہمہ وقت قائم رہتا ہے، ایک طرز شیطنت ہے اور دوسری طرز وہ حکمت ہے جو رسول اللہؐ کے ذریعے قرآن کریم کی صورت میں نوع انسان کو عطا ہوئی ہے۔ جس آدمی کے نزدیک زندگی صرف دنیا یا دنیا کا عیش و نشاط ہے، خودنمائی ہے، علم کا زعم ہے — وہ خالق سے دور ہو جاتا ہے۔

قلب یا ضمیر اسے برابر اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ جو راستہ اختیار کیا گیا ہے یہ ان لوگوں کا راستہ نہیں ہے جو انعام

یافتہ ہیں لیکن بندہ ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اس راستہ کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا۔

دین میں جبر نہیں ہے اور ہر آدمی کو اختیار دیا گیا ہے کہ صحیح یا غلط میں سے ایک راستہ کا انتخاب کرے۔ مسلسل ترغیب (inspiration) اور خیر کی آواز کو نظر انداز کرنے کے بعد جب یہ معاملہ اللہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے تو اللہ اس کے ارادہ اور اختیار کو قبول کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اب صراط مستقیم پر چلنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے —

''اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر مہر لگا دی، ان کی آنکھوں پر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

اللہ نے دلوں پر مہر اس لئے لگائی ہے کہ وہ آدمی مثبت راستہ پر چلنا ہی نہیں چاہتا اس لئے اللہ نے اس کے ارادہ و اختیار کو قبول کر لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدمی اور جنات با اختیار ہیں اور انہیں نیکی یا بدی اختیار کرنے کی آزادی دی گئی ہے۔ اللہ اگر چاہیں تو دنیا میں چوری نہیں ہوسکتی اور اگر اللہ چاہیں تو دنیا میں کوئی قتل نہیں ہوسکتا، کوئی آدمی بے نمازی نہیں ہوسکتا۔ اگر اللہ چاہیں تو شیطان کا وجود ختم ہوسکتا ہے لیکن اس طرح انسان کے با اختیار ہونے کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

حنا اور بچوں کو دعائیں۔ سلسلہ کے تمام احباب کو سلام و دعا۔ محفل مراقبہ میں سب دوستوں کو سلام عرض کر دیں۔

دعا گو، خواجہ شمس الدین عظیمی

(16 جولائی 1995ء)

بغداد کے بادشاہ کی دلی تمنا تھی کہ حضرت بہلول داناؒ سے ملاقات کرے لیکن حضرت بہلولؒ دربار میں آنے پر تیار نہیں تھے۔ ایک دن بادشاہ محل کی چھت پر ٹہل رہا تھا۔ حضرت بہلول داناؒ کو محل کے قریب سے گزرتے ہوئے دیکھا تو خادموں کو حکم دیا کہ کمند ڈال کر اوپر کھینچ لیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور بادشاہ کی ان سے ملاقات ہوئی۔ بادشاہ نے پوچھا کہ آپ اللہ تک کیسے پہنچے؟ فرمایا، جس طرح تم تک پہنچا۔ بادشاہ بولا، میں سمجھا نہیں۔ فرمایا— اگر میں خود سے تم تک پہنچنا چاہتا تو لباس فاخرہ پہن کر، دربان کی منتیں کر کے محل کے اندر داخل ہوتا پھر عرضی پیش کرتا، گھنٹوں انتظار کرتا، ممکن ہے کہ آخر میں درخواست رد ہو جاتی۔ جب تم نے خود مجھے بلانا چاہا تو چند لمحوں میں اپنے سامنے بلا لیا۔ اسی طرح جو شخص اللہ سے ملاقات کا خواہش مند ہے، اگر وہ استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے تو اللہ کو اس کی یہ ادا پسند آجاتی ہے اور اس بندہ کو لمحوں میں قرب کی منازل طے کروا دی جاتی ہیں۔

نامے میرے نام

کرم فرما خواتین وحضرات نے ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو دل کی گہرائیوں سے نہ صرف پسند کیا ہے بلکہ قبول فرما کر روپ بہروپ کو دلہن کا روپ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قارئین کی خدمت کی توفیق دیں۔ رابطہ کے قدیم وجدید وسائل کے ذریعے موصول ہونے والے خطوط میں سے منتخب خطوط شائع کیے جا رہے ہیں۔

محمد ہارون (کراچی): میں نے کتاب ''قلندر شعور''، ''آواز دوست'' اور ''تجلیات'' کا مطالعہ کیا ہے۔ زبان کی سادگی اور تحریر میں گہرائی سے متاثر ہوا۔ مطالعہ کا شوقین ہوں اور اکثر دوستوں میں کتابیں تقسیم کرتا ہوں۔ جاننا چاہتا ہوں کہ عظیمی صاحب نے اب تک کتنی کتابیں تصنیف وتالیف کی ہیں، کتنی کتابوں کے تراجم ہو چکے ہیں۔ اگر میں کتابیں تقسیم کرنا چاہوں تو یہ مجھے کہاں سے مل سکتی ہیں اور اس سلسلہ میں ادارہ کیا تعاون کر سکتا ہے؟

★ کتابوں کی فہرست آپ کو ارسال کر دی گئی ہے۔ کل 80 کتابیں ہیں، کتابچے اس کے علاوہ ہیں۔ ان میں انگریزی میں 14، روسی میں 5، عربی میں 3، فارسی میں 1، چینی میں 1، ہسپانوی میں 1، تھائی میں 3، پنجابی میں 1 اور سندھی میں 4 کتب کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ آپ جو کتابیں تقسیم کرنا چاہتے ہیں ہمیں بتا دیجئے، ادارہ مکمل تعاون کرے گا۔

ندا حامد (عجمان): ''ماہنامہ قلندر شعور'' کے مضامین روشن اور واضح ہیں، دل کی تاریکی دور کر کے ہر ماہ روح کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار کر دیتے ہیں۔ مضمون ''مرشد کی باتیں'' بغور پڑھا، مندرجہ ذیل پیراگراف ذہن ودل میں اتر گیا — ''کوئی بات سمجھ میں آجائے .... اس وقت وہ ہی اس کا استاد ہے۔'' اسی مضمون میں پانی کو پانی میں دیکھنے کے تجربہ نے ذہن کو سوچنے کے لئے نئے زاویہ سے آشنا کیا۔ مضمون ''کارخانۂ قدرت میں'' نہایت لطیف، دل چسپ اور سبق آموز ہے، اس میں بہت سے رموز پنہاں ہیں۔ اس طرح کے مضامین شامل کئے جانے چاہئیں۔ انگلش سیکشن میں بی بی انورادھا کا مضمون دل چسپ لگا۔ ڈاکٹر نعیم ظفر کے مضمون کو تصویروں کے ساتھ سمجھنا ذہن کی گرہیں کھولتا ہے۔ انہوں نے حسی لطافت کا لفظ استعمال کیا ہے، برائے مہربانی اس پر مزید روشنی ڈالیں، شکریہ۔

راجا محمد عزیز (واہ کینٹ): ہم عظیمی بہن بھائی ہر ماہ ایک اتوار کو کسی بھائی کے گھر جمع ہو کر آپ کا خطاب سنتے ہیں اور تفکر کرتے ہیں۔ ایک خطاب جس میں تھیوری اور پریکٹیکل سے متعلق سمجھایا ہے، تفکر کیا اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ سلسلہ

کے قواعد وضوابط تھیوری ہیں اور اس پر عمل پریکٹیکل ہے۔ عرض ہے کہ اس سلسلہ میں راہ نمائی فرمائیں، شکریہ۔

ساجد علی (کراچی): سوال یہ ہے کہ واہمہ کا مرکز کہاں ہے؟ خیالات تسلسل کے ساتھ آتے ہیں یا ان میں وقفہ ہے؟ مثلاً کہانی لکھنے کا خیال آیا۔ میں نے لکھا— ''ایک بادشاہ تھا اس کے سات بیٹے تھے۔'' کہانی لکھنے اور کرداروں کی تفصیل میں دو گھنٹے لگے۔ کہانی کا خیال ایک لمحہ تھا، وہ خیال دو گھنٹے پر محیط ہو گیا۔ پہلے مرحلہ میں بادشاہ کے خیال کے ساتھ مملکت، رعایا، وزیر، محل، خادم، فوج، اسکول، عبادت گاہیں، ڈاکٹر، انجینیئر، رعایا میں وہ فقیر بھی شامل ہے جو خدمت خلق میں مصروف ہے۔ غرض ایک خیال میں طویل زمانہ اور بے شمار کردار ہیں۔ کہانی لکھنے کے بعد کھانے کا خیال آیا، کیا دونوں خیالات میں دو گھنٹے کا وقفہ ہے___ اور کیا کہانی لکھنے کے ایک خیال میں دو گھنٹے کے خیال شامل ہیں؟

★ زندگی کے شب و روز پر تفکر کیجئے، رات اور دن میں جتنے لمحات ہیں، ہر لمحہ تصویر در تصویر ہے۔ ایک خیال آتا ہے دماغ میں کچھ دیر رکتا ہے اور اس کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ مظاہرہ کی دو طرزیں ہیں۔ مظاہرہ عمل ہو یا خیال کے دائرہ میں گردش کرتا ہو۔ زندگی کے ماہ و سال اور شب و روز پر تفکر کیا جائے تو کوئی لمحہ ایسا نہیں جو خیال کی تصویر نہ ہو۔ یہ تصویریں ذہن کے قرطاس پر نقش بن جاتی ہیں۔ اگر تصویر نقش نہ ہو تو خیال کی تصویر نہ صرف دھندلی ہوگی بلکہ وہ اس طرح گزر جائے گی جس طرح چلتی ریل میں بیٹھے مسافر کے سامنے درخت۔

منیبہ ساجد (ساہیوال): روبینہ یونس صاحبہ کی تحریر ''روشنی'' معاشرتی رویوں اور تلخ حقائق کی منظرکشی ہے۔ مصنفہ نے جس طرح مختصر صفحات میں معاشرتی کرداروں کی عکاسی کی ہے وہ قابلِ تحسین ہے۔ امید ہے کہ ان کی لکھائی کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حماد مصطفیٰ (لاہور): جون کے شمارہ میں تمام مضامین تفکر طلب ہیں۔ کوانٹم فزکس پر تحقیقی مقالہ دل چسپ ہے۔ حضرت میاں محمد بخشؒ پر مضمون بہت خوب لکھا گیا ہے۔ ''وراثت کیا ہے'' ذہن کھولنے والی تحریر ہے جب کہ بچوں کے سیکشن میں ''میاں بیوی میں اختلاف'' پڑھ کر عنوان کا کہانی سے تعلق سمجھ میں نہیں آیا لیکن غور کیا تو جواب مل گیا۔ کہانی سبق آموز ہے۔ تمام لکھنے والوں کے لئے بہت دعا اور مبارک باد۔

عائشہ کنول (سانگھڑ): دوست کے توسط سے ''ماہنامہ قلندر شعور'' سے متعارف ہوئی اور پہلے شمارہ سے قاری ہوں۔ یہ رسالہ روح کی غذا اور سکون کی دولت ہے۔ بعض موضوعات مجھے مشکل لگتے ہیں لیکن میں پڑھتی ضرور ہوں تا کہ ذہن روحانی ادب سے مانوس ہو جائے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اب ذہن پر بوجھ نہیں پڑتا۔

مشتاق احمد (کراچی): سب سے پہلے کہانی ''پرتیاہار'' پڑھتا ہوں۔ حمورابی کی حضرت صاحب سے ملاقات

کوئی بار پڑھا۔ مصنف نے تحریر کا لطف دوبالا کر دیا۔

رحمت بی بی (میر پور): جون کے شمارے کے تمام مضامین اچھے لگے۔ سید اسد علی اچھا لکھتے ہیں۔ کہانیوں کی شکل میں مضمون سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اظہر محمود (کراچی): مضمون ''مرشد کی باتیں'' پڑھتے ہوئے سرور طاری ہوا۔ صبح ساڑھے نو بجے کا وقت تھا، سرور نیند کے غلبہ میں تبدیل ہو گیا اور میں سو گیا۔ قرآن کریم میں دی گئی دعائیں کیسے مانگیں، بتانے کا خوب صورت انداز ایسا دل میں اترا کہ میں نے اٰل عمرٰن کی آیت 147 یاد کر لی۔ یاد کرتے وقت دماغ میں کلیاں چٹکنے لگیں۔

جون 2017ء کے ''آج کی بات'' پر موصول ہونے والے تفکر میں سے چند پیشِ خدمت ہیں:

درخشاں مریم (کراچی): ہم شے کو حقیقت کے بجائے اپنے ذہن کے مطابق دیکھتے ہیں۔ صفات سے ذات کا ادراک اور ادراک یک سوئی سے ہوتا ہے۔ اندھیرے میں تفکر سے اندھیرے کی روشنی یا صفات سے مانوس ہوتے ہیں۔ کائنات میں کوئی چیز ہمیں خود کو دیکھنے سے نہیں روکتی بلکہ متوجہ ہونے پر معلومات منتقل کرتی ہے اور ہم اپنی سکت کے مطابق معلومات وصول کرتے ہیں۔ کسی بھی کام کو کرتے وقت ذہن میں اللہ کا خیال، دنیا کا ترک ہے۔ ہم اللہ کو دیکھ سکتے ہیں کیوں کہ ہمارے اندر ڈیٹا میں اللہ سے ملاقات محفوظ ہے۔ ادراک بڑھ جائے اور یادداشت ذہن کی سطح پر روشن ہو جائے تو لمحۂ حقیقی سے واقف ہو سکتے ہیں۔ فارمولا یہ بنا:

ترک — صفات میں یک سوئی — قربت — صفات کا ادراک — عرفانِ الٰہی

نادیہ رحمت (دبئی): ''آج کی بات'' میں ترک کو نئے زاویہ سے سمجھایا گیا ہے۔ غور و فکر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ پانی کے اندر داخل ہونے کے باوجود شے نے خود کو ترک نہیں کیا اس لئے پانی کا حصہ نہیں بن سکی۔ جس طرح دو سمندر ساتھ ہو کر بھی آپس میں نہیں ملتے اسی طرح مختلف ذہن آپس میں جذب نہیں ہوتے۔ ربط قائم کرنے کے لئے پرانی طرز فکر کا ترک کرنا ضروری ہے۔ آگ کا درجہ حرارت تین سو ڈگری سینٹی گریڈ سے چھ سو ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے جب کہ برف صفر ڈگری سینٹی گریڈ پر بنتی ہے۔ آپ نے ''آج کی بات'' میں قانون سمجھایا ہے کہ تصرف سے آگ کا غالب رخ ٹھنڈ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور حرارت اس درجہ پر آجاتی ہے جو آگ کی ہے۔ درجہ حرارت ٹھنڈ میں تبدیل ہو تو حرارت کا درجہ آگ کا ہو گا یا ٹھنڈ کا؟ ''حسابِ دوستاں در دل'' میں محترم اباجی کی محبت کا سمندر نظر آیا جسے الفاظ میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ دل یہ الفاظ دہراتا رہتا ہے اور آپ کی دل آویز مسکراہٹ تصور میں آجاتی ہے۔

عبدالخالق (چشمہ، میانوالی): جون ''آج کی بات'' میں معرفت کا میکینزم بیان کیا گیا ہے۔ کل 16 خواتین و

حضرات نے اجتماعی تفکر کیا۔ ہر نکتہ میں جو قانون سمجھ میں آیا وہ پیشِ خدمت ہے۔

قانون ۱: شے کی پہچان متضاد رخ سے ہے مگر واقفیت یا معرفت اس وقت ہوتی ہے جب فرد شے میں داخل ہوجائے۔ پہچان مادی رخ ہے جب کہ تعارف (عرفان) حاصل کرنا باطنی رخ ہے۔ تعارف اندر داخل ہوئے بغیر نہیں ہوتا۔ یک سوئی بنیادی شرط ہے۔ **قانون ۲:** مکان کے اندر کیا ہے؟ واقفیت کے لئے ایک طرف فرد مکان کے اندر اور دوسری طرف مکان فرد کے اندر داخل ہوجاتا ہے۔ یعنی فرد شے کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ شے کا عکس فرد کے اندر داخل ہوتا ہے تو ریکارڈ نمایاں ہوجاتا ہے۔ لہٰذا شے سے واقفیت کے لئے باہر نہیں اندر دیکھنا ہے۔ کام یابی، یک سوئی سے ہوتی ہے۔ واقفیت کے بعد شے کی خصوصیات یا اثرات فرد پر مرتب ہوتے ہیں۔ اگر اثرات مرتب نہیں ہوتے تو فرد نے شے کے اثرات کو قبول نہیں کیا۔ مثال: پورا مہینہ روزے رکھنے کے باوجود اگر اثرات مرتب نہیں ہوتے تو فرد نے روزے کی صفات کو قبول نہیں کیا یا روزہ کے ثمرات سے واقفیت نہیں ہے۔ **قانون ۳:** شے کو دیکھنے کے لئے ہم خود کو نہیں بلکہ شے کے دیکھنے کو دیکھتے ہیں۔ "فینا" کے بعد شے اپنا تعارف خود دیتی ہے۔ یہی معرفت کا قانون ہے۔ خالق اللہ کریم کی صفات لامحدود ہیں۔ محدود شعور اور حواس کے بس کی بات نہیں کہ صفات کا ادراک کرسکے۔ یک سوئی اور سکت کی مناسبت سے اللہ کی صفات ادراک بن جاتی ہیں۔ "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرتیں وہ آنکھوں کا ادراک بن جاتا ہے۔" (الانعام: ۱۰۳) **قانون ۴:** مقصد اللہ کی معرفت نہ ہو تو نظر باطن کی طرف نہیں جاتی۔ **قانون ۵:** کیئر آف اللہ سوچ اختیار کرنا، متغیر سوچ کا ترک ہے۔ ہر فرد اپنی ڈاکیومینٹری فلم کا ہیرو ہے۔ زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارے، اس عمل سے تعلق غیب (لاشعوری دنیا) سے قائم ہوجائے گا، انشاءاللہ۔

ماریہ سلیم (حیدرآباد): ڈیڈ باڈی میں بھی حرکت ہے اس لئے کہ ڈیڈ باڈی ذرّات پر مشتمل ہے۔ ہر ذرّہ میں زندگی متحرک ہے لیکن نظر نہیں آتی۔

بی بی ہاجرہ (کراچی): "آج کی بات" کے آخر میں خلاصہ دینے سے مدد مل جاتی ہے کہ تحریر کو کس طرح پڑھنا ہے۔ ترک کو نئے زاویہ سے بیان کیا گیا ہے اور مختلف مثالوں سے سمجھایا گیا ہے۔ مضمون مشکل ہے لیکن اگر ایک مثال بھی صحیح سمجھ میں آجائے تو باقی مثالیں خود بخود سمجھ میں آجاتی ہیں۔ جیسے کہ ہم کسی شے سے اس وقت تک واقف نہیں ہوسکتے جب تک وہ ہمارے اندر داخل نہ ہوجائے، ہم شے کو شے کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

گلِ نسرین

شہنشاہ ہفت اقلیم

حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ فرماتے ہیں:

★ انسان لاشمار سیاروں میں آباد ہے اور ان کی قسمیں کتنی ہیں، اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے۔

★ کہنے میں یہی آتا ہے کہ ستارے ہمارے سامنے موجود ہیں، ستاروں کو ہم دیکھ رہے ہیں، ہم آسمانی دنیا سے روشناس ہیں لیکن ہم کیا دیکھ رہے ہیں اور ماہ و انجم کی کون سی دنیا سے روشناس ہیں، اس کی تشریح ہمارے بس کی بات نہیں۔ جو کہتے ہیں قیاس آرائی سے زیادہ نہیں ہوتا۔

★ کائنات زمانی مکانی فاصلوں کا نام ہے۔

★ سائنس دان روشنی کو زیادہ سے زیادہ تیز رفتار مانتے ہیں لیکن وہ اتنی تیز رفتار نہیں ہے کہ زمانی مکانی فاصلوں کو منقطع کردے۔ البتہ انا کی لہریں لاتناہیت میں بیک وقت ہر جگہ موجود ہیں۔

★ آدمی سب کا سب روشنی ہے اور سب کا سب مٹی بھی ہے۔ صفر اگرچہ شمار نہیں کیا جاتا لیکن صفر ہی سے گنتی کی قیمت لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

★ ظاہر پرست اللہ کی تسبیح اور عبادت کا دکھاوا کرتا ہے۔ اللہ کی قسم! اس کو اللہ تو نہیں مل سکتا، البتہ شیطان اسے مل جاتا ہے۔

اقرار اور انکار دو رخ ہیں، جن پر کائنات قائم ہے۔ایک رخ میں سچائی ہے اور دوسرا رخ شکوک و شبہات پر قائم ہے۔تحریر پڑھتے ہوئے، بات کرتے ہوئے یا کسی کی بات سنتے ہوئے الفاظ کے معنی و مفہوم پر بہت کم غور کیا جاتا ہے۔اس کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب بندہ متعدد بار کہی یا سنی ہوئی بات یا لفظ ایک بار پھر سنتا ہے تو ذہن میں جھماکا ہوتا ہے اور لفظ اپنی معنویت کے ساتھ ظاہر ہوجاتا ہے۔ کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جن کے ادا ہوتے ہی اندر میں طاقت و توانائی کا چشمہ ابلتا محسوس ہوتا ہے۔ان میں ایک لفظ یقین ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہے:

”ہم نے زمین اور آسمانوں کو اور ان کی سب موجودات کو حق کے سوا کسی اور بنیاد پر خلق نہیں کیا ہے۔“ (الحجر: ۸۵)

حق سچائی ہے جس میں شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ سچائی سے واقف ہونے والے غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو شکوک و شبہات سے نکالنے اور سچائی سے متعارف کرانے کے لئے انبیائے کرام دنیا میں بھیجے جنہوں نے لوگوں کو حق اور باطل میں امتیاز کرنا سکھایا۔ خاتم النبیین حضرت محمدؐ کے بعد آپؐ کے روحانی علوم کے وارث اولیاء اللہ نے معرفت کی مشعل

کو روشن رکھا ہے تاکہ مخلوق ___ حق سے واقف ہو جائے اور سچائی کی طرزوں میں نشو ونما پائے۔

اولیائے کرام کی زندگی اللہ اور اللہ کے محبوب حضرت محمدؐ کے لئے وقف ہے اس لئے ان سے قربت زندگی کا جوہر ہے۔ ان کے فیض سے سادگی و پاکیزگی، صبر و عزم اور قلب میں نور سے واقفیت ہوتی ہے۔ علم و عرفان سے آراستہ ان ہستیوں میں ایک شہنشاہ ہفت اقلیم، تاج ملت و دین ___ بابا تاج الدین ناگپوریؒ ہیں۔

حضرت بابا تاج الدینؒ کی پیدائش سے پہلے والدہ مریم بی صاحبہ نے خواب دیکھا کہ آسمان پر چاند آب و تاب سے چمک رہا ہے اور فضا میں ہر طرف چاندنی ہے۔ یکایک چاند آسمان سے ان کی گود میں آ گیا اور کائنات اس کی روشنی سے منور ہوگئی۔ آپ 5 رجب المرجب 1277ھ مطابق 27 جنوری 1861ء کو پیر کے دن فجر کے وقت کامٹی، ناگپور میں حضرت حسن مہدی بدرالدینؒ کے گھر پیدا ہوئے۔ عمر ایک برس ہوئی تو والد کا انتقال ہوگیا، آٹھ سال بعد والدہ بھی اس دنیا سے پردہ فرما گئیں۔ نانا نانی نے سرپرستی کی۔ ایک روز مکتب میں بیٹھے درس سن رہے تھے کہ اس زمانہ کے ایک ولی اللہ حضرت عبداللہ شاہ قادریؒ مدرسہ میں آئے اور استاد سے مخاطب ہو کر کہا ___ ''یہ لڑکا پڑھا پڑھایا ہے، اسے پڑھانے کی ضرورت نہیں۔''

کتاب ''سوانح حیات بابا تاج الدین ناگپوریؒ'' سے اقتباس تحریر ہے:

''حضرت قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ نانا تاج الدینؒ کو حضرت عبداللہ شاہؒ کی قربت حاصل ہوئی تھی اور نسبت چشتیہ بابا داؤد مکیؒ کے مزار پر منتقل ہوئی لیکن نانا صاحبؒ کی تعلیم و تربیت خود جناب سرورِ کائنات حضرت محمدؐ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت اویس قرنیؓ نے کی۔ نیز ان کو ہر سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ کی ارواح سے فیض حاصل ہوا۔''

نام محمد تاج الدین اور شہنشاہ ہفت اقلیم لقب ہے۔ اللہ نے تمام عالم کو نظامِ تکوین میں سات حصوں میں تقسیم کیا ہے جو سات (ہفت) اقلیم کہلاتے ہیں۔ چناں چہ باعثِ تخلیقِ کائنات حضور اکرمؐ کا وہ نائب جس کے انتظام و اختیار میں ساتوں اقلیم ہیں، شہنشاہ ہفت اقلیم کہلاتا ہے۔ آپ سے بے شمار کرامات صادر ہوئیں۔ جس جگہ قیام فرماتے، جوق در جوق لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ جیسے ہی تانگا شکردرہ سے نکلتا، زیارت و قدم بوسی کے لئے لوگوں کا ہجوم ہو جاتا اور اکثر لوگ تانگے کے ساتھ دوڑتے۔ بابا تاج الدینؒ شہر کا دورہ کرتے، مختلف مقامات پر گاڑی رکواتے۔ ہر عمل میں رموز اور الفاظ میں کائناتی قوانین تھے۔ مضمون میں حضرت بابا تاج الدینؒ کی تعلیمات و کرامات کا تفصیلی ذکر ممکن نہیں ہے۔ چند کرامات پیشِ خدمت ہیں۔

حسام الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ بابا صاحبؒ

کی شہرت سن کر بیعت ہونے کا ارادہ کیا۔ خواب میں دیکھا کہ بابا تاج الدینؒ حوض پر وضو کررہے ہیں۔ اس پانی کی تاثیر سے اعضا آئینہ کی طرح شفاف ہوجاتے ہیں۔ وضو کے بعد فرمایا کہ تم بھی وضو کرلو۔ میں نے وضو کیا اور میرے اعضا آئینہ کی طرح چمکنے لگے۔ بعد ازاں انہوں نے دایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا، میں نے دست مبارک پکڑا اور آنکھ کھل گئی۔ سوچا کہ بیعت کی درخواست منظور ہوگئی ہے، خدمت میں حاضر ہونا چاہئے۔ ناگ پور پہنچا، شکردرہ میں سواری نمودار ہوئی۔ دوڑتے ہوئے قریب پہنچ گیا۔ فرمایا ___ کیوں دوڑتے ہو حضرت! خواب میں ہاتھ ملایا ہے، وہ بس ہے!

خواب پر تفکر سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

۱۔ حلقۂ ارادت میں شامل ہونے سے قبل مرید پر مادیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ دل کا آئینہ دھندلا ہونے سے سچائی اوجھل ہوکر دھند نظر بن جاتی ہے۔ مرشد کی قربت و تربیت شفاف پانی کی مانند ہے جس میں پانی کے دونوں کناروں پر اور درمیان میں ایک ہی چہرہ نظر آتا ہے۔ دل کا آئینہ صیقل ہونے سے قلب میں موجود نور نظر بنتا ہے اور بندہ نور کی فراست سے کائنات کو دیکھتا ہے۔

۲۔ خواب کی زندگی کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ زمان و مکان سے واقف نیک ہستیوں کے لئے نیند پردہ نہیں ہے، بحیثیت خلیفۃ الارض ان کا تصرف خواب کی زندگی اور بعد کے جہانوں میں بھی ہے۔ خواب میں پیش آنے والے واقعات کے اثرات اور نتائج بیداری میں مرتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح اِس دنیا میں بیداری کا اُس دنیا میں بیداری سے ربط ہے۔ آدمی یہاں سوتا ہے، وہاں جاگتا ہے وہاں سوتا ہے تو یہاں جاگتا ہے۔ بیعت کی خواہش اِس دنیا میں کی گئی لیکن پوری اُس دنیا میں ہوئی۔

۳۔ جس کا ذکر ہوتا ہے، لاشعوری طور پر اس سے ربط قائم ہوجاتا ہے۔ حسام الدین صاحب کی بیعت ہونے سے قبل نانا تاج الدینؒ سے ملاقات نہیں ہوئی لیکن جیسے ہی ارادہ میں استحکام پیدا ہوا، ارادہ مظہر بن گیا۔ صاحب علم و عرفان کی طرف توجہ کی جائے تو وہ متوجہ ہوجاتے ہیں۔

۴۔ اگر بندہ خواب کے حواس کو استعمال کرنا سیکھ لے تو اِس دنیا میں بھی زمان و مکان مغلوب ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے خواب اور بیداری میں فرق نہیں ہوتا۔

سید عبدالوہاب صاحب بیان کرتے ہیں کہ خدمت میں موجود تھا کہ علی گڑھ جانے والے چند طالب علم فوٹوگرافر کو لائے اور بابا صاحبؒ کے ساتھ تصویر کھنچوائی فوٹوگرافر تصویر دھو کر لایا تو لڑکوں کا عکس تصویر میں تھا لیکن بابا تاج الدینؒ کی شبیہ موجود نہیں تھی۔

بابا تاج الدینؒ جذب کی کیفیت میں رہتے تھے۔ مادی روشنیاں نور کی لہروں کا ادراک نہیں کرسکتیں اس لئے تصویر میں بابا تاج الدینؒ کی جگہ خالی رہی۔

کتاب ''سوانح حیات بابا تاج الدین ناگپوریؒ'' میں لکھا ہے کہ فرید صاحب فضا نے بیان کیا کہ 1909ء کے ابتدائی زمانہ کی بات ہے کہ بابا تاج الدینؒ واکی شریف سے سات آٹھ میل دور جنگل میں تشریف فرما ہیں۔ ببول کے درختوں کے سائے میں حاضرین بیٹھے

ہیں۔اس وقت باباصاحبؒ پتھر چن چن کر ڈھیر بنا رہے تھے یہاں تک کہ ڈھیر دو ڈھائی فٹ اونچا ہو گیا۔فرمایا، اب دوسرا ڈھیر بناؤ اور جلدی بناؤ۔ہم لوگوں نے حکم کی تعمیل کی۔اس کے بعد انہوں نے لکڑی ہاتھ میں لے کر فوجی احکامات جاری کرنا شروع کر دیئے۔فلاں ڈویژن ادھر مارچ کرو،فلاں ڈویژن ادھر ہو جاؤ۔اٹیک،فائر!

احکامات خاص کیفیت میں جاری کرتے رہے اور پھر فرمایا—یونانی بھاگے، پکڑو پکڑو! ہم نے یونانیوں کی کمر توڑ دی، اب کبھی مقابلہ میں کھڑے نہیں ہوں گے۔ ہاتھ میں لکڑی پتھروں کے ڈھیر میں نصب کی اور فرمایا—یہ ترکی کی فتح کا جھنڈا ہے!

دو تین روز بعد اخبارات میں خبر آئی کہ جنگ بلقان میں ترکوں نے یونانیوں کو بری طرح شکست دی ہے اور کثیر مال غنیمت ہاتھ آیا ہے۔ جنگ عظیم اول کے واقعات بابا تاج الدینؒ اس طرح بیان کرتے تھے گویا جنگ میں شریک ہوں۔لوگ واقعات نوٹ کر لیتے اور چند روز بعد تصدیق ہو جاتی۔

ابدال حق فرماتے ہیں کہ ”ایک دن بابا تاج الدینؒ واکی شریف کے جنگل میں ساتھیوں کے ہم راہ تھے۔ مسکراتے ہوئے فرمایا،میاں جس کو شیر کا ڈر ہو وہ چلا جائے۔میں یہاں آرام کروں گا،خیال ہے کہ شیر ضرور آئے گا۔جتنی دیر قیام کرے اس کی مرضی۔بعض لوگ ادھر ادھر چھپ گئے اور زیادہ چلے گئے۔میں اور حیات خان موجود رہے۔میں تھوڑی دور ہٹ کر گھنی جھاڑی کے نیچے لیٹ گیا۔ چند قدم کے فاصلہ پر حیات خان اس طرح بیٹھ گیا کہ نانا تاج الدینؒ کو دیکھتا رہے۔ناناؒ دبیز گھاس پر لیٹ چکے تھے،آنکھیں بند تھیں۔فضا میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔جنگل بھیانک محسوس ہونے لگا۔انتظار تھا ایک درندہ کا جو کم از کم میرے ذہن میں قدم بقدم حرکت کر رہا تھا۔یکایک ناناؒ کی طرف نگاہیں متوجہ ہوئیں اور دیکھا کہ ایک طویل القامت شیر بڑے ادب کے ساتھ ڈھلان سے اوپر چڑھ رہا تھا اور ان کے پیروں کے بالکل قریب آ گیا۔ ناناؒ گہری نیند میں تھے، شیر زبان سے تلوے چھو رہا تھا، چند منٹ بعد اس کی آنکھیں مستانہ واری سے بند ہو گئیں اور سر زمین پر رکھ دیا۔شیر نے مزید ہمت کر کے تلوے چاٹنا شروع کر دیے جس سے ناناؒ کی آنکھ کھل گئی،شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:”تو آ گیا! اب تیری صحت بالکل ٹھیک ہے، تجھے تن درست دیکھ کر میں بہت خوش ہوں۔اچھا اب جا!“شیر نے ممنونیت سے دم ہلائی اور چلا گیا۔ یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ شیر پہلے کبھی ان کے پاس آیا تھا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ ناناؒ اور شیر ایک دوسرے سے روشناس تھے۔“

بابا تاج الدین ناگپوریؒ میں شعر گوئی کی صلاحیت بدرجۂ کمال تھی لیکن مزاج میں استغراق کی وجہ سے مروجہ طرزوں میں شاعری کی طرف رجوع نہیں کیا۔ چند اشعار کے سوا باقی کلام لاعلمی اور عدم دست یابی کے اندھیروں میں گم ہو گیا۔تخلص—داسؔ ملوکا ہے جس کے معنی اللہ کا بندہ ہے۔

مانس ہے سب آتما، مانس ہے سب راکھ
بِندی کی گنتی نہیں، بِندی میں سو لاکھ

ترجمہ: آدمی سب کا سب آتما (روشنی کا وجود) ہے اور سب کا سب مٹی (راکھ) بھی ہے۔ صفر اگرچہ شمار نہیں کیا جاتا لیکن صفر ہی سے گنتی کی قیمت لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔

بابا تاج الدینؒ فرماتے ہیں کہ آدمی بظاہر مٹی معلوم ہوتا ہے لیکن مٹی کے ساتھ وہ روشنیوں کا مجموعہ ہے اور اس نے خود کو مظاہر (مٹی) کا پابند بنالیا ہے۔ اگر وہ اپنی ذات (روشنی) سے واقف ہوجائے تو مظاہر (مکانیت) کی گرفت ٹوٹنے سے کائنات مسخر ہوجاتی ہے۔

سائے بن کی رات میں بن باسی بن جائیں
داسؔ ملو کا ساتھ میں جاگیں اور لہرائیں

ترجمہ: جنگل کو رات میں سائے آدمی بن جاتے ہیں۔ تاج الدینؒ ان کے ساتھ جاگتے رہتے ہیں اور خوش گپیاں کرتے رہتے ہیں۔

یہ دوہا اس زمانہ کا ہے جب ریاضت و مراقبہ کے لئے آپ بابا داؤد مکیؒ کے مزار پر شب بیداری کرتے تھے۔ شب بیداری ایسا عمل ہے جس سے بندہ رات کے حواس سے واقف ہوکر غیب کی دنیا میں داخل ہوجاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ مظاہر بے حس و حرکت محسوس ہوتے ہیں لیکن ان میں زندگی کے تمام آثار موجود ہیں ۔ شب بیداری کی وجہ سے موجودات کا باطنی رخ سامنے آجاتا ہے اور تاج الدینؒ رات بھر غیبی مشاہدات میں مستغرق رہتے ہیں۔

تاج العارفین بابا تاج الدینؒ کے نواسے ـــ ابدال حق حضرت قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں ـــ

''نانا تاج الدینؒ صرف خصوصی مسائل میں ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی اپنی گفتگو کے اندر ایسے مرکزی نقطے بیان کرجاتے تھے جو براہ راست قانون قدرت کی گہرائیوں سے ہم رشتہ تھے۔ بعض اوقات اشاروں اشاروں ہی میں وہ ایسی بات کہہ جاتے جس میں کرامتوں کی علمی توجیہ ہوتی اور سننے والوں کی آنکھوں کے سامنے یک بارگی کرامت کے اصولوں کا نقشہ آجاتا۔ کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے ذہن سے تسلسل کے ساتھ سننے والوں کے ذہن میں روشنی کی لہریں منتقل ہورہی ہیں اور ایسا بھی ہوتا کہ وہ بالکل خاموش بیٹھے ہیں اور حاضرین من وعن ہر وہ بات اپنے ذہن میں سمجھتے اور محسوس کرتے چلے جاتے ہیں جو نانا تاج الدینؒ کے ذہن میں ہے۔ بغیر توجہ دیئے بھی ان کی غیر ارادی توجہ لوگوں کے اوپر عمل کرتی رہتی تھی۔ بعض لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے بابا صاحبؒ کے اس طرز ذہن سے بہت فیضان حاصل کیا ہے۔ یہ بات تو بالکل عام تھی کہ چند آدمیوں کے ذہن میں کوئی بات آئی اور یکا یک ناناؒ نے اس کا جواب دے دیا۔ اردو بولنے میں انہیں اکثر سوچنا پڑتا۔ پھر بھی الفاظ میں کچھ زور ایسا ہوتا کہ سامعین ان کا مافی الضمیر فوراً سمجھ جاتے۔''

واکی میں قیام گاہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر آم کا درخت تھا۔ بابا تاج الدینؒ اس مقام کو شفا خانہ کہتے تھے۔ یہاں ایسے مریض ٹھہرتے جو علاج سے مایوس

ہو چکے تھے۔ شفا خانہ کے قریب ایک جگہ کو "مدرسہ" قرار دیا۔ جو طالب عالم فہم و فراست کے لئے خدمت میں حاضر ہوتا، مدرسہ میں قیام کا حکم دیتے۔ علاوہ ازیں قیام گاہ کے نزدیک ایک جگہ کو مسجد کا نام دیا۔ جہاں گئے کسی نہ کسی مقام کو مسجد قرار دیا۔ منتشر خیال اور شک و وسوسہ میں مبتلا لوگوں کو "مسجد" میں نماز کا حکم دیتے تھے۔

دال چاول شوق سے کھاتے تھے۔ اکثر یہ شعر پڑھتے،

دال چاول پیڑ کا پھول
یہ نہ کھایا تو مٹی دھول

1343ھ، ذیقعد کا مہینہ تھا۔ بابا تاج الدینؒ نے اپنے ایک شاگرد حضرت فرید الدین تاجیؒ سے فرمایا— تاج العارفین، سراج السالکین، تاج الملوک، جانتے ہو یہ کون ہے؟ عرض کیا، آپ کے سوا کون ہو سکتا ہے۔

فرمایا— ہو بابو! اس کے بعد پوچھا، عید کا چاند دیکھا گیا؟ عرض کیا، رمضان کی عید ہو چکی، اب عید الاضحیٰ کا چاند دکھے گا۔ فرمایا، ہو بابو! اب اس کے بعد چاند نظر نہ آئے گا۔ اسی ماہ طبیعت خراب ہوئی اور 26 محرم الحرام 1344ھ کو وصال ہو گیا۔

قارئین! موت بندہ کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کر دیتی ہے اور زندگی باقی رہتی ہے۔ جن ہستیوں کو عرفان الٰہی نصیب ہوتا ہے، زندگی ان کی آغوش میں کروٹیں لیتی ہے لیکن ہمیں شعور نہیں ہے— بابا تاج الدین ناگپوریؒ ان برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہیں۔

وقت کیا ہے—؟

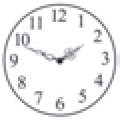

حضرت بابا تاج الدینؒ کے شفا خانہ میں چلنے پھرنے سے معذور ایک شخص نے قیام کیا۔ روز ان کے سامنے بیٹھ کر ایسی شکل بناتا کہ بہت تکلیف میں ہے۔ ایک روز غصہ آیا اور بولا، اللہ نے مجھے لنگڑا کر دیا، جن کی ٹانگیں ہیں ان کو احساس نہیں۔ حضرت بابا تاج الدینؒ جھنجھلا گئے اور ناگواری سے فرمایا، بھلا چنگا ہو کر لنگڑا بنتا ہے، جھوٹا کہیں کا۔ یہ کہہ کر مارنے دوڑے تو وہ بیساکھی چھوڑ کر بھاگا۔ اب اس کی ٹانگ بالکل ٹھیک تھی۔

حضرت بابا تاج الدینؒ کے مرید خاص انسان علی شاہؒ اس واقعہ کی توجیہ میں فرماتے ہیں— یہ سمجھنا کہ کائنات ارتقائی مراحل طے کر رہی ہے غلط ہے۔ یہاں ہر چیز صدوری طور پر ہوتی ہے۔ وقت صرف انسان کی اندرونی واردات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کوئی شے اندرونی واردات کی حد سے باہر نہیں۔ تغیر اور ارتقا کے مراحل اندرونی واردات کے اجزا ہیں۔ یہ واردات نوعی سراپا کی نقلیں افراد کی شکل و صورت میں چھاپتی ہے۔ چھپائی کی رفتار معین ہے، اسی رفتار کا نام وقت ہے۔ اگر اس رفتار میں کمی بیشی ہو جائے تو لنگڑا، لولا اور اندھا چھپنے لگتا ہے۔ حوادث اسی طرح رونما ہوتے ہیں۔ جب عارف کا ذہن ایک آن کے لئے صدوری کیفیت میں داخل ہو جاتا ہے تو یہ بے اعتدالیاں دور ہو جاتی ہیں۔

سکون وہاں ہے جہاں تغیر نہیں

مجھے تلاش ہے یا پھر منتظر ہوں کسی چیز کے ملنے کا یا کسی کی آمد کا—وہ شے کیا ہے اور وہ شخص کون ہے، کہاں ملے گا، میں نہیں جانتا۔لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ملنے سے میرے اندر خلا ختم ہو جائے گا۔

زندگی کی شاہ راہ پر جب کوئی اپنا مل جاتا ہے تو زندگی خوش رنگ ہو جاتی ہے۔اس کی آمد گویا بادِ نسیم کا خوش گوار جھونکا یا سخت تپش اور لو میں ہوا کا ٹھنڈا جھونکا بن جاتی ہے اور وجود تازہ دم ہو جاتا ہے۔محسوس ہوتا ہے کہ وہ اندھیرے میں موجود روشنی سے واقف کرانے آیا ہے۔محبوب لمحوں کی رفاقت میں صدیوں کی کسک اور محبت ہمارے اندر سمو دیتا ہے، وارفتگیوں کا اظہار کرتا ہے۔محبت خاموشی سے پنپتی ہے۔جب ادراک ہوتا ہے تو محبت کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔

زندگی کی گاڑی ایسے اسٹیشن پر بھی رکتی ہے جس کے بارے میں سوچا نہیں ہوتا۔اسٹیشن پر اتر کر محسوس ہوتا ہے کہ گاڑی نہیں دل رک گیا ہے اور وقت ٹھہر گیا ہے — جیسے کوئی آنے والا ہے جس کی آمد سے خلا پر ہو جائے گا اور ہمیں اپنی پہچان مل جائے گی۔اس کی باتیں ویرانوں اور سناٹوں میں روشنیاں بنیں گی اور ہم اس روشنی سے زندگی کو دیکھیں گے۔

بندہ جب ماضی کے اوراق پلٹتا ہے تو کہی ان کہی کہانیاں زندگی کے اوراق پر ظاہر ہوتی ہیں۔میں بھی ماضی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا ہوں۔

ان دنوں کی بات ہے جب بے کلی اور بے چینی مضطرب کئے ہوئے تھی لیکن سمجھ نہیں سکا کہ وجہ کیا ہے۔ اگرچہ پچھلے 38 سالوں میں کئی بار میں نے خود کو بے چین محسوس کیا لیکن ماہی بے آب کی طرح یہ کیفیت مستقل نہیں تھی۔بے چینی طویل ہوئی تو کسی کل چین نہ ملا۔

گرمیوں کی چھٹیاں تھیں، بیگم نائلہ اور بچے، نانی کے گھر ملتان گئے ہوئے تھے۔شام کو آفس سے آنے کے بعد فرصت رہتی تھی۔گھر کاٹ کھانے کو دوڑتا جس سے اندر کا خلا اور زیادہ محسوس ہوتا۔

ایک روز بے چینی اس قدر بڑھی کہ محسوس ہوا اگر اندر کا خلا پُر نہ ہوا تو دم رک جائے گا۔چابی اٹھائی، گیراج سے گاڑی نکالی اور لونگ ڈرائیونگ پر نکل گیا۔گاڑی تیز رفتاری سے خالی سڑک پر دوڑ رہی تھی۔ میں نے میوزک پلیئر آن کیا اور حضرت ذہین شاہ تاجیؒ

کا کلام سماعت بنا۔

تو نے دیوانہ بنایا تو میں دیوانہ بنا
اب مجھے ہوش کی دنیا میں تماشا نہ بنا
یوسف مصرِ تمنا تیرے جلووں کے نثار
میری بیداریوں کو خواب زلیخا نہ بنا
ذوق بربادی دل کو بھی نہ کر تو برباد
دل کی اجڑی ہوئی بگڑی ہوئی دنیا نہ بنا
عشق میں دیدہ و دل شیشہ و پیمانہ بنا
جھوم کر بیٹھ گئے ہم، وہیں مے خانہ بنا
یہ تمنا ہے کہ آزاد تمنا ہی رہوں
دل مایوس کو مانوس تمنا نہ بنا
نگہِ ناز سے پوچھیں گے کسی دن یہ ذہینؔ
تو نے کیا کیا نہ بنایا، کوئی کیا کیا نہ بنا!

مجھے اپنا دوست رافع یاد آ گیا۔ دو برس قبل ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے کہا، بھائی! تم جو مرضی کہو مگر کمپیوٹر کے اس دور میں سکون کا حل صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ بندہ اپنے آپ کو پہچانے، اپنا ادراک کرے ورنہ سکون سے واقف نہیں ہوسکتا۔

اس کی باتوں کو بے سروپا اور بے معنی سمجھ کر مذاق اڑانے لگا۔ میری نادانی کو نظر انداز کرکے اس نے شائستگی سے موضوع تبدیل کرلیا۔

ٹریفک کا شور ماضی سے حال میں لے آیا۔ گاڑی چلاتے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ سڑک کے اختتام پر شہر کی معروف درگاہ ہے۔ ان جانے میں درگاہ کے باہر گاڑی روک دی۔ کچھ دیر بیٹھا رہا اور پھر اتر گیا۔

آفس سے گھر جاتے ہوئے بے ہنگم ٹریفک اور شور شرابے سے بچنے کے لئے طویل لیکن قدرے بہتر راستہ کا انتخاب کرتا تھا، ایسے میں اس درگاہ سے گزر ہو جاتا تھا۔

میں نے ہمیشہ فقرا کا احترام کیا ہے لیکن جاننے کی کوشش نہیں کی کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں۔ آج جب بے چینی اور اضطراب یہاں لے آئے تو خود کو حالات کے حوالے کردیا۔ درگاہ کے آداب سے بے خبر تھا۔ اجنبی آواز نے قدم روک لیے۔ باؤ جی! جوتے اتار کے اندر جائیں۔ جی اچھا کہا اور جوتے اتار دیئے۔

متعدد لوگ فاتحہ خوانی میں مصروف تھے۔ چند افراد آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔ ایک صاحب کے ہاتھ میں تسبیح اور زبان پر ورد تھا۔ میں نے بھی فاتحہ پڑھی اور بزرگ کے وسیلہ سے اللہ کے حضور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آنکھیں چشمہ کی طرح بہنے لگیں۔ پتہ نہیں کتنی دیر میں وہاں رہا، اس دوران کون آیا اور کون گیا، مجھے نہیں معلوم۔ واپسی کا ارادہ کیا تو کسی نے پیچھے سے آواز دی،

باؤ جی! سکون ملا یا نہیں ــــ؟

چونک کر پلٹ کر دیکھا تو وہی شخص تھا جس نے جوتے اتارنے کا کہا تھا۔ عمر پینتالیس سال کے لگ بھگ تھی۔ میں سمجھا کہ ان صاحب کو غلط فہمی ہوئی ہے جو مجھے آواز دی۔ جانے لگا تو پھر آواز آئی ـــ جنید صاحب! بتاؤ گے نہیں کہ سکون ملا یا نہیں؟

نام سن کر حیران ہوا اور بے یقینی سے مخاطب کو دیکھا۔

کر دعا کے بعد جائے نماز تہ کر رہے تھے کہ مجھ پر نظر پڑی ۔خوش آمدید جنید بھائی ! آپ تو وقت کے بڑے پابند ہیں ۔بہت کم لوگ وقت کی قدر کرتے ہیں۔ انہوں نے گلے لگایا جس سے اپنائیت کا احساس ہوا۔

معذرت چاہتا ہوں کہ بغیر اجازت کمرے میں داخل ہو گیا ۔ میں نے دستک دی تھی لیکن جواب نہیں آیا تو اندر آ گیا۔آپ نماز پڑھ رہے تھے۔

جی جنید صاحب ! آپ نے اچھا کیا۔میں مودب بیٹھ گیا اور بھول گیا کہ یہاں کیوں آیا ہوں۔بس اتنا یاد رہا کہ طالب بھائی سے ملاقات کرنی ہے۔حیرت ہوئی کہ آج پورا دن ذہن نہیں الجھا بلکہ مصروفیت کے باوجود ذہن کے ایک خانہ میں طالب بھائی کی تصویر تھی۔

زندگی کی اصل جاننا چاہتے ہو؟ اپنی بے چینی کا سبب جاننے آئے ہو؟ برسوں سے بے کل من کو شانت کرنے آئے ہو—؟ چہرہ سرخ ہو گیا۔جیسے میں طالب بھائی کے نہیں ،محبوب کے در پر آیا ہوں۔ کچھ نہیں کہا، سر جھکائے خاموش فرش کو تکتا رہا۔میرے اندر غبار تھا اور سامنے بیٹھا شخص اس بات سے واقف تھا۔میں خود سے بے خبر رہا لیکن وہ جانتا تھا کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں۔

انہوں نے کہا،تمہارے پاس سب کچھ ہے،سمجھ دار بیوی، فرماں بردار بچے، اچھا گھر، اچھی نوکری، مالی استحکام—جو چاہتے ہو، کرتے ہو لیکن کبھی سوچا ہے کہ آسائشوں کے باوجود بے چینی کیوں ہے—؟

طالب بھائی ! مجھے تلاش ہے یا پھر منتظر ہوں کسی چیز کے ملنے کا یا کسی کی آمد کا—وہ شے کیا ہے اور وہ شخص کون ہے، کہاں ملے گا، میں نہیں جانتا۔لیکن محسوس ہوتا ہے کہ اس کے ملنے سے میرے اندر خلا ختم ہو جائے گا اور میں پرسکون ہو جاؤں گا۔ مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیا چاہتا ہوں اور بے چینی کیسے ختم ہو گی لیکن جب سے آپ سے ملاقات ہوئی ہے، دل خوش ہے جیسے روشنی مل گئی ہو۔

انہوں نے کہا ، ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا ! سکون وہاں ہے جہاں تغیر نہیں ہے۔

میں سمجھا نہیں—؟

غور کرنا، سمجھ میں آ جائے گا اور تم خوشی سے واقف ہو جاؤ گے۔دائمی خوشی کا سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس کے بعد انہوں نے موضوع تبدیل کر لیا، ادھر ادھر کی باتیں کیں اور کل کی طرح آج کی ملاقات بھی اختتام کو پہنچی۔

طالب بھائی سے بہت جلد انسیت بڑھ گئی۔ مانوس ہوا تو غیر ارادی طور پر ان کا خیال دل پر چھایا رہتا اور میں اپنی اور ان کی ملاقاتوں کو بار بار ذہن میں دہراتا ایسے میں وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔

ایک روز میں نے پوچھا، روحانیت کیا ہے—؟

انہوں نے کہا، خود سے واقف ہونے کا علم ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے کائناتی رموز عطا کئے ہیں جن میں سے ایک رمز ہم خود ہیں۔تمہیں کسی اور کی نہیں، اپنی

تلاش ہے۔ زمانہ کی بھیڑ میں تم کھو چکے ہو۔ اس بھیڑ میں خود کو تلاش کرنا آسان نہیں لیکن مشکل بھی نہیں ہے۔ ایسے شخص سے منسلک ہو جاؤ جو خود شناسی کا سفر طے کر چکا ہے۔ میں نے پلک جھپکائے بغیر طالب بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا، میرا خیال ہے کہ جہاں سے سفر شروع ہونا ہے، میں وہاں پہنچ چکا ہوں۔ وہ اشارہ سمجھ گئے لیکن بات نظرانداز کر دی۔

طالب بھائی! روحانیت اور اس سے متعلق باتیں بہت مشکل لگتی ہیں۔

مسکرائے اور کہا، بچہ کو بھی پہلی کلاس مشکل لگتی ہے لیکن بالآخر وہ امتحان پاس کر کے دوسری کلاس میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہر وہ کام مشکل لگتا ہے جس کے بارے میں علم نہ ہو۔ تم نے روحانیت کے بارے میں کیا پڑھا ہے، کچھ بھی نہیں۔

کیا تم قرآن کریم پڑھتے ہو؟

نہیں، مصروفیت اتنی زیادہ ہے کہ وقت نہیں ملتا۔

انہیں میری بات سخت ناگوار گزری اور کہا، وقت نہیں ملتا یا ذہن اس طرف نہیں جاتا—؟ وقت تو تمہارے پاس ہے لیکن اللہ کے لئے نہیں ہے۔

میں شرمندہ ہو گیا۔ انہوں نے کہا، جس کو یاد کیا جاتا ہے، اس کا ذکر کرتے ہیں، اس کی باتوں کو دہراتے ہیں، اس کے کلام کو پڑھتے ہیں اور موجودگی کو محسوس کرتے ہیں۔ مگر تم مصروف شخص ہو، بیوی ہے، بچے ہیں، نوکری ہے، گھر جا کر بیگم اور بچوں کو وقت دیتے ہو، رشتہ داروں سے ملتے ہو، ٹی وی دیکھتے ہو۔ اتنی مصروفیت میں وقت کیسے ملے گا۔ ٹھیک کہتے ہو کہ وقت نہیں ملتا۔ ہر چیز کے لئے وقت ہے لیکن جس نے یہ سب دیا ہے اس کے لئے وقت نہیں ہے۔ میرے پاس کہنے کو کچھ نہیں تھا۔ آنکھ ملانے کی ہمت نہیں ہوئی، سر جھکائے بیٹھا رہا۔

ایک بات بتاؤ تمہیں وسائل کس نے عطا کئے ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے، وہی عطا کرنے والا ہے۔

لیکن تمہاری زندگی میں تو اللہ کا ذکر کہیں نہیں ہے۔

چہرہ ندامت سے سرخ ہو گیا۔

جو کام کرو، شکر ادا کرو کہ اللہ نے اس کی توفیق دی۔ بہتر یہ ہے کہ روزانہ قرآن کریم کو ترجمہ کے ساتھ پڑھو۔ عربی لغت بھی خرید لو اور کوشش کرو کہ عربی سمجھ کر پڑھو۔ دل بدلے گا تو دنیا بھی بدل جائے گی۔ قرآن کریم روحانیت ہے۔ اولیاء اللہ کلام الٰہی کے مطابق زندگی گزارتے ہیں اور دائمی سکون حاصل کر لیتے ہیں۔ سکون کی لہریں مقناطیس کا کام کرتی ہیں۔ اللہ کا دوست لوگوں کے پاس نہیں جاتا—لوگ اس کے پاس آتے ہیں۔ اللہ اور اپنے تعلق سے واقف ہونے کے سوا سکون حاصل کرنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

میرا خیال تھا کہ جب میں ان سے روحانیت کے بارے میں پوچھوں گا تو وہ مجھے اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش کریں گے اور اپنے علم سے متعلق باتیں بتائیں گے لیکن انہوں نے قرآن کریم سے راہ نمائی حاصل کرنے کی طرف متوجہ کیا اور کہا، کچھ سمجھ میں نہ آئے تو

ہم دونوں مل کر اس پر غور کریں گے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ ”ہم نے اس قرآن کو سمجھنا آسان کر دیا، ہے کوئی سمجھنے والا۔“ (القمر: ۱۷)

قرآن کریم غور سے پڑھو گے تو سمجھ میں آئے گا کہ تم کون ہو، تمہیں عالم رنگ و بو میں کیوں بھیجا گیا ہے، یہاں آنے سے پہلے کن عالمین سے گزرے اور یہاں سے جانے کے بعد کن عالمین میں منتقل ہو گے۔

طالب بھائی! یہ آپ نے کیسی بات کی ہے۔ کیا یہاں سے پہلے اور یہاں کے بعد بھی عالمین ہیں۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ قبر میں حساب کتاب ہوگا اور اس کے بعد روز قیامت اٹھیں گے۔ انہوں نے کہا، سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کا رب ہے۔ قرآن سے رجوع کرو، اس طرح پڑھو جس طرح کوئی علم سیکھا جاتا ہے۔

میں روزانہ عصر کے وقت ان کے پاس جاتا اور مغرب کے وقت گھر واپس آتا۔ ان کی باتیں زندگی کی حقیقتوں سے پردہ اٹھاتی تھیں اور میں سوچتا تھا کہ اب تک جو زندگی بسر کی وہ کیا تھی۔ غیر ضروری مصروفیات ختم کر لی تھیں۔ صبح فجر کی نماز پابندی سے پڑھتا۔ بزرگ کہتے ہیں کہ چالیس روز باقاعدگی سے نماز قائم کی جائے تو عادت ہو جاتی ہے اور نماز قضا نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ آخری دس سورتوں کا ترجمہ یاد کر لیا جائے تو نماز میں یک سوئی قائم ہو جاتی ہے۔ میں صبح آفس جاتا، عصر سے مغرب تک طالب بھائی کے پاس اور پھر گھر واپس آ جاتا۔ کچھ دیر ٹی وی دیکھنے کے بعد دس بجے سونے کی تیاری کرتا۔ جب تک نیند نہیں آتی، جو کچھ پڑھا اس پر تفکر شروع کر دیتا اور یک سوئی قائم ہوتے ہی نیند کا غلبہ ہو جاتا۔

رات دس بجے بیگم کا فون آیا۔ اس نے بتایا کہ امی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے، وہ کچھ دن اور امی کے پاس رہنا چاہتی ہے۔ میں نے بخوشی اجازت دے دی۔ گھر خالی تھا اور بچے یاد آ رہے تھے لیکن جانتا تھا کہ یہاں آ کر بیگم کا دل مطمئن نہیں ہوگا۔ اس سے کہا، جب امی کی طبیعت ٹھیک ہو جائے، آ جانا۔ بچوں کے اسکول کھلنے میں ابھی کافی دن ہیں، بہتر ہے کہ تم ان کے پاس رہو۔ میری طرف سے خیریت پوچھ لینا۔

بیگم میرے رویہ پر حیران ہو گئی۔ کہا، کیا بات ہے، خیر تو ہے، پچھلے سال دو دن زیادہ ہو گئے تھے تو تم نے منہ بنا لیا تھا اور اب اتنے آرام سے مان گئے۔

سب ٹھیک ہے، تمہاری امی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ واپس آنا چاہتی ہو تو کل آ جاؤ، تمہارا اپنا گھر ہے۔

بیگم کو میرے رویہ پر حیرت ہوئی۔

میں نے تسلی دی کہ میں ٹھیک ہوں۔ بھائی جان کے گھر چلا جاتا ہوں اور کھانے پینے کا بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ تم لوگ یاد آتے ہو، بچوں کا خیال رکھو، گھر میں سب کو سلام کہہ دینا۔ (قسط: ۱)

جس طرح ظاہری علوم سیکھنے کے لئے قاعدہ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح روحانی علوم کا بھی قاعدہ ہے۔ فرق یہ ہے کہ ظاہری علوم میں علم پہلے اور عمل بعد میں ہے۔
باطنی علوم میں عمل کے بعد علم ہے۔

قلندر شعور اکیڈمی

مراقبہ ہال فیصل آباد: الٰہی ٹاؤن، گوکھووال ملت روڈ، فیصل آباد، پاکستان۔

041-8766190 0321-6696746

KASHAN ENTERPRISE

ENGINEER, CONSULTANT & ELECTRICAL CONTRACTOR

SERVICES:

• LT Sub Station • Power Distribution • Lighting System • Lightning Protection system • Earthing System • Local and Imported UPS • Solar panels • Fire alarm and Gas Detection System • CCTV and Security System • PABX and Telephone system • Public Addressable System • Maintenance packages • LED lighting • Prepaid Electricity Meters • Data Networking system and I.T solutions.

The service list is a selection of work that we carry out but it is not exhaustive. If the required work is not listed, you may contact us, we would be pleased to give you a quote.

Add: B-40, Sector 4-C, Surjani Town, Karachi, Pakistan.
Kashan Ali: 0321-2154178
Info@Kashan-Enterprise.Net   WWW.KASHAN-ENTERPRISE.NET

خیال اور کرہ موسوم

سخت سردی میں بایاں نتھنا بند کر کے دائیں نتھنے سے سانس لیا جائے تو تھوڑی دیر کے بعد سردی کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ سانس جتنا گہرا اور تیز لیا جائے گا، سرخ رنگ سے جسم گرم ہوگا اور ناک کے اندر حرارت محسوس ہوگی۔ اسی طرح گرمی کے اثر کو کم کرنے کے لئے بایاں نتھنا استعمال ہوتا ہے۔

ہر شے کہیں سے آتی ہے اور واپس چلی جاتی ہے۔

آنے اور جانے کے اس کھیل میں غور طلب نکتہ یہ ہے کہ ہمارا تعلق اس زمین سے نہیں، کہیں اور سے ہے۔ وہ مقام کہاں ہے اور ہماری اصل کیا ہے—؟ ہم کہتے ہیں کہ مادی وجود روح کے تابع ہے۔ حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود ہم نے حقیقت کو قبول نہیں کیا یعنی جانتے ہوئے بھی کہ جسم نہیں روح اصل ہے، زندگی کا محور مادیت ہے۔ سوچ مادی خول میں بند ہے۔

مثلاً کھانا پینا، گھر بنانا، سونا جاگنا، سردی گرمی سے بچاؤ کے لئے لباس اختراع کرنا، ایک خاندان میں رہنا وغیرہ یہی زندگی ہے۔ ان امور کی انجام دہی میں ذہن اللہ کی طرف نہیں جاتا۔ دل چسپیوں کا محور ظاہری خدوخال تک محدود ہے۔ زندگی گزرتی ہے اور وہ وقت آجاتا ہے کہ ہم حقیقت سے واقف ہوئے بغیر دوسرے عالم میں منتقل ہو جاتے ہیں، یہاں سے غائب اور وہاں ظاہر ہو جاتے ہیں۔

قارئین! مادی وجود سے نو انچ کے فاصلہ پر روشنیوں کا ہالہ ہے جسے نسمہ یا جسم مثالی کہتے ہیں۔ حرکت جسم مثالی سے مادی جسم میں منتقل ہوتی ہے۔ مثلاً آپ خوش ہیں تو پہلے جسم مثالی میں خوشی کی لہروں کا ذخیرہ ہوگا اس کے بعد مٹی کے وجود میں اس کا عکس ظاہر ہوگا۔ یہاں پر موجود ہر شے کی اصل روشنی ہے۔

تجربہ: دن بھر جو کچھ کھایا پیا جاتا ہے اس کا وزن فی دن ڈھائی یا تین کلو متعین کر لیا جائے تو اس تناسب سے جسم نہیں بڑھتا یعنی جسم کی پرورش مادی غذاؤں سے نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو خوراک کی مقدار کی مناسبت سے تیس پینتیس سال کی عمر میں ہمارا وزن کئی من ہو جانا چاہئے۔

ثابت ہوا کہ آدمی دراصل روشنیاں کھاتا ہے۔ جس طرح گوشت پوست کے آدمی کی بنیاد روشنی ہے، وہ روشنیوں کے اوپر زندہ ہے اسی طرح گندم اور دیگر

اجناس میں بھی روشنیاں کام کر رہی ہیں۔

دوسرے الفاظ میں کہا جائے گا کہ روشنی، روشنی کو کھا رہی ہے۔ روشنیوں سے بنا ہوا وجود بھی روشنی سے فیڈ ہوتا ہے اور توانائی حاصل کرتا ہے۔ جس طرح آدمی مرنے کے بعد مٹی میں تبدیل ہوجاتا ہے اسی طرح گندم کا دانہ بھی مٹی میں مل جاتا ہے۔ آدمی کی پیدائش مٹی سے ہوتی ہے، گندم کی کاشت زمین میں کی جاتی ہے اور زمین مٹی ہے۔

زندگی میں ہم مجموعی طور پر کئی ٹن خوراک کھاتے ہیں لیکن ہمارا وزن کئی ٹن نہیں ہوتا۔ روٹی بناتے ہیں، اس میں گندم کے علاوہ پانی اور نمک شامل ہوتا ہے لیکن مختلف مقداریں اور ان کے اوزان کے مطابق ہمارا وزن نہیں بڑھتا۔ یعنی ہم جس کو گندم، مکئی یا پانی سمجھتے ہیں — پانی، مکئی یا گندم وہ نہیں ہے۔

بیالوجیکل سائنس کے مطابق زندگی کا یونٹ سیل (خلیہ) ہے اور خلیہ کے اندر نیوکلیس (مرکزہ) ہے۔ خلوی دیوار اور نیوکلیس کے درمیان شفاف مادہ کو cytoplasm کہتے ہیں۔ یہ سترّ سے اسّی فی صد پانی پر مشتمل ہوتا ہے۔ نیوکلیس کے اندر ایک اہم حصہ کروموسوم ہے جو ڈی این اے سے بنتا ہے۔ کروموسوم دو حروف کا مجموعہ ہے۔ کروم یعنی رنگ اور سوما متحرک جسم کو کہتے ہیں۔ کروموسوم کا کردار خلیہ میں اینٹ کا ہے۔ یہ ہر مخلوق کے خلیات میں مخصوص مقداروں میں پایا جاتا ہے۔ انسانی کروموسوم 46 نقطوں، دائروں یا چھلوں پر مشتمل ہے۔ ہر نوع میں کروموسوم کی مقداریں الگ ہیں۔ کروموسوم رنگ ہیں، رنگ خلیوں میں موجود ہیں اور رنگ کی بنیاد روشنی ہے۔ ہر خلیہ روشنیوں سے متحرک ہے — خلیہ کی حیثیت ثانوی ہے۔

جسمانی صحت کا دارومدار کروموسوم کی صحت پر ہے، کروموسوم کی صحت کا انحصار مقداروں پر ہے جن سے رنگ تخلیق ہوتے ہیں۔ کروموسوم کے رنگوں کی کمی بیشی کا نام بیماری ہے جو مختلف علامات اور ناموں کے ساتھ جسم پر ظاہر ہوتی ہے۔ کلر تھراپی طریقہ علاج میں کروموسوم کے رنگوں کی مقداروں کو مختلف طریقوں سے پورا کیا جاتا ہے۔ جب تک مقداریں اعتدال میں رہتی ہیں، مدافعتی نظام ہر قسم کی بیماریوں سے حفاظت کرتا ہے۔ کلر تھراپی کو قدرتی طریقہ علاج اس لئے بھی کہتے ہیں کہ قدرت نے مختلف طریقوں سے کروموسوم کی مقداروں کو اعتدال میں رکھنے کا اہتمام کیا ہے۔ یہ ہم پر منحصر ہے کہ قدرت کے اس انتظام سے کتنا فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

سورج کی روشنی خلیات پر پڑتی ہے تو خلیہ کی دیواروں کے اندر شفاف مادہ یعنی سائٹو پلازم سے گزر کر سات رنگوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ یہ سات رنگ کروموسوم کی خوراک ہیں۔ کروموسوم ضرورت کے مطابق روشنیوں کو جذب کر لیتے ہیں۔ سورج کی روشنی تمام مخلوقات

کے کروموسومز کو فیڈ کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ دھوپ میں کام کرتے ہیں وہ دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ صحت منداورطویل العمر ہوتے ہیں۔

ایسی غذائیں انسانوں کے لئے زیادہ صحت بخش اور مفید ہیں جو براہ راست سورج کی روشنی میں تیار ہوتی ہیں مثلاً سبزیاں اور فروٹ وغیرہ۔شہد کے اندراللہ تعالیٰ نے شفا رکھی ہے۔شہد کی مکھی لاشعوری تحریکات پر عمل کرتے ہوئے پھولوں کا رس چوستی ہے اور اس رس سے شہد تیار کرتی ہے۔

شہد کی مکھی بھولے سے بھی مضرصحت پھول پر بیٹھ کر رس حاصل کرے تو محافظ مکھیاں اسے چھتے میں داخل ہونے سے پہلے مار دیتی ہیں۔شہد ایسی غذا ہے جو رنگوں کا ملخّص (جوہر) کہلاتی ہے۔

''شہد کی مکھی کے اندر سے رنگ برنگ کا شربت نکلتا ہے
جس میں شفا ہے لوگوں کے لئے۔'' (النحل:۶۹)

سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ غذا سے کروموسوم کو توانائی کس طرح ملتی ہے۔ ہر غذا میں توانائی کی مخصوص مقداریں ہیں جن کو ہم کیلوریز کے نام سے جانتے ہیں۔calorie دراصل توانائی کی پیمائش کی مادی اکائی ہے۔توانائی مخصوص فریکوئنسی اورطول موج کی حامل رنگ وروشنی ہے۔

مثال: ہم نے انڈا کھایا، انڈے میں تقریباً 100 کیلوریز ہیں۔سب سے پہلے دانتوں کے ذریعے خوب چبایا تا کہ انڈا باریک اجزا میں تقسیم ہوجائے۔ چبانے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ لعابِ دہن (saliva) جو غذا کو ہضم کرنے میں اہم کردارادا کرتا ہے، وہ غذا میں اچھی طرح جذب ہوجائے۔اس کے بعد غذا معدہ میں جاتی ہے، وہاں نمک کے تیزاب (ہائیڈروکلورک ایسڈ) کے ساتھ کیمیائی تعامل سے غذا انتہائی چھوٹے ذرّات میں تقسیم ہوتی ہے۔ ذرّات چھوٹی آنت سے خون میں شامل ہوتے ہیں اورخون کے ذریعے جسم کے 37.2 کھرب خلیات تک پہنچتے ہیں۔

خلیات میں آکسیجن کی موجودگی میں غذا کے جلنے کا عمل ہوتا ہے۔ اس عمل سے خوراک میں موجود توانائی کی مقداریں الگ ہوکر کروموسوم کی غذا بن جاتی ہیں۔ کروموسوم ضروری رنگ حاصل کر کے توانا ہوتے ہیں۔ یہ توانائی جسم میں میکانیکی عمل کے دوران استعمال ہوتی ہے۔اس سارے عمل سے بننے والے غیرضروری یا فاسد مادہ کو جسم پسینہ یا فضلہ کی شکل میں خارج کردیتا ہے۔

غذا سے جو کچھ حاصل ہوا وہ محض رنگ وروشنی کی جداگانہ شعاعیں ہیں۔توانائی حاصل کرنے کا یہ عمل ہر قسم کی غذا، مشروب اور دوا چاہے وہ ایلوپیتھک ہو، ہومیوپیتھک یا کوئی بھی طریقہ علاج، میں ہوتا ہے۔

سانس لینے کے لئے دو نتھنے استعمال ہوتے ہیں۔ غور کریں تو دن، رات کے مختلف اوقات میں دایاں

اور بایاں نتھنا کھلتا اور بند ہوتا رہتا ہے۔ جب دایاں نتھنا کھلتا ہے تو اس وقت اندر جانے والا سانس اپنے ساتھ سرخ، نارنجی اور زرد رنگ کی طول موج والی روشنی کو کھینچتا ہے۔ بایاں نتھنا ٹھنڈے رنگ جیسے جامنی، نیلے اور آسمانی رنگوں کو کھینچتا ہے ۔ جب دونوں نتھنے کھلے ہوں تو سبز رنگ سانس کے ذریعے اندر جاتا ہے۔ دائیں یا بائیں نتھنے کے ذریعے کون سا رنگ جسم میں داخل ہوکر کروموسوم کی غذا بن رہا ہے اس کا انحصار سانس کی رفتار پر ہے۔ ہر کوئی اس عمل کا تجربہ کرسکتا ہے۔

سخت سردی میں بایاں نتھنا بند کر کے دائیں نتھنے سے سانس لیا جائے تو تھوڑی دیر کے بعد سردی کا احساس کم ہو جاتا ہے۔ سانس جتنا گہرا اور تیز لیا جائے گا، سرخ رنگ سے جسم گرم ہوگا اور ناک کے اندر حرارت محسوس ہوگی۔ اسی طرح گرمی کے اثر کو کم کرنے کے لئے بایاں نتھنا استعمال ہوتا ہے۔ رنگوں کا علم جاننے والے لوگ اس عمل سے بے شمار فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ توانائی کے حصول کے لئے اللہ تعالی کا انتظام عمدہ اور مکمل ہے، آدمی ہر وقت توانائی حاصل کرتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ تھک جاتا ہے تو نیند کی صورت میں لاشعوری دنیا میں داخل ہوتا ہے اور توانائی ذخیرہ کرتا ہے۔ پھر وہ بیمار کیوں ہوتا ہے ـــ؟

ہر شے کی تخلیق دو رخوں پر ہے۔ ابدال حق قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ کروموسوم کا باطنی رخ خیال ہے۔

سائنسی تھیوری کے مطابق بھی ایٹم دہری خصوصیات رکھتا ہے۔ یہ بیک وقت لہر ہے اور پارٹیکل بھی۔ مختصراً اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خیال، سوچ یا طرزِ فکر کروموسوم کی بنیادیں ہیں۔ طرزِ فکر کے دو رخ ہیں۔ رحمانی طرزِ فکر اور شیطانی طرزِ فکر۔ زندگی کا مقصد اللہ سے واقفیت نہ ہو تو لامحالہ ذہن مادی دنیا پر مرکوز ہے۔ مادہ کی کشش سے منفی صفات جیسے خود غرضی، لالچ، چوری، منافقت، اقتدار کی خواہش، جنس کا غلبہ، غصہ، دل آزاری، حق سے لاپروائی، ٹینشن اور ڈپریشن ذخیرہ ہوتی ہیں۔

طرزِ فکر ایسا لینس ہے کہ جس کے تناظر میں آدمی ہر شے کو دیکھتا ہے۔ زندگی طرزِ فکر کے تابع ہے۔ منفی طرزِ فکر سے کروموسوم کے رنگوں میں ٹوٹ پھوٹ شروع ہو جاتی ہے۔ مقداروں کی کمی بیشی سے خلیہ میں موجود مادہ سائٹوپلازم کی شفافیت ماند پڑتی ہے اور وہ کثیف ہو جاتا ہے۔

کروموسومز ایک طرف فرد کی طرزِ فکر یا خیال کی روشنیوں سے فیڈ ہوتے ہیں تو دوسری طرف سائٹوپلازم کے ذریعے خارجی روشنیوں (دھوپ، چاندنی، مادی اور غذا کی روشنیاں وغیرہ) سے توانائی حاصل کرتے ہیں۔ سائٹوپلازم خارجی روشنیوں کے لئے منشور کا کام کرتا ہے۔ اس کے گدلا ہونے سے سورج کی روشنی پوری مقداروں کے ساتھ کروموسومز تک نہیں پہنچ پاتی۔ لہٰذا ایسا شخص جس کی طرزِ فکر میں پیچیدگی، شک یا یقین کی کمی

ہو وہ اچھی خوراک اور اچھے ماحول کے باوجود وسوسوں کا شکار ہو کر مختلف بیماریوں میں مبتلا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں خارجی طور پر انسانی قدروں کو متوازن رکھنے کا انتظام فرمایا ہے وہیں باطنی اصلاح اور طرزِ فکر کی درستی کے لئے تزکیہ نفس (تربیت) پر زور دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کے لئے انبیائے کرام کا سلسلہ جاری فرمایا، انبیائے کرام کے بعد یہ تسلسل اولیاء اللہ کی صورت میں قائم ہے اور مخلوقِ خدا کی تربیت کے فرائض سرانجام دے رہا ہے۔

گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ زندگی خیال پر قائم ہے۔ دیگر عوامل اور تقاضوں کی طرح بیماری بھی دراصل خیال (اطلاع) ہے۔ خیال روشنی ہے اور روشنی ہائی ویولینتھ انرجی ہے۔ بیماری، منفی توانائی کا ایسا وائرس ہے جو کروموسوم کو نقصان پہنچاتا ہے۔ نتیجہ میں جسم کا مدافعتی نظام کم زور ہو جاتا ہے۔ کم زور حفاظتی نظام بیرونی خطرات کا مقابلہ نہیں کرسکتا جس کی وجہ سے بیماریاں حملہ آور ہوتی ہیں۔

مثال: امریکہ میں ایک قیدی کو پھانسی کی سزا ہوئی۔ محققین نے سوچا کہ کیوں نہ تجربہ کیا جائے۔ قیدی کو بتایا گیا کہ پھانسی نہیں دی جائے گی بلکہ تمہاری جان کوبرا سانپ سے ڈسا کر لی جائے گی۔

پھانسی کے روز مقررہ وقت پر قیدی کے سامنے کوبرا لایا گیا۔ قیدی کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے کرسی سے باندھ دیا گیا مگر کوبرا سانپ کی بجائے دو سیفٹی پن چبھوئی گئیں اور کچھ دیر میں قیدی کی موت ہوگئی۔

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں نتائج حیران کن تھے۔ قیدی کے جسم میں سانپ کے زہر جیسا زہر پایا گیا۔ یہ زہر کہاں سے آیا جس نے اس کی جان لی ——؟

زہر اس کے جسم نے خوف اور صدمہ میں جاری کیا تھا۔ سوئی کے چبھونے کو اس نے سانپ کا ڈسنا سمجھا اور گمان نے نتائج کو حقیقی بنا دیا۔ یعنی سوچ اور خیال —— عمل ہے۔ عمل یا سوچ سے مثبت اور منفی توانائی پیدا ہوتی ہے اور اسی کے مطابق کروموسومز کے رنگ تبدیل ہو کر ہارمونز بنتے ہیں۔ یعنی بیماری کی وجہ منفی سوچ ہے۔

عظیمی صاحب کتاب ”رنگ و روشنی سے علاج“ میں کینسر کے مرض کی وجوہات میں لکھتے ہیں:

”کوئی شخص جب ایک دو یا چند خیالات میں خود کو گرفتار کر لیتا ہے تو وہ برقی رو جو خیالات کے ذریعے عمل بنتی ہے، زہریلی ہو جاتی ہے۔ زہریلی رو چوں کہ خون میں زہر پیدا کرتی ہے اس لئے اس رو کے عدم توازن کی بنا پر خون میں خوردبین سے بھی نظر نہ آنے والے وائرس بن جاتے ہیں۔ یہ کیڑے کسی ایک جگہ گھر بنا لیتے ہیں۔ وہ برقی رو جو زندگی کے مصرف میں آنی چاہئے ان کیڑوں کی خوراک بن جاتی ہے۔ نتیجہ میں خوراک کا چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ جو برقی رو کے ساتھ خون میں دور

کرتا ہے بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتا ہے۔ان کیڑوں کی خوراک خون کے سرخ ذرّات (ریڈ بلڈ سیلز) ہیں ۔رفتہ رفتہ مریض کے اندر سے سرخ ذرّات ختم ہوکرسفید ذرّات کی کثرت ہوجاتی ہے اور یہ جسم کے لئے قابل قبول نہیں رہتے۔ چناں چہ سفید ذرّات لعاب یا بلغم بن کر خارج ہونے لگتے ہیں یہاں تک کہ آدمی ہڈیوں کا ڈھانچا بن کرموت سے ہم کنار ہوجاتا ہے۔''

بیماریوں سے محفوظ رہنے کا حل یہ ہے کہ طرز فکر کو یقین کی روشنیوں سے مزین کیا جائے۔ یقین کیا ہے— ؟ یقین (ایمان) اللہ کا نور ہے۔اللہ کی ذات پر بھروسا اور یقین انسان کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے ۔یقین کے لئے ذہنی مرکزیت کا ہونا ضروری ہے ۔ ذہنی مرکزیت سے حواس یقین کے نور سے روشن ہوتے ہیں۔

انبیائے کرام کی تعلیمات یہ ہیں کہ آدم زاد کو مادیت (شک) کے غلبہ سے آزاد کر کے روشنیوں میں سفر سے متعارف کرایا جائے۔اس سفر کے لئے پہلا قدم یا پہلا عمل ذہنی یک سوئی ہے ۔ یک سوئی کے لئے مشق مراقبہ ہے۔مراقبہ اس راستہ سے روشناس کراتا ہے جو راستہ مادیت کے غلبہ سے آزاد ہے اور بندہ یقین کی دنیا میں داخل ہوکر اللہ کا دوست بن جاتا ہے۔

27 میٹر فی سیکنڈ کی رفتار

دنیا کا سب سے چھوٹا پرندہ Bee Humming bird ہے۔اڑتے وقت اس کے پروں سے ''ہمنگ'' کی آواز پیدا ہوتی ہے۔سائز پانچ سے سات سینٹی میٹر اور وزن 1.6 سے 2 گرام تک ہے۔آٹھ کے ہندسہ کی شکل میں ایک سیکنڈ میں 80 مرتبہ پر پھڑ پھڑاتا ہے اس لئے ہوا میں ایک جگہ معلق رہ سکتا ہے اور آسانی اور تیزی کے ساتھ اڑ سکتا ہے۔ ساتھی کی تلاش میں یہ پرندہ ایک سیکنڈ میں 200 مرتبہ پر پھڑ پھڑا سکتا ہے۔اڑنے کے دوران اس کا جسم بہترین athlete کی نسبت دس گنا زیادہ آکسیجن استعمال کرتا ہے۔یہ پرندہ اپنے وزن اور سائز سے آدھا کھانا کھاتا ہے اور پانچ گنا زیادہ پانی پیتا ہے۔ خوراک میں پھولوں کا رس اور چھوٹے کیڑے مکوڑے شامل ہیں۔

ان پھولوں کا رس نہیں پیتا جن میں مٹھاس دس فیصد سے کم ہو۔اس کا دل ایک منٹ میں 1260 مرتبہ تک دھڑکتا ہے اور 250 مرتبہ سانس لیتا ہے۔ یہ دنیا کا واحد پرندہ ہے جو آگے اور پیچھے دونوں سمتوں میں اڑ سکتا ہے۔عمر دس سے بارہ سال ہوتی ہے۔نر کو مادہ پسند آجاتی ہے تو یہ 35 میٹر تک اوپر جاتا ہے اور مادہ کی طرف 27 میٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے جاتا ہے۔

ڈاکٹر عمران خان

بتیس ہزار آٹھ سو پچاس

زندگی چھپی ہوئی چیز کا ظاہر ہونا اور ظاہر کا چھپنا ہے۔ بچہ غیب سے آتا ہے، جب وہ دو دن کا ہوتا ہے تو پہلے دن پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ اس طور ردوبدل ہوتے ہوتے اس طرح غائب ہو جاتا ہے کہ پھر نہیں لوٹتا یعنی زندگی مرنے، غائب ہونے، ظاہر ہونے پھر مرنے پھر ظاہر ہونے پھر غائب ہو جانے کا نام ہے۔

قارئین! ذہن کو یک سو کر کے غور کیجئے — ہم دن میں کتنا وقت خود سے باتیں کرتے یا خیالات کی دنیا میں گزارتے ہیں —؟ اگر آپ کہیں کہ نہیں، میں خود سے باتیں نہیں کرتا یا کرتی تو سوال یہ ہے کہ جب آپ مضمون پڑھتے ہیں تو کیا مضمون پڑھنا، خود کو مضمون پڑھ کر سنانا نہیں ہے —؟

ہم نے کسی سے یا کسی نے ہم سے کچھ کہا اور وہ چلا گیا، جانے کے بعد ہم اس کی باتوں سے متعلق سوچنا شروع کر دیتے ہیں کہ مجھے یہ کہنا چاہئے تھا، اگر وہ یہ کہتا تو میں یہ جواب دیتا یا پھر میں نے اسے جواب ہی کیوں دیا — نظر انداز کر دیتا۔ دماغ میں خیالات کا ہجوم ہو جاتا ہے۔ یہ بھی خود سے باتیں کرنا اور کسی شے کا بار بار ذکر ہے اس لئے کہ دہرانا بھی باتیں کرنا ہے۔

اسی طرح آفس جاتے ہوئے یا دن کے آغاز پر فرد ذہن بناتا ہے کہ آج کا دن کیسا گزرے گا۔ حتیٰ کہ کام کے دوران بھی یہ عمل جاری رہتا ہے۔ مثلاً کھانا پکاتے ہوئے خاتونِ خانہ کے ذہن میں دیگر امور سے متعلق مسلسل فلم چل رہی ہوتی ہے یعنی فرد اندر ہی اندر خود سے باتیں کرتا ہے اور باتیں کرتے ہوئے بہت دور نکل جاتا ہے۔ ارتکاز اتنا ہے کہ ہلکی آواز سے توجہ ٹوٹ جاتی ہے لیکن خیالات کا سلسلہ نہیں رکتا — نوعیت بدل جاتی ہے۔ پہلے کھانا پکانے کے بارے میں سوچ رہے تھے، اب بچوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتے ہیں۔ آفس میں کسی نئے پروجیکٹ کی آؤٹ لائن تیار کر رہے تھے، توجہ ہٹی تو غیر ضروری خیالات آنا شروع ہو گئے۔ خیال ایک شے سے ہٹ کر دوسری شے پر مرکوز ہو جاتا ہے لیکن رکتا نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جب بندہ سوتا ہے تو دیکھتا ہے کہ نیند کی دنیا بھی خیال پر قائم ہے۔

خیالات میں ربط قائم نہ رہے تو بندہ پریشان ہو جاتا ہے۔ پریشان خیالی کی طرف متوجہ ہوں تو وسوسوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جسے منتشر خیالی

بھی کہتے ہیں۔ اس تمہید میں جو بات مشترک ہے وہ ''دہرانا'' ہے۔ہم بار بار خیال کو دہراتے ہیں، سب کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ دہرانا کیا ہے—؟

ایک طرف دہرانے کے عمل سے مسائل پیدا ہوتے ہیں جیسے ناپسندیدہ بات یا تکلیف کا ذکر جب کہ دوسری طرف دہرانا یعنی تکرار— نظام کائنات میں تسلسل ہے۔اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی ان گنت نعمتوں میں سے ایک ، زندگی کا تسلسل یا اعادہ ہے ۔زندگی ہر لمحہ خود کو دہراتی ہے، زندگی خود کو نہ دہرائے تو موت وارد ہو جاتی ہے۔سانس کا آنا جانا سانس کا خود کو دہرانا ہے جس لمحہ تعطل واقع ہوتا ہے، سانس رک جاتا ہے۔

زندگی کے سفر میں اہم کردار وسائل کا ہے۔ وسائل میں کسی بھی قسم کا تعطل ہمیں مضطرب کر دیتا ہے۔ کچھ وسائل کا ادراک ہمیں ہے جب کہ ایسے وسائل بھی ہیں جن کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی اور اگر ہم متوجہ ہوتے ہیں تو لمحہ دو لمحہ کے لئے۔مثلاً کھانا کھاتے ہیں اور گندم اور چاول کو اہم وسائل کے طور پر جانتے ہیں مگر یہ سب کیسے تخلیق ہوتا ہے، خون کی گردش، پھیپھڑوں کا آکسیجن کو جلانا، دل کا خون پمپ کرنا وغیرہ اُن اَن گنت وسائل میں شامل ہیں جن کی طرف ہماری توجہ نہیں جاتی۔

اسی طرح زندگی کے تسلسل میں اہم کردار ذہن کا ہے۔ذہن بھی وسائل میں شامل ہے۔ ذہن مربوط انداز میں اطلاعات میں معنی پہنانے کے قابل نہ رہے تو زندگی نارمل گزارنے میں تعطل واقع ہو جاتا ہے۔ ذہن کی طرح خیال بھی وسائل میں شامل ہے۔ قابل غور ہے کہ خیالات ذہن پر وارد نہ ہوں تو حرکت رک جاتی ہے۔خیال اور زندگی کے تعلق کو ایک صوفی کی نظر سے دیکھنے سے قبل رائج مادی علوم میں سے زندگی سے متعلق چند تعریفیں پیش کی جا رہی ہیں۔

علمِ فلسفہ کے زندگی سے متعلق مفہوم میں سے تین قابلِ ذکر رائج الوقت مفہوم یہ ہیں:

۱۔ارسطو کے مطابق زندگی اپنی میشن ہے جو فطرت کی بنیادی اور نا قابلِ تقسیم خصوصیت ہے۔اس کے علاوہ Descartes نے زندگی کو میکانزم اور Kate نے ترتیب (organisation) کا نام دیا ہے۔

۲۔میڈیکل سائنس کے مطابق زندگی ایسی خاصیت ہے جو جان داروں کو بے جان اور مردہ اجسام سے الگ کرتی ہے اور مختلف قسم کی تحریکات میں جلوہ گر ہے جیسا کہ استحالہ (metabolism)، نشو و نما، تولید، حرکت کا ردِ عمل یا ماحول کے مطابق خود کو ڈھالنا۔

۳۔تھنکنگ سسٹم کے پیروکاروں نے زندگی کو مخصوص قسم کے پیچیدہ نظام سے پیدا ہونے والی اضافی خصوصیت ایمرجنٹ پراپرٹی کا نام دیا ہے۔

مندرجہ بالا تعریفیں قابلِ ذکر تو ہیں مگر زندگی کو مادی نظر سے دیکھنے کی بنا پر بہت محدود ہیں۔مثلاً زندگی کا میکانزم موجود ہے مگر یہ میکانزم ہے کیا؟ اس پیچیدہ

نظام کی بنیاد کیا ہے؟ سائنس حرکت ہے مگر سائنس کیا ہے اور کس حرکت کے تابع ہے؟

اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ سائنس کی بنیاد خیال ہے اور خیال (اطلاع) کی بنیاد حرکت ہے۔خیال آنا زندگی ہے۔زندگی کا خیال نہ آئے تو ہم ڈیڈ باڈی ہیں۔ جب زندگی اور موت دونوں خیال کے تابع ہیں تو زندگی میں جو اعمال وافعال ہیں وہ بھی خیال کے تابع ہیں۔

زندگی چھپی ہوئی چیز کا ظاہر ہونا اور ظاہر کا چھپنا ہے۔ بچہ غیب سے آتا ہے، جب وہ دو دن کا ہوتا ہے تو پہلے دن پر موت وارد ہوجاتی ہے۔اس طور ردوبدل ہوتے ہوتے اس طرح غائب ہو جاتا ہے کہ پھر نہیں لوٹتا یعنی زندگی مرنے، غائب ہونے، ظاہر ہونے پھر مرنے پھر ظاہر ہونے پھر غائب ہوجانے کا نام ہے۔

''ہم زندگی سے موت کو نکالتے ہیں اور موت سے زندگی کو نکالتے ہیں۔'' (الروم: ۱۹)

زندگی غیب سے ظاہر ہوتی ہے اور غیب میں لوٹ جاتی ہے۔ عظیمی صاحب اس کی مثال سینما اور پروجیکٹر سے دیتے ہیں۔ پروجیکٹر سے روشنیوں کی شکل میں اطلاعات اسکرین پر نشر ہوتی ہیں اور فلم کا مظاہرہ ہوتا ہے۔فلم ایک ہوتی ہے اور بیک وقت دنیا بھر کے سینماؤں میں لگتی ہے اور بار بار دہرائی جاتی ہے۔ روشنیاں اطلاعات ہیں۔جس طرح پروجیکٹر سے روشنی اسکرین پر فلم بنتی ہے، اسی طرح خیال — زمین کی اسکرین پر زندگی ہے۔

ایک اور مثال سے سمجھتے ہیں۔آپ جوش وخروش سے موبائل فون پر کرکٹ میچ دیکھ رہے ہیں۔کھیل زوروں پر ہے کہ انٹرنیٹ سروس کی رفتار کم ہوگئی۔کیا موبائل فون کی اسکرین پر میچ نظر آئے گا—؟ وہ سگنلز (خیالات) جو مخزن (server) سے پردہ (موبائل اسکرین) تک پہنچ رہے تھے، فضا میں موجود ہیں لیکن انٹرنیٹ سروس کی ناقص کارکردگی کی وجہ سے ان کے مظاہرہ میں تعطل واقع ہورہا ہے۔سوال یہ ہے کہ اسکرین پر میچ کیوں نظر آرہا تھا اور اب نظر کیوں نہیں آرہا—؟

جواب یہ ہے کہ جب تک سگنلز خود کو دہراتے رہے، میچ اسکرین پر موجود رہا۔ جیسے ہی سگنلز کے بہاؤ میں فرق آیا یعنی سگنلز کا بار بار آنا جانا رک گیا تو میچ میں تعطل واقع ہوگیا۔

اسی طرح غیب ظاہر غیب — حرکت کا خود کو دہرانا ہے۔حرکت کا قانون یہ ہے کہ جب اللہ کسی چیز کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرماتے ہیں تو حکم دیتے ہیں کہ ہو اور وہ ہوجاتی ہے۔اللہ کے حکم کا اعادہ — کائنات اور کائنات میں زندگی ہے۔

''وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو حکم دیتا ہے کہ ہو اور وہ ہوجاتی ہے۔'' (یٰسٓ: ۸۲)

سوال یہ ہے کہ حرکت یا خیال کا اعادہ کس طرح ہورہا ہے۔آدمی دن میں تین مرتبہ کھانا کھاتا ہے۔اگر آپ کی

عمر تیس سال ہے تو مساوات یہ بنے گی کہ ایک سال میں 365 اور تیس سال میں 10,950 دن ہوتے ہیں۔ جس طرح 365 دن ہوتے ہیں اس طرح 365 راتیں بھی ہیں۔ اس وقت صرف دن کی بات ہو رہی ہے، رات کی نہیں۔ آدمی دن میں اوسطاً تین مرتبہ کھانا کھاتا ہے یعنی تیس سالوں میں اس نے 32,850 مرتبہ کھانا کھایا۔ دوسرے الفاظ میں بھوک کے خیال نے تیس سالوں میں خود کو 32,850 مرتبہ دہرایا اور یہ دہرانا فرد کی زندگی بنا۔ اسی طرح اگر اوسطاً دس گلاس پانی روزانہ پیا جاتا ہے تو تیس سالوں میں ایک لاکھ نو ہزار پانچ سو (109500) مرتبہ پیاس نے خود کو دہرایا۔

ایسا نہیں ہوتا کہ ایک مرتبہ پانی پی کر تا حیات بھوک یا پیاس کا خیال نہ آئے۔ اگر بھوک پیاس کا خیال دوبارہ نہ آئے تو موت واقع ہو جائے گی یعنی بھوک اور پیاس کے خیالات کا خود کو بار بار دہرانے کی وجہ سے فرد تیس سال کا ہوا۔ یہ شعور میں زندگی کا احوال ہے جب کہ نیند کی دنیا میں بھی آدمی کھاتا پیتا ہے۔

کسی سے ایک بار مل کر اس کا خیال دوبارہ نہ آئے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے لئے موجود نہیں۔ شعور میں مرنے کا مطلب موجود نہ ہونا ہے جب کہ غور طلب ہے کہ وہ شخص کہیں پر موجود ہے لیکن ہمارے لئے موجود نہیں ہے۔ اگر ہمیں اس کا خیال دوبارہ آیا تو وہ پھر سے ہمارے لئے زندہ ہو گیا بصورت دیگر وہ موجود ہو کر بھی ہمارے لئے غیر موجود ہے۔ یعنی ہم سے متعلق کسی شے کا خود کو دہرانا ہمارے لئے اس شے کی زندگی ہے۔ افزائش نسل کا خیال روز ازل سے خود کو بار بار دہرا رہا ہے۔ جس روز یہ خیال رکا — پھر اللہ جانے کیا ہوگا۔

خیالات پے در پے شعور پر وارد ہوتے ہیں، شعور میں تکرار پیدا ہوتی ہے۔ شعور کا خود کو دہرانا، شعور کو قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

بچہ مادری زبان سیکھتا ہے تو ہر بات اور عمل کو دہراتا ہے جو ماں باپ کرتے ہیں۔ بچے کے سامنے اتنی مرتبہ پانی کا ذکر ہوتا ہے کہ اس کے ذہن میں یہ بات نقش ہو جاتی ہے کہ پانی سے پیاس بجھتی ہے۔ تکرار سے شعور کی تعمیر ہوتی ہے۔ صبح سویرے اٹھنے کے بعد خیالات پر توجہ دیں اور فہرست بنائیں کہ ذہن میں کس طرح کے خیالات وارد ہوتے ہیں۔ آپ جان لیں گے کہ شعور کس طرح خود کو دہرا رہا ہے۔ یہ عمل شعور کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہر شے اطلاع یا خیال (انفارمیشن) ہے، ایسی اطلاع جس میں تعطل نہیں ہے لیکن درمیان میں وقفوں کی وجہ سے تعطل نظر آتا ہے۔ مثلاً فرد کھانا کھاتا ہے، جب وہ بھول جاتا ہے کہ میں نے کھانا کھایا ہے تو اسے پھر بھوک لگتی ہے اور خیال آتا ہے کہ آخری مرتبہ اتنی دیر پہلے کھانا کھایا تھا۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"اللہ کی سنت میں نہ تبدیلی ہوتی ہے نہ تعطل واقع ہوتا ہے۔" (فاطر:۴۳)

اگرچہ زندگی ہمارے اختیار میں نہیں، لیکن اس کو جس طرح گزارنا ہے اس کا اختیار ہمیں دیا گیا ہے۔

"دین میں جبر نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لایا تو اس نے پکڑا سہارا مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے اور جاننے والا ہے۔" (البقرۃ: ۲۵۶)

پریشانی کو دہرانے سے پریشانی قائم رہتی ہے۔ جیسے ہی پریشانی سے توجہ ہٹاتے ہیں، وہ غائب ہو جاتی ہے۔ توجہ کرنے سے پھر آموجود ہوتی ہے۔ خوشی کو دہرانے سے خوشی زندہ ہوتی ہے اور غم کو دہرانے سے غم زندگی بن جاتا ہے۔ کائنات خود کو دہرا رہی ہے — دہرانا، تکرار ہے۔ جو حالات آج ہیں، پہلے کے ادوار میں گزر چکے ہیں۔ ان حالات کی وجہ سے اُس دور کا جو انجام ہوا، موجودہ دور میں روش نہ بدلی گئی تو اُسی انجام سے دوچار ہونا ہوگا اس لئے کہ عمل خود کو نتیجہ کے ساتھ دہراتا ہے۔ شکر ادا کرنے والا اس لئے خوش رہتا ہے کہ وہ شکر ادا کرنے کی تکرار کر رہا ہے جب کہ ناشکری کی تکرار کرنے والا ناخوش ہے۔

قرآن کریم کے مطابق ایمان کی تکمیل کے لئے انبیائے کرام اور ان کی کتابوں پر ایمان لازمی ہے۔ تمام انبیائے کرام کی تعلیمات ایک ہی پیغام کا اعادہ ہیں کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں — جس نے اللہ کے احکامات پر عمل کیا، اس نے فلاح پائی۔

پیغام کے اعادہ سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اے نبی تم کو جو کچھ کہا جا رہا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں کو نہ کہی جا چکی ہو۔" (حٰمٓ السجدۃ: ۴۳)

کامیابی کا راز یہ ہے کہ بجائے ان خیالوں کے جن سے ہم خوف و غم میں مبتلا ہوتے ہیں، اگر اللہ کی طرف توجہ کر لیں تو ہم خوف و غم سے آزاد ہو جائیں گے۔

"بے شک اللہ کے دوستوں کو خوف ہوتا ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔" (یونس: ۶۲)

علاؤالدین ابن النفیس القرشی باکمال طبیب تھا جو ملک شام میں پیدا ہوا۔ اس نے بتایا کہ انسانی جسم میں خون گردش کرتا ہے۔ یہ دریافت اس نے ولیم ہاروے سے چار سو سال قبل کی تھی۔ علاؤالدین ابن النفیس نے کہا کہ خون وریدی شریان (veinous artery) سے گزرتا ہے اور پھیپھڑوں میں پہنچ کر تازہ ہوا سے صاف ہو کر پورے جسم میں دور کرتا ہے اور اس طرح جسم کے ہر حصہ میں پہنچتا رہتا ہے۔ اس نظریہ کو pulmonary circulation of blood کہا جاتا ہے۔

زیرِ سرپرستی

اللہ کے دوست حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی

عظیمیہ روحانی لائبریری برائے خواتین

پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی، لاہور

فری ممبر شپ

فری مطالعہ

روحانی علوم کے متلاشی خواتین وحضرات، راہِ سلوک کے مسافر اور روحانی سائنس میں دلچسپی رکھنے والے طلبہ وطالبات کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر کردہ اور تصوف کی دیگر کتابیں مطالعہ کے لئے موجود ہیں۔

مکان نمبر 65 بلاک A-2، پنجاب ہاؤسنگ سوسائٹی

نزد جوہر ٹاؤن، لاہور۔ فون نمبر: 042-35185142

سید اسد علی

درخت کا عکس ـــ زندگی

زمین پر اندازاً تین کھرب درخت ہیں۔ ایک بڑے درخت میں پتوں کی تعداد کم و بیش دو لاکھ بتائی جاتی ہے یعنی کرہ ارض پر اندازاً چھ لاکھ کھرب پتے ہیں۔

ابدال حق حضور قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ نانا تاج الدین ناگپوریؒ جیسی برگزیدہ ہستی ساڑھے تین ہزار سال میں اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل و کرم سے پیدا فرماتے ہیں۔ نانا تاج الدینؒ کا مقام متبرک اور ممتاز ہے۔ آپ سے صادر ہونے والی کرامات اور ان کی توجیہ تحریر کرنے کے لئے دفتر درکار ہے۔ مضمون میں نانا تاج الدینؒ کی پتوں سے متعلق کرامت پر مختصراً اظہار خیال کی کوشش کی گئی ہے۔

ابدال حق فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نانا تاج الدینؒ پر جذب طاری تھا۔ حیات خان نے مجھے اشارہ سے بلایا اور کہا، اس پتے کو دیکھو۔ نظر یکے بعد دیگرے کئی پتوں پر گئی۔ جس پتے کی طرف اشارہ کیا تھا اس میں سے ٹانگیں، چہرہ کے خدوخال اور چھوٹی چھوٹی آنکھیں رونما ہو رہی تھیں۔ پتا تقریباً تین انچ لمبا ہوگا۔ یکایک نظر برابر والے پتے پر پڑی اس میں بھی ویسا ہی تغیر تھا۔ دونوں پتے ایک دوسرے کے پیچھے چلنے لگے۔ ہیئت اتنی بدلی کہ پتوں کی شباہت باقی نہ رہی اور پتے ـــ کیڑے بن گئے اور درخت کے تنے کی طرح چلے جا رہے تھے۔ اس دوران نانا تاج الدینؒ کی نیم وا آنکھیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔

شہنشاہ ہفت اقلیم کی کرامت کے پس پردہ حکمت پر غور و فکر کرنے کے لئے حشرات الارض اور نباتات کی دنیا میں تلاش کرتے ہیں کہ کیا کوئی پودا ایسا ہے جس کے پتے کیڑے بن جاتے ہیں ـــ؟

فی زمانہ ایسا پودا یا درخت دریافت نہیں ہوا ہے لیکن پتوں سے مشابہ کیڑے ضرور دریافت ہوئے ہیں جنہیں دیکھ کر ہو بہو پتوں کا گمان ہوتا ہے۔ ان کو برگ نما حشرات (leaf insects) کہا جاتا ہے۔

برگ فارسی میں پتے کو کہتے ہیں۔ یہ بھیس بدلنے (کیموفلاج) کے ماہر ہیں۔ شکل اور ڈھانچا مکمل پتوں جیسا ہے۔ جس طرح پتوں کو بیماری یا کیڑے مکوڑوں سے نقصان پہنچتا ہے تو ان میں چھوٹے بڑے داغ پڑ جاتے ہیں، برگ نما کیڑوں میں بھی ایسے داغ نظر آتے

ہیں ۔ یہ سارا دن بے حس و حرکت درخت کے ساتھ چپکے رہتے ہیں اور رات میں چلتے پھرتے ہیں یعنی شب بیدار ہیں ۔لہرا کر اور جھوم کر چلتے ہیں ۔ دور سے دیکھ کر لگتا ہے کہ ہوا کی وجہ سے پتے حرکت میں ہیں ۔

برگ نما حشرات کی غذا درختوں کے پتے ہیں ۔ بلیک بیری اور پھول بھی غذا میں شامل ہیں ۔کہا جاتا ہے کہ بحری مہم جو اور اسکالر اینٹیٹو نے برگ نما کیڑے پندرھویں صدی عیسوی میں دریافت کیے ۔ وہ جہاز رانی کی مہم پر تھا، جہاز مرمت کے لئے فلپائن کے جزیرہ پر لنگر انداز ہوا۔وہ لکھتا ہے — ’’اس جزیرہ میں ایسے درخت پائے جاتے ہیں جن کے پتے درخت سے گرنے کے بعد حرکت کرنے لگتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں ۔ میں نے ایک برگ نما حشرہ کو ڈبے میں نو دن رکھا— ڈبہ کھولا تو وہ زندہ تھا۔‘‘ اس دوران خوراک کا میکانزم کیا رہا ،اللہ بہتر جانتا ہے۔ برگ نما کیڑے شہتوت کے پتوں کی طرح ہوتے ہیں ، پر ہو بہو پتے کی شکل کے ہیں ۔ ہر سائیڈ پر دو ٹانگیں ہوتی ہیں ۔ ہاتھ لگایا جائے تو بھاگتے ہیں ۔

برگ نما حشرات کی پچاس سے زائد اقسام دریافت ہوئی ہیں ۔جنوبی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا اور آسٹریلیا کے جنگلات میں پائے جاتے ہیں ۔ جولائی تا ستمبر میں بکثرت ہوتے ہیں ۔ بارش کے موسم میں خوب پھلتے پھولتے ہیں ۔ مادہ کیڑوں میں کیموفلاج یعنی خود کو چھپانے ، ماحول کے مطابق بہروپ اختیار کرنے کی صلاحیت نر کیڑوں سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اڑنے کی صلاحیت صرف نر کیڑوں میں پائی جاتی ہے ۔

برگ نما حشرہ بلند و بالا اور نشیبی دونوں علاقوں میں پایا جاتا ہے، لمبائی تقریباً ایک انچ سے چار انچ تک ہوتی ہے۔ یہ 22 ڈگری سینٹی گریڈ سے 30 ڈگری سینٹی گریڈ میں رہتے ہیں ۔ پاؤں میں چھوٹے چھوٹے ہک ہوتے ہیں جس کی مدد سے پتوں اور پودوں کے ساتھ لٹک جاتے ہیں ۔ نر کیڑے کی عمر ایک ماہ اور مادہ کی عمر چار تا سات ماہ ہوتی ہے ۔ مادہ اپنی زندگی میں ہزاروں انڈے دیتی ہے جو بھورے یا خاکستری رنگ کے ہوتے ہیں اور چھوٹے درخت کے بیج کی طرح لگتے ہیں ۔ انڈے سے بچہ نکلنے میں عموماً پانچ سے سات ماہ لگتے ہیں ۔ بچے پیدائش کے بعد درخت پر چڑھنے کی کوشش کرتے ہیں ۔بچوں کا رنگ بھورا یا سرخی مائل ہوتا ہے اور پودے یا درخت پر پہنچنے کے بعد پتے کھا کر ہری رنگت اختیار کر لیتے ہیں ۔ بچپن سے جوانی کے دوران بیرونی خول پانچ مرتبہ تبدیل ہوتا ہے۔ان کا سائنسی نام Phylliidae ہے ۔اگرچہ ان کیڑوں کا رنگ ہرا ہوتا ہے لیکن نر کیڑے اڑتے ہیں تو پروں کے نیچے چھپے مختلف رنگ نمایاں ہوجاتے ہیں ۔

برگ نما حشرات کی ایک قسم کانٹے دار (spiny leaf insect) ہے ۔ یہ بلوغت میں خشک پتے کی طرح ہوجاتے ہیں ۔ملائیشیا میں برگ نما حشرات

پالے جاتے ہیں، ڈرائنگ روم میں رکھا جاتا ہے اور سیاحوں کو فروخت بھی کیا جاتا ہے۔ ان کو ایسے جار میں رکھا جاتا ہے جہاں ہوا کا گزر ہو، روز دو تین قطرے پانی دیا جائے۔ یہ کیڑے پتے شوق سے کھاتے ہیں۔

کرامت میں موجود حکمت اور اصول کی وضاحت شہنشاہ ہفت اقلیم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

''درخت کے اندر زندگی کے سارے ٹکڑے جڑے ہوئے ہیں۔ دیکھنا، سننا، سمجھنا، جنبش کرنا جو اس میں جھانکنے سے نظر آتے ہیں۔ ہر پتے کا سچ مچ کا منہ ہے، ہاتھ پیر ہیں البتہ جب تک پتا دوسری زندگی سے نہیں ٹکراتا اس میں عام لوگ یہ نیرنگ نہیں دیکھ پاتے۔ جب کوئی پتا میری زندگی سے گلے ملتا ہے تو جیتا جاگتا کیڑا بن جاتا ہے۔ یہ سمجھ کہ آنکھ سے بھی گلے ملتے ہیں۔ یاد رکھ زندگی سے زندگی بنتی ہے اور زندگی زندگی میں سماتی ہے۔''

قارئین! پیپل کے درخت کا پتا لیں اور اسے سفید کاغذ پر رکھ کر تفکر کریں — یا بدیع العجائب! پتے میں بڑی، چھوٹی اور باریک رگوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ رگوں کی ترتیب میں نفاست کا یہ عالم ہے کہ ظاہری آنکھوں سے تعداد کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ سب سے پہلے ریڑھ کی ہڈی کی طرح درمیان میں بڑی رگ ہے جو پتے کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے۔ دونوں رخ ایک دوسرے سے چپکے ہوئے بظاہر یکساں معلوم ہوتے ہیں جب کہ یکساں نہیں ہیں۔ رگوں اور نسوں کی ترتیب مختلف ہے۔

برگ نما حشرہ

درختوں یا پودوں کے پتوں میں چھپے قدرت کے سربستہ راز جاننے کے لئے قرآن کریم سے راہ نمائی لیتے ہیں:

''اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے ہیں، تاکہ تم اس سے سبق لو۔'' (الذّٰریٰت: ۴۹)

بڑی رگ سے چھوٹی رگیں، چھوٹی رگ سے مزید چھوٹی اور پھر باریک رگیں نکل رہی ہیں۔ رگیں اس قدر گنجان اور کثیر تعداد میں ہیں کہ معلوم ہوتا ہے ہر پتا کسی بڑے یا چھوٹے شہر میں سڑکوں کے جال کا پرنٹ ہے اور دوسرے پتے سے مختلف ہے۔ جس طرح بچے والدین کا عکس ہیں لیکن والدین سے مختلف ہوتے ہیں اسی طرح ہر پتا درخت کا عکس اور تحریر ہے لیکن ہر تحریر دوسری تحریر سے مختلف ہے۔

زمین پر اندازاً تین کھرب درخت ہیں۔ ایک بڑے درخت میں پتوں کی تعداد کم و بیش دو لاکھ بتائی جاتی ہے یعنی کرہ ارض پر اندازاً چھ لاکھ کھرب پتے ہیں۔ جس طرح سات ارب آدمیوں کے فنگر پرنٹس مختلف

این منزل دشوار و رہ سخت دراز است

گر عشق حقیقی است و گر عشق مجاز است
مقصود ازیں ہر دو مرا سوز و گداز است

خواہ عشق حقیقی ہے خواہ مجازی ہے
ان دونوں سے میرا مقصود سوز و گداز ہے

گفتی تو الست و زدم آواز بلیٰ من
بنگر کہ مرا با تو ز میثاق نیاز است

تو نے الست کہا اور میں نے بلیٰ کا نعرہ لگایا
تو دیکھ کہ تیرے ساتھ میرا عہد نیاز بندھا ہے

راز تو بلب ناورد و دل شوِدش خون
ہر کس کہ درین دہر ترا محرم راز است

دنیا میں تیرے محرم راز کا دل خون ہوجاتا ہے
لیکن وہ تیرا راز لبوں پر نہیں لاتا

عشق ہست و صد آفات و محن لازم و ملزوم
این منزل دشوار و رہ سخت دراز است

عشق کے ساتھ سینکڑوں آفتیں، مصیبتیں لازم ہیں
یہ منزل بڑی کٹھن اور راستہ بہت طویل ہے

خواہی کہ روی بردر آن دوست قلندر
آن ہدیہ کہ مقبول شود عجز و نیاز است

اے قلندر اگر دوست کے دروازہ پر جانا چاہتا ہے
تو وہاں جو ہدیہ قابلِ قبول ہے وہ عجز و نیاز ہے

گر عشق حقیقی است و گر عشق مجاز است
مقصود ازیں ہر دو مرا سوز و گداز است

خواہ عشق حقیقی ہے خواہ مجازی ہے
ان دونوں سے میرا مقصود سوز و گداز ہے

حامد ابراہیم

روٹی

عام ذہن اور اولی الالباب میں کیا فرق ہے؟ الشیخ عظیمی صاحب فرماتے ہیں: ''عام آدمی کہتا ہے روٹی کھاؤ، بات ختم ہوگئی لیکن تفکر کرنے والا بندہ یہ تلاش کرتا ہے کہ روٹی کیا ہے اور کیسے وجود میں آئی ــــ؟

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''جو لوگ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے ہیں، اے ہمارے رب! آپ نے یہ بے کار پیدا نہیں فرمایا، آپ پاک ہیں پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیں۔'' (اٰل عمران: ۱۹۱)

یہ آیت زندگی گزارنے کی وہ طرز بیان کرتی ہے جو عامیانہ سوچ اور معمولات سے یکسر مختلف ہے۔ مثلاً کھانا کھانا اور پانی پینا معمولات کا حصہ ہیں۔ ہم انہیں انجام دینے کے بعد دیگر کاموں میں اس طرح مصروف ہوجاتے ہیں جیسے یہ اعمال قابل توجہ نہیں ہیں۔

قرآن کریم میں اس طرز عمل کی بار بار مختلف پیرایوں میں نفی کی گئی ہے اور باور کرایا گیا ہے کہ زندگی کا کوئی عمل اور حرکت ہرگز معمولی نہیں ہے۔ بالفاظ دیگر کسی عمل یا مظہر کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کرنا لاعلمی اور جہالت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور دن اور رات کے تبدیل ہونے میں اولی الالباب کے لئے نشانیاں ہیں۔'' (اٰل عمران: ۱۹۰)

اولی الالباب کون ہیں ــــ؟ وہ نیک بندے ہیں جو کائنات کی ہر شے کو اللہ کی نشانی سمجھتے ہیں اور کنہ تک رسائی کے لئے ذہنی وفکری صلاحیتیں بروئے کار لاتے ہیں۔ اس کاوش کا مقصد ذاتی و انفرادی منفعت نہیں بلکہ مظاہر کائنات میں برسرِ عمل اللہ کی صفات سے واقف ہونا ہے۔ صفات الٰہی مظاہر کی اصل ہیں اور خالق سے متعارف کراتی ہیں۔ یعنی حقیقت سے واقف ہونے کا سفر ظاہر میں تفکر سے شروع ہوتا ہے اور گہرائی میں رب العالمین تک رسائی پہ منتج ہے۔ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا ہر مظہر اللہ کا تخلیق کردہ ہے۔ یہی وہ نکتہ ہے جس کی طرف اس عظیم الشان آیت میں اشارہ ہے کہ کسی بھی مظہر یا تخلیق میں تفکر کیا جائے تو ہر مظہر گہرائی میں ایک کائنات ہے۔

قارئین! ایک اہم مظہر پر غور کرتے ہیں جسے ہر دور میں مرکزیت حاصل رہی ہے اور جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے کے لئے اس کا وجود لازم سمجھا جاتا ہے،

یہ شے روٹی ہے۔بچپن سے بڑھاپے تک فرد کے لئے روٹی جزو لاینفک ہے حتیٰ کہ فرد کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے اور روٹی موجود رہتی ہے۔

روٹی — حضرت آدمؑ سے لے کر اب تک لاکھوں سالوں پر محیط نوع آدم کی خوراک بن کر اپنا مقصد تخلیق پورا کرنے میں مصروف عمل ہے۔

گیہوں یا گندم کا تعلق نباتاتی اعتبار سے گھاس کے خاندان سے ہے۔اس کی کئی اقسام ہیں تاہم گندم کی جو قسم اس وقت دنیا کی %98 خوراک کی ضروریات پوری کر رہی ہے اس کا نباتاتی نام Triticum Aestivum ہے۔ یہ گندم کی سب سے زیادہ کاشت کی جانے والی قسم ہے اور دنیا میں سب سے زیادہ کاشت کی جانے والی فصل ہے۔

گندم جینیاتی طور پر کروموسومز کے سات سیٹوں پر اور ہر سیٹ مزید چھ کروموسومز پر مشتمل ہے۔اس طرح کروموسومز کی کل تعداد 42 ہوئی۔ یہ ترکیب انسانی جینیاتی ترکیب سے کافی پیچیدہ ہے۔ انسانی جینوم کروموسومز کے 23 جوڑوں پر مشتمل ہے جو 46 کروموسومز سے بنتے ہیں۔

اقوام متحدہ کے ادارہ برائے خوراک و زراعت کے مطابق گندم کی پیداوار کے لحاظ سے سرفہرست ممالک میں بالترتیب چین، بھارت، روس، امریکا، فرانس، کینیڈا، جرمنی، پاکستان، آسٹریلیا اور یوکرین شامل ہیں۔پاکستان گندم کی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں آٹھویں نمبر پر ہے۔ایک اندازہ کے مطابق 2014ء تک دنیا بھر میں گندم کی کاشت تقریباً 540 ملین ایکڑ اراضی پر ہوئی اور پیداوار گزشتہ سال 749 ملین ٹن ریکارڈ کی گئی۔

گندم کے علاوہ بھی نشاستہ دار غذائیں یا اناج موجود ہیں لیکن اس کی افادیت سب سے زیادہ ہے اور بین الاقوامی طلب روز افزوں بڑھ رہی ہے۔ایک وجہ اس میں پائی جانے والی گلوٹن پروٹین ہے جس میں چپک، گاڑھے پن اور لچک کی غیر معمولی خصوصیات ہیں جو کسی دوسرے اناج میں اس تناسب سے نہیں پائی جاتیں۔ اس لئے گندم سے ان گنت کھانے پینے کی مصنوعات بنائی جاتی ہیں۔مضمون میں گندم کی جنس سے بننے والی صنعت روٹی پر غور و فکر مقصود ہے تاکہ بظاہر سادہ نظر آنے والی شے میں چھپی کائنات ظاہر ہو۔

روٹی پر غور کیا جائے تو ذہن میں تصویر بنتی ہے کہ گندم کے آٹے کو پانی سے گوندھ کر دائرہ کی شکل میں پھیلا کر توے یا تنور میں پکایا جائے۔لیکن روٹی کی یہ مختصر تعریف کافی نہیں۔روٹی کرہ ارض کی تاریخ میں سب سے بڑی اور قدیم صنعت ہے جس کے دامن میں نوع آدم کی تاریخ قرن ہا قرن، نسل در نسل سمائی ہوئی ہے۔اتنے بڑے موضوع کا چند صفحات میں احاطہ ممکن نہیں۔اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ عمل — تفکر کی پیغمبرانہ سنت کو اپناتے

ہوئے حتی المقدور غور وفکر کرنا ضروری ہے۔

قرآن کریم میں یہ بات واضح ہے کہ ہر ذرہ لامحدود ہے۔ ہم اہمیت کے لحاظ سے چیزوں کی درجہ بندی کرتے ہیں اور غرض کے مطابق اشیا کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے برعکس قرآن میں کائنات میں موجود ہر شے کو اللہ کی نشانی قرار دے کر تفکر کا حکم دیا گیا ہے۔

قارئین ! ایک عام ذہن اور اولی الالباب میں کیا فرق ہے—؟ الشیخ عظیمی صاحب فرماتے ہیں:

''عام آدمی کہتا ہے روٹی کھاؤ— بات ختم ہوگئی— لیکن تفکر کرنے والا بندہ یہ تلاش کرتا ہے کہ روٹی کیا ہے اور کیسے وجود میں آئی—؟''

عظیمی صاحب اس نقطہ کو اس طرح کھولتے ہیں:

''روٹی پکانا فارمولے کے اوپر قائم ہے۔ جب ہم روٹی کا تذکرہ کرتے ہیں تو روٹی سے متعلق جتنے اعمال ہیں وہ خود بخود زیر بحث آجاتے ہیں۔ روٹی کا مطلب ہے کہ زمین کے اندر گیہوں ڈالنا، زمین کی کوکھ میں دور کرنے والی روشنیوں اور لہروں کا گیہوں کے بیج پر اثر انداز ہونا، گیہوں کے بیج کے اندر موجود روشنیوں اور لہروں کا زمین کی لہروں اور روشنیوں سے باہم مل کر ایک دوسرے کا تاثر قبول کرنا۔ ایک دوسرے کے اندر لہروں کے جذب ہونے کے بعد گیہوں کے بیج میں کلاّ پھوٹنا، بیج کی پیدائش کے بعد زمین کی کوکھ سے باہر آنا، سورج کی تپش سے پکنا، چاند کی چاندنی سے گیہوں کے اندر مٹھاس پیدا ہونا، گیہوں کے بیج کا جوان ہونا اور پھر اس کا چکی میں پسنا، آٹا بننا، آٹے اور پانی کے ملاپ سے نئی شکل اختیار کرنا، آٹے اور پانی کے مرکب کا آگ پر پکنا، ان تمام عوامل سے گزر کر روٹی پکتی ہے۔''

آیئے ! اولی الالباب گروہ کے ممتاز فرد عظیمی صاحب کے الفاظ کی مدد سے تفکر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

کسان ہل چلا کر زمین تیار کرتا ہے اور گیہوں کے بیجوں سے بھرا تھیلا لیے کھیت میں داخل ہوتا ہے، بیج مٹھی میں بھر کے ہوا میں لہراتا ہے، بیج ہوا میں اڑتے ہوئے کاشت کے لئے تیار زمین میں گرتے ہیں۔ بیج ہوا سے گزر کر مٹی میں داخل ہوتا ہے۔ زمین کے اندر نمی، نمکیات، گیسز، ہوا کا دباؤ اور درجہ حرارت بیج کے اندر چھپی توانائی کو تحریک دیتے ہیں ۔ درجہ حرارت بارہ ڈگری سینٹی گریڈ سے پچیس ڈگری سینٹی گریڈ تک ہونا ضروری ہے۔ پیچیدہ کیمیائی حیاتیاتی تعاملات کے دل چسپ و عجیب مراحل طے پانا شروع ہوتے ہیں جب کہ قریب موجود کسی روٹی کھانے والے کے وہم وگمان میں بھی نہیں ہوتا کہ زمین کے اندر اور باہر گندم کے دانہ کی نشوونما کے لئے عوامل کس طرح متحرک ہیں۔

بیج ابتدائی مقداروں میں منظّم ردوبدل کے ساتھ پودے میں تبدیل ہونا شروع ہوتا ہے اور اپنے اندر ذخیرہ شدہ انرجی، مٹی کی آغوش میں دے کر مٹی کی مقداریں جذب کرتا ہے۔ نتیجتاً ننھی کونپل پھوٹ کر

پردۂ خاکی سے اوپر کھلی فضا میں نکلنے کو بے تاب ہوتی ہے جہاں سورج کی تمازت، ہوا کا دباؤ، رفتار اور نمی کا تناسب، زیرِ زمین جڑوں کا پھیلنا اور زمین سے خوراک کو جذب کر کے انتہائی باریک راستوں سے پودے کے ہر حصہ تک پہنچانا، زمین کے اندر نمکیات و معدنیات اور نمی کا تناسب اور کئی پس پردہ عوامل پودے کو جوان کرنے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اس مرحلہ پر جزئیات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ ایک نشست میں بیان کرنا ممکن نہیں۔

بیج سے پودا بننے کا عمل مختلف مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے زمین کی کوکھ سے بیج نمی جذب کرتا ہے یہاں تک کہ جذب کرنے کی مزید گنجائش نہیں رہتی اور بیج پھول جاتا ہے۔ کونپل پھوٹ کر زمین سے باہر، پہلے پتے میں تبدیل ہوتی ہے، پھر دوسرا اور تیسرا پتا، اس طرح نو یا نو سے زیادہ پتے نکل آتے ہیں۔ پتے پہلے نرم و ملائم اور پھر سخت ہوتے جاتے ہیں اور لمبائی میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ پتے مکمل ہونے کے بعد تنے کے بڑھنے اور مضبوطی کا مرحلہ الگ ہے۔ اوپر کے دامن میں بالی بننے کا عمل شروع ہوتا ہے۔ یہ حصہ پتے کے اندر لپٹا ہوا لمبے ابھار کی شکل میں نظر آتا ہے اور تکنیکی اعتبار سے گندم کا پھول ہے۔ پھول — پودے کا وہ حصہ ہے جو پودے کی افزائش نسل کا ذمہ دار ہے کیوں کہ جنسی و تولیدی عمل اس میں انجام پاتا ہے۔

گندم کے پھول کی بارآوری اسی پودے کے نر زردانوں کے مادہ حصہ سے ملاپ سے ہوتی ہے۔ ایک پودے کے نر زردانے دوسرے پودے کے مادہ حصہ سے شاذ ہی ملتے ہیں۔ گندم کی فصل میں جتنی تعداد میں بالیاں ہوتی ہیں، اسی مناسبت سے پودوں کی بارآوری کا عمل انجام پاتا ہے۔ بارآوری کے بعد پھل یعنی دانوں کی پیدائش اور پکنے کا عمل شروع ہوتا ہے جسے چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے نشاستہ دار سفید مائع، بالیوں کے خول دار حصوں میں بھرتا ہے اور نرم پیسٹ کی صورت اختیار کرتا ہے، پیسٹ سخت ہو کر ٹھوس حالت میں آتا ہے اور گندم کے تنے اور پتے سنہری لباس زیبِ تن کر لیتے ہیں۔ دانوں کا چھلکا سخت ہونے کی وجہ سے نشاستہ دار مواد سے الگ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ فصل کی کٹائی اس وقت شروع ہوتی ہے جب دانوں میں نمی کا مخصوص تناسب رہ جائے۔ کسان دانوں کو چبا کر مطلوبہ تناسب کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔

ہر تہذیب میں کٹائی کا وقت تہوار کی صورت میں موجود رہا ہے۔ دانوں کو بالیوں سے الگ کیا جاتا ہے۔ بالیاں اور پودے کے دوسرے حصے عموماً جانوروں کے لئے خشک چارے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! کاشت سے لے کر کٹائی کے عمل میں کتنے لوگ اور عناصر مصروف رہے — یہ ایک مکمل نظام ہے جس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ معاشرہ کے تمام

طبقات وابستہ ہیں جب کہ ابھی نصف راستہ طے ہوا ہے۔ بالیوں سے دانے الگ ہونے کے بعد، پوری فوج حرکت میں آجاتی ہے—مزدور، تاجر، بیوپاری، آمدورفت کے ذرائع اور افراد، ملیں، گندم پیسنے کی چکیاں، تنور وغیرہ۔ گویا تمام معاشی ومعاشرتی نظام حرکت میں آجاتا ہے۔

دیہاتوں میں خواتین گندم کے دانوں کو گھر کے صحن یا چھت پر پھیلا کر سکھاتی ہیں۔ کنکر، تنکے اور جڑی بوٹیوں کے بیج الگ کرتی ہیں جو انتہائی محنت اور توجہ طلب کام ہے۔ صاف گندم کو بوریوں یا مٹی اور لوہے کے بنے گوداموں میں محفوظ کرتی ہیں۔ ملوں میں بھی گندم کی صفائی کا مکمل نظام ہے۔ اس کے بعد پیسنے کا عمل آتا ہے۔ پتھر یا لوہے کی چکیوں میں تسلسل سے دانوں کی مخصوص مقدار ڈالی جاتی ہے۔ آٹا بنانے کے لئے چکی کے دو پاٹوں میں مخصوص رگڑ اور حرارت درکار ہے۔ مقدار کم ہو تو آٹے کے بجائے دلیہ بن جاتا ہے اور زیادہ ہو تو آٹا جل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ مرحلہ سادہ لیکن حساس ہے۔ آٹا بننے کے بعد تھیلیوں اور بوریوں میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ اگلے مرحلہ میں نان بائی یا خاتون خانہ کا کام شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک پہنچنے میں ہزاروں لاکھوں افراد کی شب و روز محنت، قدرت کے بے بہا وسائل، پانی، مٹی، دھوپ، ہوا اور چاندنی— سارے عناصر مل کر روٹی کی تخلیق کرتے ہیں۔

آٹے میں اتنا پانی ملایا جاتا ہے کہ پیسٹ سخت ہو نہ زیادہ نرم۔ گوندھنے کی مناسبت سے اچھی روٹی تیار ہوتی ہے۔ پیڑا بنا کر ہتھیلیوں سے پھیلایا جاتا ہے تاکہ حرارت پہنچے اور روٹی ہر طرف سے ٹھیک پکے۔

حرارت کے معمولی فرق سے روٹی کے اوپر سنہرے، گہرے اور قدرے سیاہ نقش و نگار روٹی کو ایسی شکل عطا کرتے ہیں جسے خوب صورتی کے علاوہ دوسرا نام نہیں دیا جاسکتا۔ پکی ہوئی گرم روٹی کی مخصوص مہک بھوک بڑھا دیتی ہے۔ کیا یہ سب اللہ کی بے نظیر نشانیاں نہیں ہیں—؟

محترم قارئین! تمام مراحل کے ساتھ مدغم انتہائی دل چسپ اور گہرائی سے معمور پہلو— مختلف مرحلوں پر کام کرنے والے افراد کا مزاج ہے۔ ہر مرحلہ کو تخلیق، انتظار، مشقت سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہیں۔ گندم بونے والا کسان اپنے اندر امید، وابستگی، توقع اور توکل کی کیفیات کے ساتھ بیج زمین کی نذر کرتا ہے۔ فصل پکنے تک انتظار کی کیفیت ہوتی ہے۔

اس کے بعد درانتی سے کاٹنے والے مزدور— دم گھوٹنے والا گرد و غبار، موسم کی حدت، پسینہ کی بدبو اور بدن پہ خراشوں کی اذیتیں برداشت کرتے ہیں، پھر گٹھوں کی صورت باندھتے ہیں تاکہ آندھی سے محفوظ رہے۔ مزدوروں کی یہ ٹیم گٹھوں کو تھریشر مشین تک پہنچاتی ہے۔ مشین پہ متعین دو یا تین افراد گٹھوں کو ایک ایک کر کے مشین میں ڈالتے ہیں۔ دانہ اور بھوسا الگ

ہو جاتا ہے۔ بھوسا ڈھیر بن جاتا ہے اور گرد و غبار دور دور تک پھیلتا ہے۔ یہ کام بغیر رکے انجام دیا جاتا ہے تاکہ بارش ہونے سے پہلے کام ختم ہو۔ ورنہ محنت پر پانی پھرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

دانوں کو بوریوں میں بھرنے اور گاڑیوں میں لادنے والے افراد سخت جسمانی مشقت سے گزرتے ہیں۔ پچاس کلوگرام کی ایک بوری پیٹھ پر لاد کر اونچائی پر چڑھنا اور ترتیب سے رکھنا، اس عمل کو بار بار دہرانا، ناتواں جسم کی ہر کل ہلا دینے کے لئے کافی ہے۔

اب تاجر حضرات خرید و فروخت اور جمع تفریق کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہیں یہاں تک کہ دانے چکی تک پہنچ جاتے ہیں۔ پیسنے کا عمل بھی مشقت اور محنت طلب ہے۔ ماحول میں آٹے کے ذرات پھیلنے سے سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ کام کرنے والے افراد کے ہاتھ پاؤں، بدن، کپڑے، بال، پلکیں، بھنویں سب آٹے کے پاؤڈر سے اٹے ہوتے ہیں۔ اس ہیئت کذائی میں یہ کام سرانجام دینا آسان نہیں۔

آٹا گوندھنے والے کا جسم خصوصاً ہاتھ، بازو، کندھے سخت ورزش کے عمل سے گزرتے ہیں۔ نان بائی موسم کے گرم و سرد سے قطع نظر تنور کے انتہائی بلند درجہ حرارت میں تن دہی سے مصروف عمل ہوتا ہے۔ جس بازو سے روٹیاں لگاتا ہے، اس پر کپڑا لپیٹ کر رکھتا ہے تاکہ جھلسنے سے محفوظ رہے۔ عام آدمی کے لئے یہ عمل جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ ایسے میں

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے حضرت بختیار کاکیؒ کے بارے میں فرمایا۔۔۔ایک شخص آپ کے مزار پر گیا۔ دوران فاتحہ اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ پتا نہیں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو میرے آنے کا علم ہے یا نہیں؟ خیال آنا تھا کہ آواز آئی۔۔۔

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

ترجمہ: مجھے بالکل اپنی طرح سمجھو۔۔۔اگر تو جسم سے میرے پاس آئے گا تو میں جان کے ساتھ آؤں گا۔

محض روٹی کھا کے اس کے پیچھے چھپے اک جہاں کو نظر انداز کرنا کس قدر ناقدری ہے۔

خیرالرازقین ہستی چاہتی ہے کہ ہمارا طرز عمل اور طرز فکر اولی الالباب ذہن کے سانچے میں ڈھل جائے تاکہ کائنات کا کوئی مظہر اور گوشہ نظر انداز نہ ہو۔ اللہ کی ہر نشانی ایک نقطہ ہے۔ نقطہ کی گہرائی میں سفر کرنا اولی الالباب ہستیوں کی خصوصیت ہے۔

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ فرماتے ہیں:

''نقطہ کو توڑا جائے بالکل اسی طرح جس طرح ایٹم کو توڑ دیا گیا ہو تو اس کے اندر وہ عجائبات نظر آتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کہا ہے۔

محمد ذیشان

تاج الدین سمندر ہے

تاج الاولیا—شہنشاہ ہفت اقلیم کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ ایک عقیدت مند نے ''باوا'' کہہ کر پکارا تو آپ نے فرمایا، میں تو تیری ماں ہوں رے!

امام سلسلہ عظیمیہ حضور قلندر بابا اولیاؒ کا علی گڑھ میں قیام کے دوران درویشی کی طرف میلان ہوا۔ قلندر باباؒ اپنے نانا، شہنشاہ ہفت اقلیم بابا تاج الدین ناگپوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نانا تاج الدینؒ نے انہیں اپنے پاس روک لیا۔ قلندر باباؒ کے والد کو علم ہوا تو ناگپور گئے اور حضرت بابا تاج الدینؒ سے درخواست کی کہ بیٹے کو علی گڑھ بھیج دیجئے، تعلیم نامکمل رہ جائے گی۔

استادوں کے استاد، واقفِ اسرار و رموز، حاملِ علمِ لدنی بابا تاج الدینؒ نے فرمایا— اگر اس سے زیادہ اسے پڑھایا گیا جتنا یہ اب تک پڑھ چکا ہے تو یہ میرے کام کا نہیں رہے گا۔

حضرت بابا تاج الدینؒ نے نو سال تک ابدال حق کی ہر طرح کی تربیت فرمائی۔ اس زمانہ کے چند واقعات کا تذکرہ اور علمی توجیہ ابدال حق نے کتاب ''تذکرہ تاج الدین باباؒ'' میں فرمائی ہے۔

قارئین کرام! بچپن سے میرے (راقم الحروف) ذہن میں بزرگ ہستی اور ولی اللہ کا جو تصور نقش ہوا، وہ بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا ہے۔ دل کو اس برگزیدہ ہستی سے تعلقِ خاطر ہو گیا جو— بچپن سے لڑکپن اور جوانی میں بھی مستحکم ہے، الحمد للہ۔ جب میں بے انتہا محبت کرنے والی اور شفیق ہستی مرشد کریم حضور اباجی (عظیمی صاحب) سے بیعت ہوا تو ان کی نسبت سے بابا تاج الدینؒ سے قائم رشتہ کو بھی ایک نام ملا— نانا جی!

نانا تاج الدین ناگپوریؒ کی ذات بابرکات مرکز فیض و ہدایات ہے— بے شمار افراد نے آپ کی قربت، تعلیمات اور تربیت سے فیض پایا اور خود شناسی سے گزر کر خدا شناسی کی راہوں پر گام زن ہوئے۔

اس مختصر تحریر میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ وہ کیا اصول ہیں جو اولیاء اللہ کی قربت و تربیت سے منتقل ہوتے ہیں اور مستحکم ہو جاتے ہیں۔

نانا تاج الدینؒ دو بنیادی باتوں پر زور دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اخلاصِ عمل۔ لوگوں کو تکلیف

پہنچانا اور ظلم انہیں سخت ناپسند تھا۔آپ فرماتے ـــ اللہ اللہ کرتے ، اچھے رہتے۔

خدمت میں حاضر ہونے والوں کی فکر و عمل میں خامی کی نانا تاج الدینؒ لطیف پیرائے میں نشان دہی فرماتے اس طرح کہ مخاطب سمجھ جائے اور پردہ پوشی بھی رہے۔

★ ایک صاحب احساس برتری کا شکار تھے، سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا، ہم کسی کو کم نہیں سمجھتے۔ وہ فوراً چونک گئے اور اصلاح کر کے طرزِ عمل تبدیل کیا۔

★ ایک عقیدت مند حاضر ہوا اور عرض کیا، حضور اپنے جیسا بنا دیجیے ـــ نانا تاج الدینؒ نے فرمایا: طلب کی کتاب لے کر آؤ بنا دیں گے۔

★ شفقت کا یہ عالم تھا کہ عقیدت مند نے ''باوا'' کہہ کر پکارا تو فرمایا، میں تو تیری ماں ہوں رے!

نانا تاج الدینؒ محبت کا سمندر ہیں۔ جو آتا ، سیراب ہو کر جاتا۔ اللہ کے دوستوں کا شعار خدمتِ خلق ہے اور مخلوق کو ستانا انہیں قطعی ناپسند ہے۔ عبدالصمد صاحب خواہش لیے خدمت میں حاضر ہوئے کہ کشف عطا ہو جائے۔ نانا تاج الدینؒ بیڑی پی رہے تھے۔ سلگتی ہوئی بیڑی ان کی طرف بڑھائی اور کہا، یہ لو کشف!

عبدالصمد صاحب مطلوبہ دولت لیے واپس ہوئے۔ جس پانی میں ہاتھ ڈالتے ، وہ جاں بہ لب مریض کو بیماری کے منہ سے کھینچ لاتا۔ ایک روز ایک عورت آئی جو مخصوص ایام سے تھی۔ عبدالصمد صاحب نے کہا ـــ

ناپاک ہے، نکال دو!

عورت پریشان حال شکستہ دل ناگپور پہنچی اور شکر درہ کے باہر مولسری کے درخت کے نیچے بیٹھ گئی۔ پچھلے تجربہ کی بنا پر وہ نانا تاج الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہونے سے گھبرا رہی تھی۔ دوسری طرف بیٹے کی زندگی کا سوال تھا۔ ادھر نانا تاج الدینؒ نے فرمایا، جاؤ مولسری کے نیچے وہ بیٹھی ہے، بلا لاؤ۔ عورت حاضر ہوئی اور فاصلہ پر کھڑی ہوگئی، قریب آنے سے ہچکچا رہی تھی۔

فرمایا ـــ قریب آؤ اماں! عبدالصمد ایک لٹیا پانی تھا، گندا ہو گیا ـــ تاج الدین سمندر ہے، یہاں آؤ اماں!

عورت فوراً قدموں کے پاس بیٹھ گئی۔ فرمایا، گھر جاتے ہیں، بچہ کھیلتا ملتا ہے، اچھا رہتا ہے۔

ادھر وہ بامراد واپس ہوئی اور یہاں سراج السالکین نے جائس (جگہ کا نام) کی طرف منہ کر کے فرمایا، Abdul Samad suspended! (عبدالصمد کو معطل کیا گیا)۔ عبدالصمد کی صلاحیتیں سلب ہوگئیں۔

عظیمی صاحب شاگردوں کو نصیحت فرماتے ہیں ـــ مرشد کی طرزِ فکر کے حصول کے لئے یقین، عفو و درگزر، عاجزی، انکساری، اپنی نفی، ہوش و حواس کے ساتھ مرشد کے احکامات پر غور و تفکر ضروری ہے، تفکر اس طرح کہ اپنی ذات کسی بھی طرح سامنے نہ آئے۔ اپنی ذمہ داری کو پہچانیں، آپس میں پیار و محبت سے رہیں، غلط فہمیاں پیدا ہوں تو دور کر لیں، سینوں میں بغض و عناد نہ رکھیں۔ شکایت ہو تو مل بیٹھ کر مسئلہ حل کریں۔ غلطی کا احساس ہو

جائے تو بات کو انا کا مسئلہ نہ بنائیں، معافی مانگ لیں۔ اپنے اندر سمندر کی صفات پیدا کریں۔ سلسلہ عظیمیہ کا مشن چلانے والے تمام اراکین اور عظیمی بہن بھائیوں کو یہ نہیں سوچنا کہ ہم اچھے ہیں۔ اگر یہ سوچ لیا کہ ہم اچھے ہوگئے تو کبھی سمندر نہیں بنیں گے۔ جب ہم اچھے ہیں اور ہمارے اوپر ذرا سی چھینٹ بھی پڑے گی تو ہم کہیں گے کہ یہ کیا ہوا، لاحول ولاقوۃ، کپڑے خراب ہوگئے۔ جب آپ کو سمندر بننا ہے تو دنیا آپ کو کچھ بھی کہے اس کو ہنسی خوشی برداشت کرنا ہے۔ سمندر دنیا بھر کی کثافتیں اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔

سالکین، متلاشیانِ حق اور طالبین سب کی دلی مراد نانا تاج الدینؒ کی ایک نظر سے پوری ہوجاتی۔ آپ کے فیض کی تقسیم دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی جاری ہے۔ بابا تاج الدینؒ کے ہاں مروجہ طرزوں میں بیعت وارشاد کا طریقہ رائج نہ تھا۔ لوگ حاضر ہوتے اور آپ کسی کو کم کھانے کا حکم دیتے تو کسی سے کہا جاتا کہ خوب کھاؤ۔ کسی کو خلوت نشیں کردیتے اور کسی کو جلوت میں رہنے کا حکم ملتا۔ شفقت ومحبت کے پیش نظر فیض یافتگان کو نانا تاج الدینؒ کے بچے کہا جاتا تھا۔

ابدال حق فرماتے ہیں کہ انسان علی شاہؒ، نانا تاج الدینؒ کے فیض یافتہ تھے اور ان کے سوچنے کی طرزیں ناناؒ سے ملتی تھیں۔ نانا تاج الدینؒ کی حیات میں ترکِ وطن کرکے شکردرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ نانا تاج الدینؒ نے انسان علی شاہؒ سے فرمایا کہ اگر تم ناگپور سے مدراس تک بھیک مانگتے جاؤ اور واپس آؤ تو میں تمہیں بیعت کرلوں گا۔ انسان علی شاہؒ صاحبِ ثروت تھے، حکم پر عمل کیا اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔ نانا تاج الدینؒ نے آپ کو ''انسان'' کا نام دیا۔

''طالب علم کے اندر جب تک اپنی انا کا علم موجود ہے وہ آسمانی علوم نہیں سیکھ سکتا۔ مسلمان جب کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں تو پہلے نفی کرتے ہیں پھر اللہ کا اقرار کرتے ہیں۔ لا الٰہ کوئی معبود نہیں—الا اللہ مگر اللہ۔ اس کی عام تفسیر تو یہ ہے کہ حضورؐ کی بعثت کے زمانہ میں بتوں کی پوجا ہوتی تھی، لوگ بتوں کو خدا مانتے تھے۔ لا الٰہ کا مفہوم یہ ہوا کہ بت معبود نہیں مگر اللہ معبود ہے۔ باریک بینی اور غیر جانب دار طرز فکر سے غور کیا جائے تو اس کی تشریح یہ ہوگی کہ لا الٰہ ہمارے شعوری علوم کے احاطہ میں اللہ کے جاننے کی جو طرز ہے ہم اس کی نفی کرتے ہیں اور اللہ کو اس طرح یقین کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں جس طرح اللہ خود کو اللہ کہتا ہے۔ حضرت محمدؐ اللہ کے پیغامبر ہیں۔ محمد رسول اللہؐ نے اللہ کو جس طرح جانا اور جس طرح بتایا ہم اسی طرح اللہ کو تسلیم کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ پہلے ہم نے اپنے علم کی نفی کی پھر علم کا اثبات کیا۔ علم کی نفی کی تو اپنی نفی کی اور جب اپنی نفی کی تو اللہ کے سوا کچھ باقی نہ بچا۔''

(کتاب: نظریہ رنگ ونور)

مریم بی اماںؒ جب ملاقات کے لئے حاضر ہوئیں تو

نانا تاج الدینؒ نے فرمایا، ہم تو ایک عرصہ سے تیرا انتظار کر رہے تھے۔ یہ کہہ کر انہوں نے مریم بیؒ کے دونوں ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ دیں اور کہا، روزانہ آیا کر!

مریم بی اماںؒ روزانہ پھاٹک کے باہر مخصوص جگہ پر کھڑے ہو کر ان کی جانب متوجہ رہتیں ۔ رفتہ رفتہ محویت میں اضافہ ہوا اور استغراق پیدا ہوا۔

ایک روز نانا تاج الدینؒ انہیں لے کر کنہان ندی کے اطراف ویران جگہ پہنچے جو جنگلی جانوروں کی گزرگاہ تھی، حکم دیا کہ یہاں بیٹھ جاؤ اور بلا اجازت نہ اٹھنا۔ آپ بیٹھ گئیں اور نانا تاج الدینؒ واپس چلے آئے۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔عقیدت مند حیران تھے کہ نانا تاج الدینؒ نے ایک ہفتہ کچھ کھایا نہ پیا۔

ایک ہفتہ بعد حجرہ سے باہر تشریف لائے اور بلند آواز سے پکارنا شروع کیا— کچھمن وا کوڑیا! کچھمن وا کوڑیا! مجمع میں سے ایک شخص فوراً سامنے آیا۔

فرمایا، اماں مریم جنگل میں تیرے کھیت کی طرف موجود ہیں، جا انہیں کھانا کھلا اور خدمت کر!

وا کوڑیا نے کھانا تیار کروایا اور مریم بی اماںؒ کی تلاش میں نکلا ۔ جھاڑیوں کے جھنڈ میں موجود پایا۔ وا کوڑیا نے کہا، بابا صاحبؒ کے حکم پر کھانا لایا ہوں۔ انہوں نے کھانا کھایا۔ لوگ کہتے ہیں کہ وا کوڑیا کے جانے کے کافی دیر بعد نانا تاج الدینؒ نے کھانا منگوایا اور ایک ہفتہ کے بعد پہلا لقمہ منہ میں ڈالا۔

مریم بی اماں صاحبہؒ فرماتی ہیں کہ برسوں کی ریاضت کو بابا تاج الدینؒ نے ازراہ عنایت و شفقت دنوں میں طے کروایا، جلد ہی مجھ پر باب ولایت کھول دیا اور قربت میں رہنے کا شرف عطا ہوا۔

محمد عبد العزیز عرف نانا میاںؒ فرماتے ہیں کہ میں اکثر بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں میلاد شریف پڑھتا تھا۔ ایک دن انہوں نے فرمایا — کتاب لا!

کتاب لے کر آیا تو ایک صفحہ کھول کر بطور نشانی لکڑی کی سینخ (تنکا) اس پر رکھ دی اور فرمایا، یہ تمہارا ترک ہے! الفاظ سنتے ہی ترکِ دنیا کا خیال آیا اور گوشہ نشین ہونے کا ارادہ کیا۔ ذہن میں ہر وقت یہی خیالات رہتے۔ چند دن بعد بابا تاج الدینؒ نے دوبارہ کتاب طلب کی اور اس پر لکھا— چالیس، پچاس، ساٹھ، ستر!

کتاب واپس دیتے ہوئے فرمایا— ترک کو سمجھو!

اگلے روز روحانی تصرف کے ذریعے سمجھایا کہ ترک کیا ہے اور میں سمجھ گیا کہ ترک، دنیا کو چھوڑ دینے کا نام نہیں بلکہ ان خیالات سے نجات حاصل کرنے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

محمد عبد العزیزؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ان دنوں ذہن مسائل سے متاثر تھا اور ہر وقت الجھا رہتا۔ بابا صاحبؒ تشریف لائے اور فرمایا— حضرت! پنجرہ سے کبوتروں کو اڑا دو! ذہن میں الفاظ کے معانی آئے کہ انہوں نے میرے دل کو پنجرہ کہا اور خیالات کو کبوتروں کے ہم معنی

قرار دیا جو ہر وقت دل میں گشت کرتے رہتے تھے۔ پنجرہ سے کبوتر اڑا دینے کا مطلب یہ تھا کہ میں منتشر خیالات سے ذہن ہٹا کر یکسو ہو جاؤں۔

شاگرد کریم باباؒ روحانیت سیکھنے کے لئے آسان نسخہ کی تلاش میں تھے۔ کسی کے کہنے پر قبرستان جا کر عمل شروع کیا، تیسرے دن کان میں نانا تاج الدینؒ کی خفگی بھری آواز آئی۔ فوراً خدمت میں حاضر ہوئے۔

فرمایا، کیوں رے کون بولا بڑے بڑے پہاڑاں کھودنے کو ـــ یہ ماچس لے۔ بابا کریمؒ نے ماچس لی۔

فرمایا، کاہے کو رے ادھر ادھر ڈھونڈتا ہے۔

دل میں عرض کیا، حضور میں سمجھ نہ سکا آپ کیا فرما رہے ہیں۔ خیال آتے ہی زور سے طمانچہ رسید کیا اور غصہ میں فرمایا، ذہن چراتا ہے۔ انہوں نے شال لے کر ایک سرا اپنے ہاتھ میں لیا اور دوسرا میرے ہاتھ میں دے کر فرمایا، بچھا یہ ہے دکان ـــ

مثنوی ما دکانِ وحدت است

وحدت اندر وحدت اندر وحدت است

ماچس عنایت فرما کر تعلیم دی کہ جس طرح ماچس میں روشنی موجود ہے اسی طرح تیرے اندر اللہ کا نور موجود ہے ـــ اللہ کو باہر نہیں اپنے اندر تلاش کر!

کریم باباؒ کے واقعہ کی توجیہ کے لئے عظیمی صاحب کی تحریر پیش خدمت ہے جس میں انہوں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہے ـــ ''دیکھا کہ ہڈیوں کا پنجرہ ہوں۔ ہڈیوں کے صندوق نما پنجرہ میں بہت سارے خانوں میں بہت سارے اعضا ہیں۔ ہر عضو اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ دیکھا کہ میں ہر خانہ میں سے گزر کر دماغ میں اتر گیا ہوں۔ دماغ میں چھوٹے چھوٹے کھربوں خانے ہیں۔ ہر خانہ میں اللہ کی رسی کی ایک صفت جلوہ گر ہے۔

شوق ہوا کہ اپنی تخلیقی صفات دیکھوں اور یہاں سے وہ صلاحیت اٹھا لوں جو آسمانوں میں پرواز کراتی ہے۔ تخلیقی پرواز کی صلاحیت کو چھوا بھی نہیں تھا کہ صلاحیت بولی ـــ آسمانوں اور زمین پر اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈنے والے دوست! اللہ تعالیٰ تو بندہ کے اندر ہے۔

میں نے کہا، یہ اندر ہی تو ہے جس میں اس وقت میں چل پھر رہا ہوں۔ بارہ کھرب خلیوں میں سے ایک خلیہ گویا ہوا ـــ اس اندر کے اندر ایک اور اندر ہے جو دراصل تیرا اندر ہے ـــ وہاں اللہ ملے گا۔

احساس ہوا کہ میں صدیوں پیچھے ماضی میں چلا گیا ہوں۔ ماضی کے ریکارڈ میں دیکھا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ عرش پر گھوم پھر رہے ہیں۔ انہوں نے فرشتوں کو اس حال میں دیکھا کہ ایک گروہ سجدہ میں ہے، دوسرا قیام اور تیسرا گروہ رکوع میں ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے پوچھا: اے فرشتو! مجھے اللہ تعالیٰ کی تلاش ہے، سنا ہے اللہ تعالیٰ عرش پر رہتے ہیں۔ تم جو سجدہ کر رہے ہو بتاؤ اللہ تعالیٰ کہاں ہیں؟

فرشتوں نے جواب دیا، ہمیں آواز آئی ہے ـــ

”اس وقت ہم بایزید کے دل میں ہیں۔“

عظیمی صاحب فرماتے ہیں کہ میں سراسیمگی کے عالم میں بہت تیزی کے ساتھ دماغ میں سے نکل کر دل میں آ گیا۔ دل جو خون کا لوتھڑا ہے ــــ دل میں وہ سب دیکھا جو میڈیکل سائنس نے ہمیں بتایا ہے مگر جب وہاں اللہ نظر نہیں آیا تو اداس ہو گیا ـــ ایک دم جھما کا ہوا، دل کے اندر ایک اور دل دیکھا جو گوشت کے لوتھڑے کی طرح تو تھا مگر نور کا بنا ہوا تھا۔ نور کے اس دل میں ایک سیڑھی دیکھی جو اوپر سے نیچے تھی۔ سیڑھی میں بائیس خانے دیکھے ــــ جلدی جلدی سیڑھی سے نیچے اترتا چلا گیا۔ ہر خانہ میں ایک کائنات دیکھی۔ بالآخر اکیسویں خانہ سے نیچے اترا تو میرے اوپر نیند غالب آ گئی۔ پتہ نہیں میں بے ہوش ہو گیا یا سکتہ طاری ہو گیا تھا، میں حواس کھو بیٹھا تھا۔

صبح دم جب دروازۂ خاور کھلا، شعور بحال ہو گیا۔ آنکھیں کھلیں تو محسوس ہوا نشے میں ہوں، پتلیوں پر سرور کے ہزار ہا خوش نما ہالے بنتے پھیلتے نظر آئے اور اللہ کے فضل و کرم سے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل بیان ہے۔“

محترم عظیمی صاحب کو شہنشاہ ہفت اقلیم بابا تاج الدینؒ سے فیض منتقل ہوا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ـــ

”مراقبہ میں دیکھا کہ دماغ کے خلیات چارج ہو گئے ہیں۔ بجلی کی رَو دماغ سے کمر کی طرف جارہی ہے اور جسم سنہری روشنی کا بنا ہوا ہے۔ بابا تاج الدینؒ کی زیارت ہوئی، فرمایا تین باتوں کا خاص طور سے خیال رکھ!

۱۔ ذہن جنس کی طرف مائل نہ ہو۔

۲۔ گفتگو کم سے کم اور مخاطب کی صلاحیتوں کے مطابق کر۔

۳۔ کسی راز کی حقیقت کو ظاہر نہ کر۔

بابا تاج الدینؒ نے میرے سر پر پھونک ماری۔“

پھول کا ہار، کتاب اور ایک روپیہ

بابا تاج الدینؒ کے ایک مرید قاضی امجد علی صاحبؒ کی عمر 28 سال ہوئی تو بابا صاحبؒ نے پھول کا ہار، ایک کتاب اور ایک روپیہ عنایت کر کے فرمایا ــــ حضرت! سنت کی پیروی کرتے جی، جا کو آؤ۔ قاضی امجد علی صاحبؒ پھوپھی کے پاس ناندورہ پہنچے تو وہ آپ کی شادی کے لئے منتظر تھیں۔ مرشد کے حکم کی تعمیل میں قاضی صاحب رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔ شادی کے دو سال بعد بابا تاج الدینؒ نے شاگرد قاضی امجد علیؒ سے فرمایا، بہت کھانے لگا رے، آج سے تیرا کھانا بند۔ تین کپ کالی چائے پیتے، اچھے رہتے۔ نوے دن کے بعد بابا صاحبؒ نے فرمایا، اب تو صحیح ہو گیا رے، کھاتے پیتے، اچھے رہتے۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

حضرت الیسعؑ بہت بوڑھے ہوگئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں اور میں اس شخص کو مقرر کروں گا جو مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے گا۔

ذوالکفل کا لفظی ترجمہ ''صاحبِ نصیب'' ہے۔

قرآن کریم کی دو سورتوں ''صٓ'' اور ''الانبیآء'' میں حضرت ذوالکفلؑ کا ذکر آیا ہے۔

''اور اسماعیلؑ اور ادریسؑ اور ذوالکفلؑ سب صبر کرنے والے تھے۔ ہم نے انہیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لیا۔ یقیناً وہ صالحین میں سے تھے۔''

(الانبیآء: ۸۵۔۸۶)

''اور یاد کرو اسماعیلؑ ، الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کے واقعات اور یہ سب نیکوکار تھے۔'' (صٓ: ۴۸)

حضرت الیسعؑ بہت بوڑھے ہوگئے تو آپ نے بنی اسرائیل کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ میں اپنا جانشین مقرر کرنا چاہتا ہوں اور میں اس شخص کو مقرر کروں گا جو مجھ سے تین باتوں کا عہد کرے گا۔ اول یہ کہ دن بھر روزہ رکھے گا، دوم شب بیداری کرے گا اور اللہ کی عبادت کرے گا، سوم کبھی بھی غصہ نہیں کرے گا۔

آپ کی تینوں شرائط سننے کے بعد مجمع میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہوا۔ اس نے کہا میں حاضر ہوں ۔ اس کے بعد حضرت الیسعؑ نے محفل برخاست کردی۔

دوسرے دن آپ نے پھر لوگوں کو اکٹھا کیا اور اپنی تینوں شرائط دہرائیں، اس دن بھی وہی شخص کھڑا ہوگیا۔ آپ نے اس شخص سے کہا کہ اچھی طرح سوچ لو کہ تم شرائط کی پابندی کرسکوگے یا نہیں۔ اس نے اقرار کیا۔ آپ نے اس روز بھی محفل برخاست کردی اور تیسرے روز پھر لوگوں کو جمع کیا اور تیسری بار بھی وہی شخص کھڑا ہوا۔ تب آپ نے اسے اپنے جانشین کے طور پر منتخب کرلیا۔ وہ شخص حضرت ذوالکفلؑ تھے۔

حضرت ذوالکفلؑ کا معمول تھا کہ دن رات میں صرف تھوڑی دیر کے لئے دوپہر میں سوتے تھے۔ غصہ سے ہمیشہ اجتناب کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ شیطان ہر وقت آپ کی تاک میں لگا رہتا تھا۔ ایک دن وہ مفلوک الحال بوڑھے کی صورت میں دروازہ پر پہنچ گیا۔ یہ آپ کے سونے کا وقت تھا۔ شیطان نے دستک دی تو آپ باہر تشریف لے آئے۔ ابلیس نے آپ سے کہا کہ میری

قوم نے مجھ پر ظلم کر رکھا ہے اور داستان ظلم کو اتنا طویل کر دیا کہ سونے کا وقت ختم ہوگیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اب تم جاؤ شام کو آنا لیکن ابلیس شام کو تو آیا نہیں بلکہ دوسرے دن عین قیلولہ کے وقت آ گیا اور آپ کو باتوں میں الجھالیا۔ اس روز بھی سونے کا وقت ختم ہوگیا۔ آپ نے اسے پھر شام کے وقت بلوایا مگر وہ تیسرے روز بھی قیلولہ کے وقت آ گیا۔

حضرت ذوالکفلؑ نے اپنی بیگم سے کہا کہ اب کوئی بھی آئے مجھے جگانا نہیں۔ چناں چہ جب ابلیس نے دستک دی تو اہل خانہ نے منع کر دیا۔ ابلیس نے مکاری سے کام لیا اور کہا کہ مجھے حضرت نے وقت دیا ہے اور ایک نہایت ضروری بات کرنی ہے لیکن آپ کی بیگم نے منع کر دیا۔

جب بات نہ بنی تو شیطان اپنی ابلیسی قوتوں سے حضرت ذوالکفلؑ کے کمرے میں آ گیا۔ آپ بیدار ہوگئے اور اس کو کمرے میں دیکھ کر آپ نے پوچھا، تو ابلیس ہی ہے نا۔ ابلیس نے کہا، ہاں میں اور میری ذریت آپ پر قابو نہ پاسکی۔ میں نے چاہا کہ آپ کو طیش دلادوں اور اس عہد میں ناکام بنادوں جو آپ نے حضرت الیسعؑ سے کیا تھا لیکن کامیاب نہیں ہوا۔

حکمت: اس واقعہ میں یہ سبق ملتا ہے کہ شیطان ہمارا ہر حال میں دشمن ہے۔ وہ نبیوں کے تعاقب میں بھی رہتا ہے اور انہیں بھی بہکانے کی تدبیر کرتا ہے۔ حضرت ذوالکفلؑ تھوڑی سی دیر کے لئے سوتے تھے۔ شیطان نے سوچا کہ اگر ان کی نیند خراب کردی جائے تو ان کے اعصاب میں اضمحلال پیدا ہوجائے گا اور وہ اپنے عہد کو برقرار نہیں رکھ سکیں گے اور جب اس کا بس نہ چلا تو ابلیسی قوت سے ان کے کمرے میں گھس گیا۔ شیطان کی تدبیر اور اس کا مکر خود اس کے لئے ذلت اور رسوائی کا سبب بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے دوست کی حفاظت فرمائی۔

تین شرائط پر تفکر کرنے سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ روزہ کی جزا میں خود ہوں۔ یعنی روزہ رکھنے والے کے حواس اتنے نفیس اور لطیف ہوجاتے ہیں کہ وہ بحکمِ الٰہی تجلی ذات کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔

۲۔ شب بیدار بندے قرب الٰہی سے سرشار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو سورۃ مزمل شریف میں اللہ کی طرف رجوع کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیا ہے۔

"اے کپڑے میں لپٹنے والے قیام کر رات کو مگر کم۔ آدھی رات یا اس سے کم کردے تھوڑا یا زیادہ کر اس پر اور کھول کھول کر پڑھ قرآن کو صاف۔" (المزمل: ۱-۴)

۳۔ رب کائنات کا ارشاد ہے، "جو لوگ غصہ نہیں کرتے اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اللہ ایسے احسان کرنے والے بندوں سے محبت کرتا ہے۔" اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غصہ کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

شاندار نتائج، اسکالرشپ

روزانہ ٹیسٹ کا نظام

کم فیسوں میں اعلیٰ معیار تعلیم

کامرس گروپ میں بورڈ میں پوزیشن

F.A / B.A / B.Ed / M.A / M.Sc / M.Phil
I.Com / B.Com / M.Com / L.L.B / Ph.D

کوٹلی بہرام، گوہد پور روڈ سیالکوٹ

052-4000100 / 0345-7120100

facebook : edutech sialkot, Email : edutechskt@gmail.com

5 DAYS SATISFACTION GUARANTEED
یقیناً گورا کرے!
وائٹ فلیم
بیوٹی کریم اینڈ فیس واش
White Flame
Beauty Cream
White Flame
صرف چند دنوں میں رنگت کو دلکش، خوبصورت اور گورا بنائے۔
کیل مہاسوں، چھائیوں اور داغ دھبوں کا خاتمہ کر کے جلد کو نئی تروتازگی بخشتی ہے۔
آنکھوں کے گرد سیاہ حلقوں کا خاتمہ کر کے جلد کو قدرتی تازگی فراہم کرتی ہے۔
جلد کی جھریوں کو ختم کر کے جواں اور خوبصورت بناتی ہے۔
Stockist
Azeemi Medical Store
Densohal Karachi 021-32439104
A Product of
White Flame Cosmetics
Marketed by
NIMSA TRADERS
0344-3311313, 0335-3311313

زمین و آسمان کے کنارے

جنات کی دنیا ایسی دنیا ہے جو ہماری زمین کے گلوب کی حدود میں ہے اور زمین سے تقریباً دس لاکھ چھپن ہزار فٹ خلا میں جنات کی حدود شروع ہو جاتی ہے۔

تجسس کا محرک دماغ کو قرار دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ دماغ میں تجسس کا محرک کیا ہے — ؟ اس حوالہ سے یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے۔ جو شے تجسس کو تحریک دیتی ہے ابدال حق قلندر بابا اولیاؒ نے اسے ''انا'' کے نام سے روشناس کرایا ہے۔ جس کو زندگی کہا جاتا ہے وہ دراصل انا کی تحریک ہے۔ انا حقیقت تک رسائی کے لئے درکار طرز مشاہدہ ہے اور اس کی وسعت لامحدود ہے۔ انا کا سورس روشنی کے اجزا ہیں۔ محققین معلوم مادی مرکبات کو 135 بنیادی عناصر کی ترکیب بتاتے ہیں، اسی طرح ''انا'' کی ترکیب یا کمپوزیشن میں 11,000 روشنی کی صفات ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے تجربہ و مشاہدہ میں ''انا'' کا قانون ملتا ہے کہ اس میں تغیر نہیں۔ ''انا'' کے علاوہ کسی بھی قسم کے ذرائع استعمال کئے جائیں، سب میں شکوک وشبہات ہیں۔ شک مرض ہے جو شاخ در شاخ پھیلتا ہے جب کہ حقیقت ایک ہوتی ہے۔ ایسے میں شک گم راہی کے سوا کچھ نہیں۔

کراچی سے جناب احمد بلال نے اپنے سوال میں سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر ۳۳ کا حوالہ دیا ہے جس میں خالق کائنات اللہ نے جن وانس سے فرمایا ہے:

> ''اے گروہ جن و انس ! تم زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہو تو نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔'' (الرحمٰن: ۳۳)

یہاں چار بنیادی نکات ہیں:

★ پہلا نکتہ یہ ہے کہ آیت میں دو مخلوقات کو مخاطب کیا گیا ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ارادہ و اختیار عطا فرمایا ہے۔ جن وانس کی ساخت میں ایسے عناصر موجود ہیں جن کی مدد سے وہ زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہیں۔

★ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ باطنی علوم کے ماہرین کے مطابق، زمین اسکرین ہے جس پر کائنات کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ جیسے سینما یا پروجیکٹر کی اسکرین پر ویڈیو کا ڈسپلے ہونا جس میں مختلف کردار و واقعات تسلسل کے ساتھ اسکرین پر منعکس ہوتے ہیں۔ قارئین اس نکتہ

پر غور کرسکتے ہیں کہ زمین (ارض یا اسکرین) کے کناروں سے نکلنے کا مطلب کیا ہے ___؟

★ تیسرا نکتہ یہ ہے کہ سمٰوٰت ایسا زون (ایک جال یا matrix) ہے جہاں سے اطلاعات کا نزول ہوتا ہے۔ مثلاً پانی کا نزول، لوہے کا نزول وغیرہ۔ آسمان کے کناروں سے نکلنے کا مطلب کیا ہے ___؟

★ چوتھا نکتہ سلطان سے متعلق ہے ۔سلطان صلاحیت ہے جس سے واقفیت سے انسان اور جنات سمٰوٰت اورارض کے کناروں سے نکل سکتے ہیں۔

کتاب ''محمد رسول اللہؐ جلد دوئم'' میں جنات کے محل وقوع سے متعلق تحریر ہے:

''جنات کی دنیا ایسی دنیا ہے جو ہماری زمین کے گلوب کی حدود میں ہے اور زمین سے تقریباً دس لاکھ چھپن ہزار فٹ خلا میں جنات کی حدود شروع ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے بہت بڑی زمین کے رقبہ پر چھت ڈال دی جائے اور چھت پر کھیتی باڑی بھی کی جائے، مکان بھی بنائے جائیں، درخت بھی لگائے جائیں، وہاں مخلوق بھی آباد ہو۔ چھت پر موجود مخلوق کو نہ تو زمین سے انسان دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی چھت پر سے جنات انسان کو دیکھ سکتے ہیں۔''

یعنی جنات کا محل وقوع ہماری زمین کے گلوب میں ہمارے محل وقوع سے تقریباً 320 کلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''کیا دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہ بہ تہ بنائے۔'' (نوح:۱۵)

قارئین ! سورۃ الرحمٰن کی آیت کی روحانی تشریح کے لئے کتاب ' محمد رسول اللہؐ جلد دوئم' میں عنوان ''پہاڑ نے حکم مانا'' کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔

احمد بلال صاحب کے سوال کے بعد ہبل دوربین کی تیکنیکی خصوصیات کا ذکر جاری رکھتے ہیں۔ کسی بھی قسم کے برقی (الیکٹرانک) آلہ کو فعال رکھنے کے لئے مسلسل برقی توانائی کی ضرورت ہوتی ہے۔

مصنوعی سیارچوں کی مانند ہبل فلکی دوربین بھی برقی توانائی سورج سے حاصل کرتی ہے۔ ہبل دوربین زمین کے گرد تقریباً شمالاً جنوباً محو گردش ہے اور زمین سورج کے گرد محو گردش ہے اس وجہ سے زمین پر دن اور رات بنتے ہیں۔ زمین کا جو حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے وہ روشن ہو جاتا ہے، جب کہ وہ حصہ جو سورج سے اوجھل ہوتا ہے وہاں تاریکی ہوتی ہے۔ سورج کی روشنی میں ایسے ذرّات ہیں جو روشنی کی رفتار سے سولر سیل سے ٹکراتے ہیں اور سیل میں موجود برقی ذرّات (الیکٹران کے بہاؤ) کو متحرک کر دیتے ہیں۔ اس طرح شمسی توانائی سے برقی توانائی حاصل ہوتی ہے۔

ہبل دوربین پر نصب سولر سیل سورج کی روشنی کو برقی توانائی میں بدل دیتے ہیں۔ یاد رہے کہ دوران گردش ہبل دوربین ایسے زون سے گزرتی ہے جب اس کے اوپر زمین کا سایہ آجاتا ہے یعنی سورج اوجھل ہو جاتا ہے ایسے میں برقی توانائی اسٹور شدہ بیٹری سے فراہم

کی جاتی ہے۔ یہ عمل گھروں میں استعمال ہونے والے UPS کی مانند ہے۔ جب بجلی کی فراہمی میں تعطل ہوتا ہے تو بیٹری اور یو پی ایس یا انورٹر پر مشتمل نظام سے بجلی کی فراہمی جاری رہتی ہے جس سے بلب، پنکھے اور پانی کی موٹر وغیرہ فعال رہتے ہیں۔ بجلی کی فراہمی بحال ہوتی ہے تو انورٹر میں نظام بیٹری چارج کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح جب ہبل دوربین دوبارہ سورج کے سامنے آتی ہے تو سولر سیل پھر سے برقی توانائی فراہم کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ برقی توانائی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، ایک حصہ دوربین کے برقی نظام کو فعال رکھتا ہے اور دوسرا یو پی ایس یا انورٹر کی بیٹریوں کو دوبارہ چارج کرنا شروع کر دیتا ہے۔ بیٹریاں مخصوص قسم سے تعلق رکھتی ہیں اس لئے ان کا فعالی دورانیہ کئی سال پر محیط ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 1990ء سے آج تک ہبل خلائی دوربین زمین کے گرد محوِ گردش ہے۔

گزشتہ قسط میں شکل نمبر 11 میں ہبل فلکی دوربین کے تین بڑے حصے دکھائے گئے ہیں۔ عام اسکول بس کی طوالت کے برابر تقریباً 45 فٹ لمبی ٹیوب میں ہبل دوربین کا بصری نظام اور کمپیوٹر نصب ہے جب کہ سولر سیل پرندوں کے پروں کی مانند پھیلے ہوئے ہیں۔

دوربین سے حاصل ہونے والے فلکی مشاہدات کی زمین پر موجود اسٹیشن کو ترسیل بھی ضروری ہے۔ نشریاتی رابطہ کے لئے ابتدا میں ہبل دوربین میں صرف ایک ریڈیو استعمال کیا جاتا تھا جس کے ذریعے مشاہدات اور ہدایات ترسیل اور موصول کی جاتی تھیں۔ ٹیکنالوجی میں ترقی کے ساتھ ایسے ٹرانسپانڈر (بیک وقت ترسیل و وصولی کا کام کرنے والا ریڈیو) تیار کئے گئے جو حجم (سائز) میں انتہائی چھوٹے تھے۔ ان میں Huges کمپنی کے ٹرانسپانڈر (Transponder) خلائی مشن کے لئے موزوں ثابت ہوئے۔ بتایا جاتا ہے کہ اگلے خلائی مرمتی مشن کے دوران دیگر سائنسی آلات کے ساتھ اس کمپنی کے ایسے ٹرانسپانڈر استعمال کئے گئے جو بیک وقت تصاویر و فلم کو ترسیل اور موصول کر سکتے تھے۔ یہ وہی سیٹیلائٹ ٹی وی کمپنی ہے جو اپنے مصنوعی سیارچوں کی مدد سے جنوبی ایشیا میں اسٹار ٹی وی کے نام سے متعدد چینل نشر کرتی ہے۔

کثیر تعداد میں ٹرانسپانڈر لگانے سے ہبل فلکی دوربین سے حاصل ہونے والی تصاویر کے حوالہ سے دو اہم پیش رفت ہوئیں۔ پہلی یہ کہ اس دوربین کے مشاہدات کی عکس بندی شبیہوں اور فلم کی صورت میں براہ راست زمینی اسٹیشن کو ترسیل کر دی جاتی ہے۔ اس طرح ہبل کو مسلسل طویل دورانیہ کے لئے ایک رخ پر رکھنے کا مسئلہ حل ہو گیا اور کم وقت میں زیادہ سے زیادہ خلائی میدان کی عکس بندی ممکن ہوئی۔

خلائی مشاہدات کی جانچ پڑتال کے لئے ہبل دوربین پر نصب کمپیوٹر کو میموری درکار ہوتی ہے۔ ٹرانسپانڈر کی

تنصیب سے دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ تصاویر کو عارضی طور پر میموری میں محفوظ کرنے کے بجائے براہ راست نشر کیا جاتا ہے، اس طرح خلائی دوربین میں نصب شدہ کمپیوٹر کی فعالیت کے لئے درکار یادداشت یا میموری کے حجم (سائز) میں اضافہ ہوا جو — اب زیادہ تر کمپیوٹر کے حسابی عمل میں استعمال ہوتی ہے۔ جب کمپیوٹر حسابی عمل نہیں کرتا تو اس دوران میموری فعال نہیں ہوتی۔ میموری میں عام طور پر برقی توانائی کی کثیر مقدار خرچ ہوتی ہے۔ میموری فعال نہ ہونے سے ہبل دوربین میں برقی توانائی کی بچت ہوتی ہے۔ میموری کے ساتھ ایک اور مسئلہ یہ ہے کہ جتنی زیادہ استعمال ہوتی ہے، خراب ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ زمین سے دور خلا میں چھ سو کلومیٹر پر ہبل دوربین میں میموری کی تبدیلی اتنی جلدی ممکن نہیں۔ نئے ٹرانسپانڈر کے اضافہ سے جہاں توانائی کی کثیر مقدار میں بچت شروع ہوئی، وہیں میموری کی زندگی کا دورانیہ بھی بڑھ گیا۔ اب کمپیوٹر کی میموری کو ہر سروسنگ مشن میں بدلنے کی ضرورت نہیں۔

سلیکان ٹیکنالوجی میں گزشتہ دو دہائیوں میں ترقی کے دوران ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ پوری دوربین کو ایک کمپیوٹر کے بجائے کئی چھوٹے چھوٹے کمپیوٹروں سے کنٹرول کیا جاتا ہے یعنی دوربین کی محوری گردش، اس کا خلا میں توازنی نظام، آئینہ و عدسوں پر مشتمل بصری نظام، زمینی اسٹیشن سے رابطہ کا نظام — غرض سب الگ الگ کمپیوٹر سے کنٹرول ہو رہے ہیں۔ کمپیوٹر کا یہ جال یا نیٹ ورک مرکزی کمپیوٹر سے منسلک ہوتا ہے جو کل نظام میں ہم آہنگی کو یقینی بناتا ہے۔ خلائی وسعتوں میں جو روشنی ہمیں تاروں کی مانند دکھائی دیتی ہے یا ہبل کے آئینہ و عدسوں کے نظام سے ہم تک پہنچتی ہے وہ بہت سی روشنیوں کا مجموعہ ہے۔ یعنی بہت سی طول موج کی روشنیاں مل کر ہبل کے آئینہ پر شبیہ بناتی ہیں۔ یہ طول موج فلکی اجرام کی مادی خصوصیات کو ظاہر کرتی ہیں۔ ہر طول موج کا جدا جدا تجزیہ ہمیں فلکی اجرام کی ماہیت سے متعلق کثیر الجہتی اطلاعات فراہم کرتا ہے۔

مختصراً روشنی کی شعاعیں بالآخر ہبل کے سینٹرل کمپیوٹر میں نصب کیمرے میں داخل ہو جاتی ہیں جہاں روایتی کیمرے کی سیلولائیڈ (celluloid) فلم کے برعکس — چارج بردار حساس فلم ہوتی ہے۔ یہ برقی فلم اپنی ماہیت میں الگ ہے کیوں کہ اس سے موصول ہونے والا ہر عکس براہ راست برقی سگنل کی مانند ہوتا ہے۔ شبیہ میں موجود طول موج کے مختلف زون (رنگ) برقی فلم میں مختلف برقی رو پیدا کرتے ہیں۔ چوں کہ کمپیوٹر برقی اطلاعات پر کام کرتا ہے اس لئے برقی فلم کی اطلاعات براہ راست کمپیوٹر پراسیسنگ میں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ اس طرح کی برقی فلم کو CCD کہا جاتا ہے جو آج کل کے ڈیجیٹل اور موبائل فون کے کیمروں میں پائی جاتی ہے۔ (آخری قسط)

محمد عاصم بیگ

مٹی کی تخلیق ــــ آدمی

محققین کا ایک طبقہ بچوں کے مٹی کھانے کو بیماری سمجھتا ہے جب کہ ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ بچوں کے صحت مند رہنے کے لئے مٹی میں کھیلنے اور ایک حد تک مٹی کھانے کی اجازت ہونی چاہئے۔

زمین اور اس میں مظاہرات پر غور کریں تو دل قدرت کی فیاضی، حکمت اور مہربانی پر سجدہ ریز ہوجاتا ہے۔ زمین کی خوب صورتی ، ہرے بھرے سرسبز باغات اور کھیت کھلیان، سروقد پھل دار درخت، قسم قسم کے رنگ برنگ پھول، خوب صورت نیل گوں، سبز اور مختلف رنگ سمندر، دریا اور ان کے اندر کی دنیا ــــ پانی کے اندر رنگ برنگ مچھلیاں، گھونگے اور دیگر مخلوقات، ہوا میں اڑتے، اٹکھیلیاں کرتے طرح طرح کے پرندے، آسمانوں سے باتیں کرتی برف پوش بلند و بالا پہاڑیاں ــــ اناج کی مختلف قسمیں، گندم، چاول اور سبزیاں جن سے مخلوقات مستفیض ہوتی ہیں۔

''اور تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔''

(الرحمٰن: ۱۳)

عالم رنگ و بو میں جب تخلیق کا ذکر ہوتا ہے تو چار عناصر زیر بحث آتے ہیں۔ پانی، مٹی، آگ، ہوا۔ آدمی کی تخلیق میں مٹی کا عنصر نمایاں ہے۔ الہامی کتابوں میں اس کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔

''ہم نے انسان کو مٹی کے ست سے بنایا، پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو لوتھڑے کی شکل دی، پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا، پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں، پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کھڑا کیا۔ پس بڑا ہی بابرکت ہے اللہ سب کاریگروں سے اچھا کاریگر۔ پھر اس کے بعد تم کو ضرور مرنا ہے۔'' (المؤمنون: ۱۲۔۱۵)

''ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے گارے سے بنایا۔'' (الحجر: ۲۶)

توریت میں لکھا ہے:

''اور خداوند نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا تو انسان جیتی جان ہوا۔'' (پیدائش: باب۲:۷)

''تو اپنے منہ کے پسینہ کی روٹی کھائے گا جب تک کہ زمین میں تو پھر لوٹ نہ جائے اس لئے کہ تو اس سے نکالا گیا ہے کیوں کہ تو خاک ہے اور خاک میں پھر لوٹ جائے گا۔'' (پیدائش: باب۳:۱۹)

تخلیقی عمل میں پانی کے ساتھ زمین کا کردار بنیادی ہے۔ زمین پر کوئی شے ایسی نہیں ہے جس میں مٹی کی آمیزش نہ ہو۔ آدمی کی طرح زمین پر موجود ہر مخلوق میں مٹی کا عنصر غالب ہے۔ بکری بھی مٹی کی تخلیق ہے، کبوتر کی تخلیق میں مٹی کارفرما ہے، درخت کی نشوونما مٹی میں ہوتی ہے۔ درختوں پر پھل، کھیت میں گندم، پانی میں مچھلیاں اور دیگر مخلوقات — حتیٰ کہ وائرس اور بیکٹیریا کی تخلیق میں مٹی غالب ہے۔

سائنس کی نظر سے سمجھتے ہیں کہ مٹی کس طرح تخلیق میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

آم کا بیج زمین میں بویا جاتا ہے۔ بیج زمین سے پانی کو جذب کرتا ہے اور پانی بیج میں موجود سوراخ (micropyle) کے ذریعے اندر پہنچ کر بیج (dormant seed) کی نشوونما کرتا ہے۔ بیج کی دالوں (cotyledons) کے اندر ننھے ننھے پتے اور چھوٹی ڈنڈی میں خلیاتی تقسیم وقوع پذیر ہوتی ہے۔ ننھے پتے نشوونما پا کر تنے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور ڈنڈی بڑھ کر جڑ بن جاتی ہے۔ جڑ زمین کی سطح کو چیر کر باہر آتی ہے اور زمین سے نئے پودے کے لئے پانی اور غذا بھی جذب کرتی ہے اور پودے کے لئے زمین میں مستقل ٹھہراؤ کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس کے برعکس تنا زمین کے مخالف سمت اور روشنی کی جانب بڑھتا ہے۔

ابتدائی عمر میں پودے کی دالیں نومولود پودے کے لئے غذا ذخیرہ کرتی ہیں اور فراہم کرتی ہیں۔ جب پودا سورج کی روشنی میں ضیائی تالیف (photosynthesis) کے ذریعے خود اپنی غذا تیار کرنا شروع کرتا ہے تو یہ دالیں خشک ہو کر ختم ہو جاتی ہیں اور پودا نشوونما کے بعد تناور درخت بن جاتا ہے۔

ننھا بیج درخت میں تبدیل ہونے کے لئے مختلف مراحل سے گزرتا ہے۔ ہر مرحلہ میں پانی، ہوا، دھوپ کے ساتھ جو غالب عنصر یا میٹریل استعمال ہوتا ہے وہ مٹی ہے۔ یہ بیج کو کونپل میں تبدیل کرتا ہے اور کونپل میں مسلسل اضافہ سے درخت بن جاتا ہے۔

حیوانات یا آدمی میں جو شے تخلیق کی بنیاد ہے وہ نطفہ ہے۔ نطفہ کو قرآن میں مٹی کا خلاصہ یا جوہر کہا گیا ہے۔

”اور ہم نے انسان کو مٹی کے ست (خلاصہ) سے تخلیق کیا۔“ (المؤمنون: ۱۲)

نطفہ مٹی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ تحقیق بتاتی ہے کہ ہم جو کھانا کھاتے ہیں، معدہ اسے ہضم کر کے خون بناتا ہے۔ خون میں موجود خلیات میں مسلسل ٹوٹ پھوٹ اور تقسیم جاری رہتی ہے۔ تقسیم سے نئے خلیے تعمیر ہوتے ہیں۔ تقسیم دو طرح ہوتی ہے۔ ماہرین خلیاتی تقسیم کو mitosis اور meiosis کہتے ہیں۔ ان سے جہاں نئے خلیے بنتے ہیں وہیں تولیدی خلیے بھی تخلیق ہوتے ہیں۔ تولیدی خلیوں کو اسپرم کہتے ہیں۔ لفظ اسپرم، یونانی لفظ sperma سے نکلا ہے، جس کا ترجمہ ”بیج“ ہے۔ بیج (اسپرم) جب رحم میں داخل ہوتا ہے تو نباتاتی

بیج کی طرح اسپرم میں مسلسل تبدیلی ہوتی ہے اور وقت مقررہ کے بعد جیتی جاگتی تصویر ظاہر ہوجاتی ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

''اللہ نے تمہیں زمین سے سبزے کی مانند اگایا۔'' (نوح:۱۷)

پیدائش سے پہلے اور بعد میں زندگی کو قائم رکھنے والی اشیا کا جائزہ لیں تو ان میں دو عناصر سرفہرست ہیں۔ ایک پانی اور دوسرا مٹی۔ نظر ڈالتے ہیں کہ مٹی کس طرح زندگی کے لئے ضروری ہے۔

جتنی بھی غذائیں ہیں وہ سب زمین (مٹی) سے حاصل ہوتی ہیں۔ گندم، چاول، آلو، پیاز، ٹماٹر، انگور، اناناس اور دیگر سبزیاں اور پھل وغیرہ۔ مٹی میں تخلیقی فارمولے کام کررہے ہیں، جب یہ فارمولے متحرک ہوتے ہیں تو مٹی اپنی ہیئت (شکل وصورت) تبدیل کرکے رنگ برنگ اور نئی نئی اشیا میں ظاہر ہوتی ہے۔ کہیں سیب بن جاتی ہے، کہیں آم کی شکل میں نظر آتی ہے اور کہیں پر مٹی گوبھی اور پیاز بن جاتی ہے۔

''کوئی چیز ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم ہر شے کو مقرر مقدار میں نازل کرتے ہیں۔'' (الحجر: ۲۱)

روزمرہ استعمال کے لئے دودھ گائے، بکری یا بھینس سے حاصل کیا جاتا ہے۔ گائے چارا نہ کھائے اور اس کی غذائی ضرورت پوری نہ ہو تو وہ دودھ نہیں دیتی —— دودھ بننے کے عمل میں چارے کا کردار بنیادی ہے اور چارا زمین سے حاصل ہوتا ہے۔ سانپ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مٹی چاٹتا ہے جس سے اس کی غذائی ضروریات پوری ہوجاتی ہیں۔

آپ نے اکثر بچوں کو مٹی کھاتے دیکھا اور سنا ہوگا۔ کیا کبھی سوچا ہے کہ بچے ایسا کیوں کرتے ہیں —؟

تحقیق کے مطابق جب بچوں میں کیلشیم، آئرن یا زنک (zinc) کی کمی ہوتی ہے تو وہ مٹی کھانے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ مٹی خود کئی عناصر کا مجموعہ ہے۔ بچہ جب مٹی کھاتا ہے تو مٹی میں موجود عناصر غذائی کمی دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

محققین کا ایک طبقہ بچوں کے مٹی کھانے کو بیماری سمجھتا ہے جب کہ ایک طبقہ یہ بھی کہتا ہے کہ بچوں کے صحت مند رہنے کے لئے مٹی میں کھیلنے اور ایک حد تک مٹی کھانے کی اجازت ہونی چاہئے۔ ان کے مطابق مٹی، بچوں کے اندر مدافعتی نظام کو طاقت ور کرتی ہے اور بعض صورتوں میں منرل سپلیمنٹ کے طور پر بھی فائدہ پہنچاتی ہے اور مٹی میں ایسے بیکٹیریا ہیں جو معدہ اور آنتوں کو تقویت دیتے ہیں۔ محققین کے مطابق بچپن میں اگر بچہ کو مٹی سے بہت زیادہ بچایا جاتا ہے تو بڑے ہونے پر اسے مختلف الرجیوں کا سامنا ہوسکتا ہے۔

ابدال حق قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں کہ اگر چھوٹے بچہ کو لکڑی کا ٹکڑا دے دیا جائے جسے وہ چوستا رہے تو اس کی غذائی ضرورت پوری ہوجائے گی۔

یونانی طب یا حکمت میں ادویات تیار کرنے کے

لئے جڑی بوٹیوں سے مدد لی جاتی ہے۔ مٹی کئی امراض اور زخموں میں علاج کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔

اس ضمن میں بابا تاج الدین ناگپوریؒ کا ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے — بابا تاج الدینؒ کی خدمت میں چیف کمشنر سر بنجمن رابرٹس آئے۔ ساتھ میں ان کی بیگم اور بھتیجی بھی تھے۔ بھتیجی کے سر میں کافی عرصہ سے درد تھا۔ لندن میں ہر طرح کا علاج کرایا لیکن فائدہ نہ ہوا۔ اس وقت بھی لڑکی کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

بابا تاج الدینؒ سے مسئلہ عرض کیا گیا تو فرمایا:

''یہ بندر تو پگلا ہے جی۔ بچی کو تکلیف دیا۔'' پھر آپ نے پیار سے اپنے قریب بٹھایا اور فرمایا، ''پریشان نکو ہوتے بیٹی، مٹی سونگھ لیتے، اچھے ہوجاتے، پٹی کھول دیتے۔'' لڑکی ان کی بات نہیں سمجھی۔ وہ اردو سے ناواقف تھی۔ حیرت بھری نظروں سے بابا کو دیکھ رہی تھی۔

کون سی مٹی —؟ رگھوجی نے پوچھا۔

''یہ بندر لائے گا جی، سڑک کی مٹی لائے گا۔ بچی کو سنگھا دیتے جی، اچھے ہوجاتے۔''

سر بنجمن رابرٹس بابا کی خدمت میں پہلے بھی حاضری دے چکے تھے۔ سمجھ گئے کہ بابا تاج الدینؒ کیا فرما رہے ہیں۔ فوراً سڑک سے تھوڑی سی مٹی لے آئے اور لڑکی کو سونگھنے کے لئے دی۔ مٹی سونگھتے ہی لڑکی کو تین چار چھینکیں آئیں اور ہر چھینک کے ساتھ ناک سے ایک کیڑا گرا۔ اس کے بعد شہنشاہ ہفت اقلیم نے فرمایا:

''بس بیٹی بس، اب اچھے ہوگئے۔''

لڑکی کے سر سے پٹی کھول دی گئی۔ سر کا درد غائب ہوگیا۔ فرطِ مسرت سے لڑکی کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

(کتاب: سوانح حیات بابا تاج الدین ناگپوریؒ)

ہر شے کی طرح مٹی کے بھی دو رخ ہیں۔ ایک رخ نزولی ہے۔ نزولی رخ میں سڑاند، تعفن، فتنہ و فساد، بے سکونی اور بیماریاں ہیں۔ جب کہ مٹی کا دوسرا رخ صعودی ہے۔ صعودی رخ دراصل مٹی میں خلا ہے۔ ایسا خلا جس میں خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی پھونکی ہوئی روح کام کرتی ہے اور روح اللہ کا امر ہے۔

شک، خوف، نفرت، ناخوشی اور بے یقینی کے محسوسات میں زندگی گزارنے کا مطلب ہے کہ آدمی پر مٹی کا نزولی رخ غالب ہے۔ نزولی رخ میں مسلسل تغیر اور تبدیلی ہے۔ پیدائش سے بچپن، بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا اور بالآخر مٹی کا پھر سے مٹی میں مل جانا۔

نزولی رخ کے برعکس جب آدمی مٹی کے صعودی رخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ اپنے اندر خلا میں موجود نور سے واقف ہونے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ مسلسل کوشش اور جدوجہد اسے مٹی کی چپک اور سڑاند سے محفوظ کرتی ہے۔ جب بندہ سڑاند اور تعفن سے آزاد ہوتا ہے تو شکر گزاری، توکل، یقین اور خوشی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور آدمی حیوانات سے ممتاز ہوکر اپنا شرف پہچان لیتا ہے۔ وہ جان لیتا ہے کہ زمین پر موجود تغیر دراصل کائناتی نظام کا حصہ ہے اور کائنات کی ہر

حرکت کے پیچھے اللہ تعالیٰ کا حکم کارفرما ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت سے انسان کو مٹی اور دیگر عناصر پر تصرف کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

انبیائے کرام اور اولیاء اللہ مٹی کی چپک سے آزاد اور نور سے واقف ہوتے ہیں۔ نتیجہ میں مٹی پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے معجزہ عطا فرمایا کہ وہ مٹی سے پرندہ بناتے اور اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ جیتا جاگتا پرندہ ہو جاتا تھا۔

''اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا اور مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور مردے کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روک دیا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو ان میں سے کافر تھے کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے۔'' (المآئدہ: ۱۱۰)

حضور قلندر بابا اولیاؒ اپنی رباعی میں مٹی اور اس کے پس پردہ کام کرنے والے تخلیقی فارمولوں کا ذکر فرماتے ہیں جو آدمی کے اندر ہمہ وقت متحرک ہیں۔

آدم کا کوئی نقش نہیں ہے بے کار
اس خاک کی تخلیق میں جلوے ہیں ہزار
دستہ جو ہے کوزہ کو اٹھانے کے لئے
یہ ساعد سیمیں سے بناتا ہے کمہار

ربع الخالی (خالی چوتھائی حصہ) سعودی عرب کے جنوب میں واقع وسیع ریت کا سمندر ہے جو دنیا کے بڑے ریگستانوں میں سے ہے۔ یہ 6 لاکھ 50 ہزار اسکوائر کلومیٹر پر پھیلا ہوا ہے۔ کچھ حصہ یمن، عمان اور متحدہ عرب امارات میں شامل ہے۔ سعودی عرب کا ایک چوتھائی حصہ اس ریگستان پر مشتمل ہے۔ یہ ان گنت ریتیلے ٹیلوں سے اٹا پڑا ہے جن کی لمبائی 200 کلومیٹر تک اور بلندی 300 میٹر سے زیادہ ہے۔ ان کی شکل تلوار سے مشابہ ہونے کی وجہ سے انہیں ''سیف'' ٹیلوں کا نام دیا جاتا ہے۔ انتہائی خشک، غیر آباد اور معدنیات سے مالا مال علاقہ ہے۔ ریت تلے پٹرولیم کے وسیع ذخائر موجود ہیں۔ جنوب مشرق میں متحدہ عرب امارات اور عمان کے قریب قدرتی گیس کے بہت بڑے ذخائر ہیں۔ صحرا کے وسط میں، متعدد اونچی سخت جگہوں پر کیلشیم کاربونیٹ، جپسم اور زرخیز چکنی مٹی نظر آتی ہے جو عندیہ دیتی ہے کہ تین سے چار ہزار سال پہلے یہاں گہری جھیلیں تھیں۔ چند مقامات پر زیر زمین پانی ملا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں یہاں بیش تر اقسام کے نباتات اور حیوانات پائے جاتے تھے۔ بھینس، گینڈے اور لمبی سینگوں والے مویشیوں کے ڈھانچے اور ایسے اوزار ملے ہیں جن سے انسانی زندگی کا اشارہ ملتا ہے لیکن انسانی ڈھانچے نہ ملنے کے سبب اس بات کی تصدیق نہیں ہو سکی۔

PRIME PACK INDUSTRIES

Manufacturer of
Liner & Floating Paper

C-21, S.I.T.E
Hyderabad
Tel: 022-3880627
Fax: 022-3880381

عائشہ خان

مرشد کی باتیں

کسی بھی بیج کو توڑو، اندر سے گری نکلے گی۔ گری کیا ہے—؟ یہ بھی غور طلب ہے کہ تربوز کے بیج پر غلاف ہے جو سخت ہے اور بیج کے اوپر گودا نرم اور گودے کے اوپر پھر سخت چھلکا۔ یہ تین رخ بیان کئے گئے ہیں۔ ایک چھلکا، ایک گودا اور اس کے اندر تخلیق کا ریکارڈ! یہ سب کیا ہے—؟

بحیرہ عرب میں موٹر بوٹ کے ذریعے ایک یا ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت پر ایک جزیرہ میں پہنچا۔ ساحل پر رہنے والے ماہی گیر ہر سال یہاں فیسٹیول مناتے تھے۔ جزیرہ کی سجاوٹ نے حیران و پریشان کردیا۔ یہ کوئی سہولیات سے آراستہ جزیرہ نہیں تھا بلکہ سمندر کی چند لہروں سے اوپر پتھریلی زمین تھی۔ پانی کے درمیان یہ جگہ سمندر سے اتنی اوپر تھی کہ بڑی لہر آتی اور زمین غائب ہوجاتی۔ پانی میں عمر گزارنے والے یہ لوگ بغیر کسی خوف کے یہاں تہوار منا رہے تھے۔ تھوڑی دور چل کر جھونپڑی نظر آئی، جس کا دروازہ بند تھا اور باہر چند بچے کھیل رہے تھے۔ ماہی گیر گائیڈ سے پوچھا کہ گہرے پانی کے بیچ خالی زمین میں کوئی رہتا ہے یا یہ بھی فیسٹیول کی سجاوٹ کا حصہ ہے—؟

وہ بولا، یہاں بوڑھی عورت اپنے پوتوں کے ساتھ رہتی ہے۔ اس وقت گھر پر موجود نہیں، راشن خریدنے شہر گئی ہے۔ سخت تعجب ہوا کہ گہرے سمندر میں پوتوں کے ساتھ بوڑھی عورت—؟ پوچھا کتنے طوفان ایسے آتے ہوں گے جن کی شہر والوں کو خبر نہیں ہوتی، ایسے میں یہاں رہنا کس طرح ممکن ہے؟

گائیڈ نے بتایا کہ موسم خراب ہو تو یہ لوگ شہر آجاتے ہیں لیکن اپنی جگہ نہیں چھوڑتے۔ جھونپڑی دیکھنے کے باوجود گائیڈ کی بات پر یقین نہیں آیا۔ جب بحیرہ عرب کا تذکرہ ہوتا ہے، بند جھونپڑی ذہن میں آجاتی ہے۔

واپس آتے ہوئے ادراک ہوا کہ جزیرہ کی پتھریلی زمین دراصل کسی بلند و بالا پہاڑ کی چوٹی ہے جو بحیرہ عرب کے گہرے پانی میں بھی نظر آتی ہے— پہاڑ کسی بھی وقت ظاہر ہوسکتا ہے!

گلاس میں کنکریاں ڈالتے ہیں تو پانی اوپر آتا ہے۔ اوپر آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ گلاس پانی سے بھرا ہوا ہے۔ پانی آدھا ہے، باقی کنکریاں ہیں۔ پتھر نکال لئے جائیں تو پانی نیچے چلا جائے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

سمندر کا پانی اتنا اوپر نہیں ہے، جتنا نظر آتا ہے۔ سمندر پیالہ کی مانند ہے اور پیالہ میں پانی کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے۔ خیال نے یاد دہانی کرائی کہ ہر چیز پانی سے بنتی ہے، جو شے پانی کے علاوہ نظر آتی ہے وہ بھی دراصل پانی ہے لیکن ہیئت بدلنے کی وجہ سے ہم اس کو پانی نہیں کہتے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے خیالات کی فلم چل پڑی۔

اس نے سارے مناظر مفہوم کے ساتھ دوسرے صفحہ پر نوٹ کئے کیوں کہ یہاں پر لکھے تو بات کہاں سے کہاں نکل جائے گی اور جب گھوم پھر کر واپس آئے گی تو تجربات، مشاہدات اور کیفیات سے گزرنے کی وجہ سے لکھنے کا زاویہ تبدیل ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ بات سمجھنا مشکل ہو جائے۔

سمندر کے اندر بلند و بالا پہاڑ ہیں جن کی بنیاد تہ میں میخوں کی طرح گڑی ہوئی ہے۔ پہاڑوں کو استحکام نہ ملے تو پہاڑ کی چوٹیاں یعنی جزیرے سمندر میں تیریں گے لیکن جزیرے اپنی جگہ قائم رہتے ہیں۔ سمندر میں پہاڑوں کی وجہ سے پانی اوپر آ گیا ہے۔

کراچی کے مضافاتی علاقے بالخصوص وہ راستے جو بلوچستان یا حیدرآباد کی طرف جاتے ہیں، ان پر سفر کیا جائے تو پتھریلی زمین، چھوٹے بڑے پہاڑوں پر نشانات اور مٹی کو دیکھ کر خیال آتا ہے کہ یہاں پر کبھی پانی رہا ہوگا اور کسی زمانہ میں یہ سمندر کی تہ یا زمین ہوگی۔ ان علاقوں کو دیکھ کر میرین لائف سے متعلق دستاویزی فلمیں (ڈاکومینٹریز) ذہن میں آتی ہیں جن میں سمندر کے اندر علاقے دکھائے جاتے ہیں ــــ پانی میں رہنے کی وجہ سے کچی پکی مٹی جیسی زمین، کہیں کہیں سمندری گھاس اور پودے، باغات، غار، ان کے درمیان چھوٹی بڑی رنگ برنگ مچھلیوں کا تیرنا، پانی سے گلنے کی وجہ سے کھلی ہوئی چٹانیں وغیرہ۔

بحیرہ عرب ــــ بحر ہند کا حصہ ہے جس کے شمال میں پاکستان اور ایران، مغرب میں جزیرہ نما عرب (سعودی عرب، عمان اور یمن) متحدہ عرب امارات اور صومالیہ جب کہ مشرق میں بھارت ہے۔ بحیرہ عرب کا رقبہ تقریباً ڈیڑھ لاکھ مربع میل اور گہرائی زیادہ سے زیادہ چار ہزار چھ سو باون (4652) میٹر بتائی جاتی ہے۔ اس کی حدود مغرب میں باب المندب یمن تک، شمال میں خلیج فارس ایران اور مشرق میں تامل ناڈو، بھارت کے ساحل کنیا کماری تک پھیلی ہوئی ہیں۔

جس جزیرہ پر وہ گیا تھا، شہر سے دور گہرے سمندر میں ہے۔ گہرے پانی میں پہاڑ کی چوٹی نظر آنے کا مطلب پہاڑ کی طوالت اس مقام پر سمندر کی گہرائی کے برابر ہے۔

طوالت کا اندازہ لگانا چاہا تو اپنا گاؤں یاد آ گیا۔ پہاڑوں کے درمیان بل کھاتے دریا کے ساتھ ساتھ اونچے نیچے راستوں پر گاڑی گزرتی ہے تو اندازہ نہیں ہوتا کہ ہم کتنا اوپر آ گئے ہیں۔ گاؤں جس علاقہ میں ہے وہ سطح سمندر سے اوسطاً نو ہزار فٹ (تین ہزار

میٹر) کی بلندی پر ہے۔ گھر کے سامنے دریائے سندھ بہتا ہے جسے مقامی زبان میں اباسین کہتے ہیں۔ دور — نہیں معلوم کتنی دور — برف سے ڈھکی پہاڑیوں میں دنیا کی خطرناک ترین چوٹی K2 ہے۔

یہ بے انتہا خوب صورت اور جنت نظیر خطہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ناہموار راستوں، سہولیات کے فقدان اور قبائلی نظام کی وجہ سے سیاح یہاں تک نہیں پہنچے۔ چھ سال قبل یہ "علاقہ غیر" کہلاتا تھا لیکن اب صوبائی حکومت کے زیر انتظام ہے، قانون کی عمل داری ہے اور مکینوں کو تعلیم تک رسائی ملنا شروع ہوگئی ہے۔

دریائے سندھ (اباسین) کا پانی جب لداخ، چین سے پاکستان میں داخل ہوتا ہے تو پہلے ان علاقوں سے گزرتا ہے اور صوبہ سندھ کے شہر ٹھٹھہ پہنچ کر بحیرہ عرب میں داخل ہوجاتا ہے۔

اس نے سوچا کہ جب اس کا گاؤں سطح سمندر سے تقریباً تین ہزار میٹر (نو ہزار فٹ) کی بلندی پر ہے تو بحیرہ عرب میں اس پہاڑ کی طوالت جس کی چوٹی (جزیرہ) پر وہ گیا تھا، تقریباً اتنی ہی ہوگی یا اس سے تھوڑی کم کیوں کہ بحیرہ عرب میں سب سے گہرا مقام چار ہزار چھ سو باون میٹر بتایا جاتا ہے۔ اتنا طویل القامت پہاڑ بحیرہ عرب میں موجود ہے، اس سے آگے، دائیں بائیں یا پیچھے نا جانے ایسے کتنے پہاڑ ہوں گے جن کی چوٹی کبھی نظر آجاتی ہے اور کبھی پانی میں ڈوب جاتی ہے، مقام کی مناسبت سے گہرائی بھی کم یا زیادہ ہوگی۔

سمندر کی زمین اور خشکی پر زمین کو دیکھ کر لگتا ہے کہ پہاڑ اپنے مقام پر رہتا ہے — پانی کی جگہ بدلتی ہے۔ اسکول کے زمانہ میں کراچی کی ایک دیوار پر پڑھا ہوا شعر حافظہ میں روشن ہوا۔

دن شہر میں اور رات مضافات میں رہنا
بہتر ہے یہ کہ گردش حالات میں رہنا
یہ شہر سمندر کے کنارہ پر ہے آباد
اس شہر میں رہنا تو پھر اوقات میں رہنا

مرشد کریم سے سوال کیا تھا کہ پانی کو پانی میں دیکھنا کیا ہے؟ انہوں نے آیت پڑھی —

"اللہ ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعہ سے تمہاری رزق رسانی کے لئے طرح طرح کے پھل پیدا کئے۔ جس نے کشتی کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ سمندر میں اس کے حکم سے چلے اور دریاؤں کو تمہارے لئے مسخر کیا۔ جس نے سورج اور چاند کو تمہارے لئے مسخر کیا کہ لگاتار چلے جارہے ہیں اور رات اور دن کو تمہارے لئے مسخر کیا۔ جس نے وہ سب کچھ تمہیں دیا جو تم نے مانگا۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو نہیں کر سکتے۔ بے شک انسان بے انصاف اور ناشکرا ہے۔"

(ابراھیم: ۳۲-۳۴)

انہوں نے فرمایا کہ رزق کو وسائل سمجھ کر آیت پر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ سورۃ النور کی آیت کی بھی تلاوت کی اور غور کرنے کا طریقہ بتایا۔

’’اور اللہ جس کو چاہتا ہے، بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔‘‘ (النور:۳۸)

پوچھا کہ بے حساب رزق کا مطلب کیا ہے ـــــ؟

عرض کیا کہ بے حساب رزق کا مطلب ہم یہی سمجھتے ہیں کہ پیسوں کی فراوانی۔ پیسے آئیں گے تو ضروریات پوری ہوں گی اور آسائشیں ملیں گی۔

فرمایا ـــ اس کا مطلب پیسے نہیں ہیں، ہر چیز آ گئی اس میں ہوا، دھوپ، چھاؤں، چاندنی۔ جو وسائل اللہ نے عطا کئے ہیں اس میں آکسیجن کتنی ہے، حرارت، ٹھنڈک، پانی، معدنیات، فاسفورس، مٹھاس اور نمک کتنا ہے، اس کے حصول کا آپ حساب نہیں کر سکتے، بالآخر وغیرہ وغیرہ لکھنا ہوگا۔ بغیر حساب کا مطلب یہ ہے کہ اس رزق کا کسی بھی طرح حساب یا درجہ بندی کریں تو ناکام رہیں گے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے تربوز اور خربوزہ پر غور کریں۔ ان کی مقداریں، رنگ، گودا، اوپر اور اندر کا رنگ تلاش کریں۔

عرض کیا کہ تربوز کا چھلکا گہرا اور کہیں کہیں ہلکا سبز ہے۔ بعض پر ہلکے سبز رنگ کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ تربوز کو کھولیں تو چھلکے کا سبز رنگ ہلکا ہوتے ہوتے پستئی اور اس کے بعد جب سفید رنگ میں تبدیل ہوتا ہے تو وہاں سے سرخ رنگ شروع ہو جاتا ہے۔ سرخ بھی کہیں گہرا اور کہیں ہلکا ہے، گودے کے درمیان جگہ جگہ بیج ہیں۔

سوال پوچھنا چاہتا تھا کہ سفید کے بعد ایک دم سے سرخ رنگ کہاں سے آ گیا۔ سوال ذہن میں آتے ہی ذہن میں تربوز کی تصویر بنی اور اس نے دیکھا کہ قاشیں کاٹی جاتی ہیں اور چھلکے کو گودے سے الگ کیا جاتا ہے تو جہاں سفید اور سرخ ملتے ہیں وہاں سرخ رنگ بہت ہلکا ہو جاتا ہے۔ یہ سوال اپنی جگہ موجود تھا کہ سفید کے ایک رخ پر مقداریں بڑھنے سے سبز رنگ اور دوسری طرف سرخ رنگ بن رہا ہے۔

جس کو میں سفید سمجھ رہا ہوں، وہ کیا ہے۔ کیا یہ رنگ اس میں موجود ہیں، مجھے نظر نہیں آ رہے اور کلر بلائنڈ ہو کر میں ان کو سفید کا نام دے رہا ہوں ـــــ؟

مرشد کریم نے فرمایا، اب بیج پر غور کریں۔ بیج کالا ہے یا بھورا۔ بیج کو کھولیں اس میں گری بھی رنگین ہے۔ بیج میں دونوں دالوں کے درمیان باریک لائن ہوتی ہے، اس کا رنگ الگ ہے اور وہی تربوز کی اصل ہے۔ اب ظاہر ہونے کے لئے اس کے اندر حرارت چاہئے۔ آکسیجن، وٹامن، گرمی، سردی کی صفات اور بھوک مٹانے کے لئے صلاحیت ہونی چاہئے۔ اس کو اللہ نے کہا، پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ ذات جس نے ہر شے معین مقداروں سے تخلیق کی اور ان مقداروں کی ہدایت بخشی۔ معین مقداروں کی ہدایت سے اس کی ایک تصویر بنتی ہے اور اس میں مزہ، ذائقہ، خوش بو، رنگ سب الگ ہو جاتا ہے۔ آم بالکل الگ مقداروں سے بنتا ہے لیکن جب آپ گٹھلی کو کھولیں تو گٹھلی میں گری، گری میں بال اسپرم ہے، وہ الگ ہوگا۔ آم کی

گٹھلی توڑ کر تجربہ کرو۔

مرشد کریم نے فرمایا کہ آپ کا ذہن اس طرف نہیں گیا کہ تربوز کا چھلکا سخت اور گودا نرم کیوں ہے۔۔۔؟

احساس ہوا کہ تفکر کے دوران ہر زاویہ کو مدنظر رکھنا چاہئے لیکن یہ اس وقت ہو جب خیال آئے۔

خیال بولا، گہرائی میں سوچنے کی عادت ڈالو اور جس چیز پر غور کر رہے ہو اسے وقت دو تو خیال آ جائے گا۔

اس کے بعد مرشد کریم نے فرمایا، خربوزہ اور تربوز کو بھی غور سے دیکھو، کسی بھی بیج کو توڑو، اندر سے گری نکلے گی۔ گری کیا ہے۔۔۔؟ یہ بھی غور طلب ہے کہ تربوز کے بیج پر غلاف ہے جو سخت ہے اور بیج کے اوپر گودا نرم اور گودے کے اوپر پھر سخت چھلکا۔ یہ تین رخ بیان کئے گئے ہیں۔ ایک چھلکا، ایک گودا اور اس کے اندر تخلیق کا ریکارڈ! یہ سب کیا ہے۔۔۔؟

تین رخ سے ذہن میں آیت روشن ہوئی:

”وہ تمہاری ماؤں کے رحموں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے۔ بادشاہی اسی کی ہے۔ کوئی معبود اس کے سوا نہیں ہے۔ پھر تم کہاں سے پھرے جاتے ہو۔“ (الزمر: ٦)

شیخ طریقت کی بات جاری تھی۔۔۔ ریکارڈ میں تربوز اور اس کی پوری نسل موجود ہے۔ اگر وہ ایک کروڑ سال پہلے کی بھی ہے تو ایک کروڑ سال کی پوری تاریخ ریکارڈ ہے۔ سب سے پہلے چھلکا زیر بحث آتا ہے۔ چھلکا پرت در پرت ہونے کی وجہ سے سخت ہو گیا۔ یعنی چھلکے کا تعلق قائم رہے اور بارش سے گودا محفوظ رہے۔

قلم تیزی سے چل رہا تھا کہ کوئی نکتہ رہ نہ جائے۔ بعض باتیں جب تک وہ لکھ نہ لے ذہن میں نقش نہیں ہوتیں۔ اور پھر یہ تو باطنی علم ہے اور جس آواز میں ہے وہ باطن کا نور ہے۔ ایسے میں الفاظ کی معنویت سے واقف ہونے کے لئے بار بار پڑھنا اور لکھنا ضروری ہے۔

انہوں نے سمجھایا۔۔۔ اسپرم میں حرارت پہنچنے سے نشوونما ہوتی ہے۔ گری کا پھیلاؤ مادیت ہے۔ وہ پھیلاؤ اسپرم میں داخل ہو کر اس کو ثقل میں تبدیل کر رہا ہے اور نشوونما کے بعد ہلکے سے موٹے دھاگے کی طرح شاخ نکلتی ہے۔ شاخ جن مقداروں سے بنی ہے ان مقداروں میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس میں معین مقداریں شامل ہیں۔ تعاون ہوتا ہے زمین کا اور پانی کا۔۔۔ یہ ہے بے حساب رزق! بارش ہوتی ہے تو زمین سے سوندھی خوش بو آتی ہے۔

فرمایا۔۔۔ جو میں نے سمجھایا ہے اس پر غور کرو اور تجربہ کیا کرو۔ جو شے ہاتھ میں ہو اور جس شے پر نظر پڑے دیکھو کہ وہ کیا ہے۔ پانی، حرارت، ٹھنڈک، نمکین، مٹھاس، ہوا، زمین، بارش، بیج، بیج کی گری، پھل کا گودا، رنگوں کا ہلکا اور تیز ہونا، ذائقہ وغیرہ کیا ان سب کا شمار ممکن ہے۔۔۔؟

اقتباسات

کرم فرما خواتین وحضرات قارئین ''ماہنامہ قلندر شعور'' ادارہ کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ ادارہ ان کی پسند و ناپسند کے آئینہ میں جذبات و احساسات کی فلم دیکھ کر رسالہ میں تبدیلیاں کرنے کی خواہش رکھتا ہے۔ قارئین — قرآن کریم، آسمانی کتابوں، ملفوظات، تاریخ، انکشافات اور سائنسی فارمولے لکھ کر بھیج سکتے ہیں۔ تحریر کم و بیش 120 الفاظ پر مشتمل ہو۔

ملک یونان میں ایک بادشاہ کو برص کا مرض تھا۔ کئی طبیب آئے لیکن افاقہ نہ ہوا۔ اس وقت حکیم دوبان یونان میں آیا۔ جب بادشاہ کا حال معلوم ہوا تو عرض کیا کہ بغیر دوا کھلائے اور کچھ لگائے علاج کرسکتا ہوں۔ بادشاہ خوش ہوا اور حکیم سے وعدہ کیا کہ علاج سے اچھا ہوگیا تو مالا مال کر دوں گا۔ حکیم دوبان نے کچھ وقت کی مہلت لی، قیام گاہ پر آکر خالی گیند بنوائی، چند دوائیں بھر کر بند کیا اور انتہائی باریک سوراخ کرلیے۔ بادشاہ کی خدمت میں گیند پیش کی اور کہا کہ اس سے اتنا کھیلیں کہ جسم پسینہ میں بھیگ جائے، اس کے بعد حمام میں نہالیں۔ بادشاہ نے طبیب کی ہدایت پر عمل کیا اور غسل کرنے کے بعد آرام سے سو گیا۔ صبح کو بیدار ہوا تو یہ دیکھ کر خوشی کی انتہا نہ رہی کہ جسم داغ دھبوں سے صاف تھا۔ (کتاب: الف لیلہ۔ جنید عباس، کراچی)

قیصر روم نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے اپنا آدمی مدینہ بھیجا۔ وہاں پہنچ کر کسی سے پوچھا کہ شہنشاہ معظم کا محل کہاں ہے؟ جواب ملا کہ ہم شہنشاہ اور محل جیسے الفاظ سے نا آشنا ہیں، کس سے ملنا ہے؟ کہا، مسلمانوں کے بادشاہ سے۔ اس شخص نے کہا، ہمارے ہاں بادشاہ نہیں، خادم ہوتا ہے جو ہمارے معاملات کا انتظام کرتا ہے، ان کا نام عمرؓ ہے اور وہ محل میں نہیں رہتے، کہیں خدمت میں مصروف ہوں گے۔ رومی حیران ہوا اور تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ امیرالمومنین حضرت عمرؓ زمین پر سوئے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر رومی نے کہا، کیا یہ ہے وہ عمر جس کی ہیبت سے دنیا کے فرماں رواؤں کی نیند اڑ چکی ہے؟ اے عمر! تم نے انصاف کیا تمہیں گرم ریت پر نیند آگئی، ظالم اور بددیانت بادشاہوں کو سنگین حصاروں میں بھی نیند نہیں آتی۔ (محمد حاذق۔ سکھر)

زاہدہ تبسم

جگنو کی روشنی، تتلی کے رنگ

عام بلب کی کارکردگی 10 فی صد ہوتی ہے جب کہ 90 فی صد توانائی حرارت کی شکل میں ضائع ہوجاتی ہے۔اس کے برعکس ننھا جگنو 100 فی صد کارکردگی کے ساتھ روشنی پیدا کرتا ہے۔

سورج، چانداور ستاروں سے آنے والی روشنی کو آدمی طویل عرصہ تک عجوبہ اور غیر مادی شے سمجھتا رہا۔ آنکھیں بند کرنے پر اندھیرے سے واسطہ پڑا تو اس نے سمجھا کہ دیکھنے کا انحصار محض خارجی روشنی پر ہے۔غوروفکر سے اندازہ قائم کیا کہ روشنی 186,282 میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتی ہے۔مشاہدہ ہوا کہ شیشہ یا پانی سے گزرنے پر روشنی کی رفتار کم ہوجاتی ہے۔

روشنی منشور میں مختلف رفتار سے سفر کرتی ہے اور خارج ہونے والی شعاعیں سات رنگوں میں تقسیم نظر آتی ہیں ۔ یہ سورج کی سفید روشنی کا وہ حصہ ہے جو مادی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔

مادی روشنی کا بڑا حصہ آدمی کے لئے غیر مرئی ہے۔

سفید روشنی کے راستہ میں خم پیدا ہونے پر وہ اپنے اجزائے ترکیبی میں ٹوٹ جاتی ہے اور اس میں مختلف طول موج پیدا ہوتے ہیں جو ''رنگ'' کہلاتے ہیں ۔ روشنی کے رنگ کا انحصار فریکوئنسی پر ہے۔

مادی روشنی مرئی بھی ہے اور غیر مرئی بھی۔صفات بھی مختلف ہیں ۔میڈیم اور انعکاس کے زاویے تبدیل ہوں تو مزید تغیر واقع ہوجاتا ہے اور یہی تغیر مشاہدہ بنتا ہے۔مادی علوم کے ماہرین تلاش میں ہیں کہ ایسا کیوں ہے جب کہ باطنی علوم کے ماہرین غیر متغیر روشنی کی ماہیت سے واقف ہیں۔

حیوانات کے رنگ اور روشنی پیدا کرنے کی صلاحیت بہت عرصہ سے تحقیق کا موضوع ہے۔مثلاً جگنو —

جگنو پروں والی بیٹل کی قسم ہے، انہیں روشنی پیدا کرنے والے بلب بھی کہا جاتا ہے۔ان کے شکم کے نچلے حصہ سے پیدا ہونے والی روشنی عام طور پر زرد، سبز اور زردی مائل سرخ ہوتی ہے جس کا طول موج 510 سے 670 نینومیٹر تک ہوتا ہے ۔روشنی پیدا کرنے والے خلیوں میں ایک کیمیکل luciferin جب آکسیجن اور دوسرے کیمیائی مرکبات کے ساتھ تعامل کرتا ہے تو روشنی پیدا ہوتی ہے۔

یہ حشرہ (insect) روشنی کے جلنے بجھنے کے عمل

کو نظام تنفس کے ذریعے ہوا کی مقدار کے تحت کنٹرول کرتا ہے۔ نچلی سطح پر موجود خلیے روشنی پیدا کرتے ہیں جب کہ اوپری سطح کے خلیے اس روشنی کو منعکس کرتے ہیں۔ نتیجتاً خارج ہونے والی روشنی، تمام سمتوں میں پھیلنے کے بجائے، ایک سمت میں پھیلتی ہے جس سے شدت بڑھ جاتی ہے۔

عام بلب کی کارکردگی 10 فی صد ہوتی ہے جب کہ 90 فیصد توانائی حرارت کی شکل میں ضائع ہوجاتی ہے۔ اس کے برعکس ننھا جگنو 100 فی صد کارکردگی کے ساتھ روشنی پیدا کرتا ہے۔ یہ نکتہ محققین کے سامنے ایک ماڈل ہے۔ جگنو روشنی پیدا کرتے ہیں مگر اس کی گرمی سے انہیں نقصان نہیں پہنچتا۔ ان کی روشنی ٹھنڈی ہوتی ہے کیوں کہ اس میں انفرا ریڈ اور الٹرا وائلٹ فریکوئنسی نہیں ہوتی۔ فطرت میں حیاتیاتی ضوفشانی کی یہ بہترین مثال ہے۔

محققین نے جگنو کی نقل کرتے ہوئے زیادہ روشن ایل ای ڈی بنائی ہے جس میں روایتی ایل ای ڈی کے مقابلہ میں روشنی کا اخراج 50 فی صد زیادہ ہے۔

اس مقصد کے لئے جگنو کی لالٹین کی اندرونی ساخت کو زیرِ غور لایا گیا اور تفصیلی ساخت سمجھنے کے لئے اسکیننگ الیکٹران مائیکرواسکوپ (SEM) سے بھی مدد لی گئی ہے۔ تحقیق سے جاننے میں مدد ملی کہ جگنو کے شکم پر، تیز نوکیلے کونوں والے اسکیلوں کے خاص پیٹرن، روشنی کی چمک کو بڑھاتے ہیں اور ان اسکیلوں کے مخصوص زاویے روشنی کو ضائع نہیں ہونے دیتے۔ اس نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے زیادہ پاور کی ایل ای ڈی ڈیزائن کی گئی ہیں۔ جگنو کی جلد کا پیٹرن سادہ اور قابل پیمائش ہے جس سے تحقیق میں مدد ملی۔

LEDs کا اطلاق موبائل کیمرہ فلیش، گھریلو اور طبی آلات میں کیا جارہا ہے۔ جگنو میں روشنی پیدا کرنے کے حیاتیاتی عمل کو نینو سائنس میں بھی استعمال کیا جارہا ہے جو ایل ای ڈی کی جگہ لے سکے گا۔ ماہرین پرامید ہیں کہ اس طرح بجلی اور بیٹری کے استعمال کی ضرورت نہ رہے گی۔ ان کے بقول یہ طریقہ کار ماحول کے لئے مفید ہوگا وجہ یہ ہے کہ کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج نہیں ہوگی۔

تفکر ذہن میں تخم ریزی کا کردار ادا کرتا ہے اور مسلسل غور و فکر کے بعد فہم کا تناور درخت بن جاتا ہے۔ جگنو کی روشنی میں خالق کائنات کی کاریگری تلاش کرنے کے لئے غور و فکر کیا جائے تو ننھے کیڑے جگنو کی تخلیق کا ہر پہلو تفکر کا آئینہ دار ہے۔ نظر گہرائی میں سفر کرے تو ایمان اور یقین میں اضافہ ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے،

''بے شک آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ایمان والوں کے لئے، اور تمہاری تخلیق میں اور جو جان دار وہ پھیلاتا ہے ان میں نشانیاں ہیں یقین والوں کے لئے۔'' (الجاثیہ: ۳-۴)

PRIME LACE INDUSTRIES
(PVT.) LTD.

Manufacturer of Embroidery Lace & Fabrics

C-8, S.I.T.E, Hyderabad
Tel: 022-3880107 Fax: 022-3880381

کیفیت کو بیان کرتے ہیں:

ته چه ماته وائي چه ځمانه ځان قربان کړه

ځان دځان نه څنګه قربانيږي زه حېران يم

ترجمہ: تم جو مجھے کہتے ہو کہ خود کو مجھ پر قربان کر دو خود کو خود پر کیسے قربان کرتے ہیں؟ میں حیران ہوں!

ان کی شاعری میں معاشرہ کی اصلاح اور انسانیت کی فلاح کا درس ہے۔ غیر ضروری اور فرسودہ رسم و رواج سے کنارہ کش ہونے کی تلقین کرتے ہیں۔

ولې په سينډکښې دغمونو ډوبېدل غواړې ته

رسم و رواج پرېږده که بيا اوچتېدل غواړې ته

ترجمہ: ثقافت اور تہذیب، قوم کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جو قومیں اپنی بنیاد سے رشتہ جوڑے رکھتی ہیں وہی ترقی یافتہ وخوش حال کہلاتی ہیں۔

ملک وقوم کی ترقی میں مادری زبان کی اہمیت کو انہوں نے اس طرح قلم بند کیا ہے ــــ

خپلې ژبې خپل تهذيب وته چې شا کا

ملګرتيا له هغه قامه ژوندون نه کا

اول خپله ژبه، پسته نورې ژبې

بې بنياده عمارت خوسمون نه کا

ترجمہ: اپنی زبان اور تہذیب سے جس نے پیٹھ پھیر لی، ایسی قوموں سے دوستی اور راہ و رسم کبھی نہ ہو۔ اپنی زبان سیکھنے کے بعد دوسرے کی زبان سیکھو اس لئے کہ بے بنیاد عمارتیں کبھی درست نہیں ہوتیں۔

حمزہ خان شینواری نے تقریباً 400 کے قریب ڈرامے لکھے۔ 30 کتابیں تحریر کیں جن میں 10 کتابیں اردو زبان میں ہیں۔ عاشق رسولؐ ــــ حضرت علامہ محمد اقبالؒ کی مشہور زمانہ کتب ''ارمغان حجاز'' اور ''جاوید نامہ'' کا پشتو میں ترجمہ کیا، ریڈیو پاکستان پشاور کے لئے تقریباً 200 ڈرامے تحریر کئے۔ انہوں نے رحمٰن باباؒ کے دیوان کا اردو میں ترجمہ کیا، اس کے علاوہ سفر نامہ مکہ اور افغانستان قلم بند کیا۔ حمزہ خان شینواری کی فنی اور ادبی خدمات پر حکومت پاکستان نے انہیں صدارتی اعزاز تمغۂ حسن کارکردگی سے نوازا۔

امیر حمزہ خان شینواری طویل عرصہ تک گردہ کی تکلیف میں مبتلا رہے۔ علاج معالجہ کے باوجود افاقہ نہیں ہوا اور مرض بڑھتا گیا۔ بالآخر 18 فروری 1994ء کو اس جہاں فانی سے رخصت ہوئے۔

استاد نے شاگرد سے کہا کہ اگر کسی جانور کے سامنے گوشت کا پارچہ پھینکو تو وہ فوراً گوشت کی طرف لپکے گا لیکن جنگل کے بادشاہ شیر کے سامنے گوشت ڈال دو تو وہ گوشت پر نہیں جھپٹتا بلکہ اس کی نگاہ اس پر ہوتی ہے جس نے گوشت پھینکا ہے۔ استاد نے پوچھا، اس واقعہ سے تم کیا سمجھے؟ شاگرد خاموش رہا تو استاد نے بتایا راہ سلوک پر چلنے والے سالک کے لئے ضروری ہے کہ حالات و واقعات سے متعلق چوکنا رہے لیکن نگاہ کا مرکز وہ سورس ہونا چاہیے جہاں سے تمام افعال تحریک پا رہے ہیں۔ لہٰذا شیر بنو اور مرکز سے نگاہ مت ہٹاؤ۔

محمد ناصر الدین

کیا محلّہ میں اپنے مکاں اور بھی ہیں؟

ہماری دودھیا کہکشاں کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک فاصلہ تقریباً ایک لاکھ نوری سال کے برابر ہے۔یعنی اس فاصلہ کو روشنی کی رفتار سے طے کریں تو ایک لاکھ سال درکار ہوں گے۔

کائنات کے لامتناہی حجم (سائز)، ساخت اور بناوٹ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگر نظام شمسی کو اپنا گھر مان لیں تو ہماری دودھیا کہکشاں (ملکی وے) کو یقیناً ''محلّہ'' یا ''پڑوس'' کے علاوہ کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا۔

بہت عرصہ سے نوع آدم تگ و دو میں ہے کہ آیا محلّہ میں ہمارے علاوہ کیا اور لوگ بھی آباد ہیں—؟ تجسس یا حقائق کی کھوج فطری امر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا اس لئے کہ نتیجہ سے نئی تحقیق کی راہیں کھلتی ہیں۔

تحقیق و تلاش نے کسی حد تک ان حقائق سے واقف ضرور کرایا ہے جن کے بارے میں جاننا انتہائی مشکل تصور کیا جاتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ سامنے آنے والی تحقیق پر بعد میں کئی سوال اٹھے۔ کچھ فراڈ ثابت ہو کر بعد میں مسترد ہوگئے جیسے چاند کا سفر۔

بہرحال مضمون میں خلائی سائنس کی نئی دریافتوں اور اپنی کہکشاں کے کچھ نئے مقامات پر نظر ڈالی گئی ہے۔ یہ وہ مقامات ہیں جو امریکی خلائی ادارہ ناسا کے مطابق ''رہائشی منطقہ'' یا habitable زون کی حدود میں واقع ہیں۔

کہنے کو تو یہ ہمارا بیک یارڈ (گھر کا صحن) ہے لیکن اس کا حجم بہت بڑا ہے۔ اتنا بڑا کہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ ہماری کہکشاں یعنی ملکی وے اپنے محور کے گرد گھومتا ہوا بہت بڑا بگولا (ٹورنیڈو) یا سمندری طوفان (ہری کین یا سائیکلون) ہے۔

طوفانی بگولے میں گھومتے ہوئے بیس بال کے برابر ہمارا نظام شمسی ہے۔ اندازہ لگالیں کہ ہماری زمین کا کہکشاں میں درجہ کیا ہے اور یہ دوسرے سیاروں کے مقابلہ میں کتنی چھوٹی ہے۔

آیئے خلائی سائنس کی زبان میں اس کو سمجھتے ہیں۔

زمین سے سورج کا فاصلہ چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر یا نو کروڑ تیس لاکھ میل بتایا جاتا ہے۔

ماہرین کے مطابق سورج سے ہم تک روشنی آٹھ منٹ اور بیس سیکنڈ میں پہنچتی ہے۔ یعنی اگر سورج کی سطح پر کوئی دھماکہ ہو یا کوئی شعلہ نمودار ہو تو وہ اسی وقت نظر

نہیں آئے گا، ہم اس جھماکے کو آٹھ منٹ بیس سیکنڈ کے بعد دیکھ سکیں گے۔اس طرح روشنی کی رفتار دو لاکھ ننانوے ہزار سات سو بانوے کلومیٹر فی سیکنڈ یا ایک لاکھ چھیاسی ہزار دو سو بیاسی میل فی سیکنڈ بتائی جاتی ہے۔

اب ہم روشنی کی رفتار اور زمین سے سورج کے فاصلہ کے تناظر میں اپنی کہکشاں اور اس کی پیچیدگیوں پر غور کرتے ہیں۔ ہماری دودھیا کہکشاں کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک فاصلہ تقریباً ایک لاکھ نوری سال کے برابر ہے۔یعنی اس فاصلہ کو روشنی کی رفتار سے طے کریں تو ایک لاکھ سال درکار ہوں گے۔اسی طرح نظام شمسی کے سورج سے کہکشانی مرکز تک چھبیس ہزار سالوں میں پہنچیں گے اور اگر کہکشاں کا پورا چکر لگایا جائے تو قریباً تین لاکھ سال درکار ہیں۔ یہ ہے ہمارے بیک یارڈ یا گھر کے پچھواڑے کا ایک جائزہ اور اس کے طول وعرض، لمبائی اور فاصلہ پر ایک اچٹتی نظر۔

آسٹرو بائیولوجی اور سیارہ جاتی آسٹروفزکس کے علوم میں کہکشانی رہائشی زون یعنی ''ہیبٹیبل زون'' کی اصطلاح بڑی کہکشاں کے ایسے حصہ کے لئے استعمال کی جاتی ہے جہاں زندگی کی موجودگی کا امکان ہو اور ماحول ، اسباب اور وسائل ممکنہ بود و باش کی حوصلہ افزائی کرتے ہوں۔

ہماری کہکشاں میں بھی ایسے زون کی موجودگی کو تصور کرلیا گیا ہے اور یہاں موجود زمین کی طرح کے دوسرے سیاروں کی موجودگی کا پتہ چلانے کی کوششیں کی جارہی ہیں۔اس سلسلہ کی اہم کڑی کیپلر نامی خلائی مشن کا قیام تھا جس کو خلا میں پہنچانے کے لئے 7 مارچ 2009ء میں خلائی جہاز بھیجا گیا۔

کیپلر خلائی رصد گاہ (آبزرویٹری) کا نام ہے ماہرین کے بقول انہیں مختلف سیاروں اور ستاروں کے بارے میں اہم اطلاعات پہنچا رہی ہے۔اس کا نام جرمنی کے مشہور خلائی محقق اور ریاضی دان کیپلر جوہانس کے نام پر رکھا گیا ہے۔

بقول سائنس دانوں کے یہ اپریل 2016ء میں زمین سے تقریباً ایک سو ملین میل دور تھی اور سولہ (16) ملین میل سالانہ کی رفتار سے ملکی وے کی وسعتوں میں آگے بڑھ رہی ہے۔اس رصدگاہ میں شامل یہ دوربین فراٹے بھرتی قرب و جوار کی معلومات زمینی مرکز میں ترسیل کرکے نئی منزلوں کی جانب تیز رفتاری سے آگے بڑھتی جارہی ہے۔

کیپلر رصدگاہ مشن کا مقصد ہماری کہکشاں میں ایسے سیاروں کی تلاش تھا جہاں کا ماحول زندگی کو تقویت بخشتا ہو اور انسانی بقا کے لئے مددگار ہو۔محققین کے بقول اس مہم میں پہلی کامیابی 2011ء میں ہوئی جب کیپلر مشن نے ''لائرا'' نامی کانسٹیلیشن کے دامن میں ہمارے نظام شمسی کی طرح کا ایک نظام دریافت کیا جس کے سورج کے گرد پانچ سیارے ہیں۔

ماہرین نے نئے نظام کو کیپلر 444 کا نام دیا۔ اس میں شامل پانچ سیاروں کو 444 میں بی، سی، ڈی، ای اور ایف کے اضافی حرف کے ساتھ نام دیئے گئے ہیں۔ یہ نظام ہماری زمین سے بہت قریب ہے لیکن یہ ''قربت'' بھی ایک سو سترہ (117) نوری سال کی مسافت پر ہے۔

ناسا کے مطابق اس نظام میں زندگی کی علامات اور نشانات ابھی تک نہیں ملے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ہمارے نظام کے وینس اور مرکری کے حجم (سائز) کے برابر یہ پانچوں سیارے اپنے ستارہ (سورج) سے بہت قریب گردش کررہے ہیں۔ اس لئے اس کی گرمی نے یہاں زندگی کی تمام امیدوں کو مسترد کردیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں کسی بین الکہکشانی حادثہ کی وجہ سے اس کے محور یا مدار میں تبدیلی واقع ہوئی ہو جو ان سیاروں کو اپنے سورج سے قریب لے آئی ہو۔

قارئین! امریکی خلائی پروگرام جسے ''عظیم خلائی مشاہداتی پروگرام'' کا نام دیا گیا ہے، کے آخری مرحلہ میں ''اسپٹزر اسپیس ٹیلی اسکوپ'' نامی خلائی دوربین 25 اگست 2003ء کو خلا میں بھیجی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ خلائی اجسام اور دیگر کہکشانی نظاموں کو انفرا ریڈ (ماورائے سرخ) عدسوں کی مدد سے دیکھا جاسکے تاکہ نئی ٹیکنالوجی سے خلا میں موجود اجسام مزید واضح ہوں۔

انفراریڈ دوربین سے نامکمل ستارے جنہیں نامکمل خاکی اجسام بھی کہا جاتا ہے، نظر آنے لگتے ہیں۔ ایسے سیارے جن کی سطح اپنے نظام کے سورج سے انتہائی قریب ہونے کی وجہ سے ایسی شکل اختیار کرلیتی ہے جو روایتی دوربین سے نظر نہیں آتی، ان کو بھی انفراریڈ دوربین کی وجہ سے دیکھا جاسکتا ہے۔ سالموں کے باہمی انجذاب سے بنے ہوئے دیوہیکل اور غیر معمولی جسامت کے مالک سالماتی بادل جو عام دوربین سے نظر نہیں آتے، انفراریڈ دوربین سے ان کو دیکھنا ممکن ہے۔

سب سے بڑھ کر وہ نامیاتی سالموں کے گچھے جن میں قرب و جوار کے سیاروں اور کہکشانی نظاموں میں ممکنہ زندگی کی موجودگی کے راز مدفن ہیں، اس دیوہیکل آہنی آنکھ کی قوت سے بچ نہیں سکتے اور اپنے اندر چھپی ساری کہانیاں طشت از بام کردیتے ہیں۔

ماہرین کا کہنا ہے کہ اس خلائی پروگرام میں شامل کردہ نئی دوربین (اسپٹزر) کے ذریعے جو حیرت انگیز دریافت سامنے آئی ہے وہ سات سیاروں پر مبنی ہمارے نظامِ شمسی کی طرح کا نظام ہے اور ہماری کہکشاں کے رہائشی زون میں شامل ہے۔ اس نظام کے کم از کم تین سیارے زندگی اور انسانی بود و باش کے حوالے سے اہم ہیں۔ اس ہفت سیارچی نظام کو ہمارے نظامِ شمسی سے باہر پہلی مرتبہ دریافت ہونے والا ایسا نظام قرار دیا جارہا ہے جس میں زندگی کی موجودگی ممکن ہے۔

خلائی ماہرین کے مطابق اس نظام کو کائناتی بھول

بھلیوں میں زندگی کی تلاش میں اہم پیش رفت سمجھا جارہا ہے۔ڈائریکٹوریٹ اسپیس ایجنسی برائے سائنسی دریافت، واشنگٹن کے ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر تھامس زربوچن ایک سوال ''کیا ہم اس کائنات میں اکیلے ہیں؟'' کے جواب میں وہ کہتے ہیں،

''خلائی تحقیق کا یہ مشن ہماری سب سے اہم ذمہ داری ہےاور یہ نئی دریافت زندگی سے بھرپور سیاروں کی تلاش کی دوڑ میں غیر معمولی قدم ہے۔''

تاہم ماہرین کا کہنا ہے کہ اسپٹزر مشن کی انتہائی سرد ماحول میں کام کرنے کی صلاحیتوں میں کمی آئی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس دوربین کی سرد ماحول میں کام کرنے والی صلاحیت کا تخمینہ ڈھائی سالوں کے لئے لگایا گیا تھا۔اب اس میں ڈالے گئے کیمیکل (مائع ہیلیم گیس) جوشدید ٹھنڈ برقرار رکھنے میں مدد دیتے ہیں،اختتام پذیر ہوچکے ہیں۔گرم ماحول میں بھی اس کے دوکیمرے کام کررہے ہیں اور ان کی کارکردگی اور فعلیت میں 2020ءتک کسی قسم کی رکاوٹ نظر نہیں آتی۔

امید کی جارہی ہے کہ اس سلسلہ کا یہ آخری خلائی تحقیقاتی پروگرام ایسے حقائق اور معلومات سامنے لے آئے گا جن سے واضح ہوسکے گا کہ آیا ہمارے پڑوس میں کوئی آباد ہے یانہیں۔

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں
کیا محلّہ میں اپنے مکاں اور بھی ہیں؟

قارئین! قرآن کریم میں ارشاد ہے:

''اے گروہ جن وانس! اگرتم زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل سکتے ہوتو نکل کر دکھاؤ،تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔'' (الرحمٰن: ۳۳)

جولوگ اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر وقت اللہ کو یاد کرتے ہیں اور کائنات کی ساخت میں غوروفکر کرتے ہیں وہ پکار اٹھتے ہیں کہ رب العالمین اللہ نے یہ کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی۔ وہ جان لیتے ہیں کہ یہ کائنات قیاس آرائیوں پر مبنی نہیں بلکہ ایسی حقیقت ہے جس میں تغیر نظر آنے کے باوجود تغیر نہیں ہے۔

''سلطان''ایسی صلاحیت ہے جس سے واقف ہوکر ہم کائنات کے دور دراز مقامات تک رسائی حاصل کرسکتے ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا ہے۔'' (الجاثیہ: ۲۲)

طالب علم جب طبیعیاتی نظریہ اضافت سے گزر کر نظریہ رنگ ونور کی اضافت کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہاں اسے اربوں کھربوں دنیاؤں پر مشتمل کائناتیں نظر آتی ہیں۔اس وقت سائنس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ٹائم اوراسپیس کی تسخیر کرکے زیادہ سے زیادہ رفتار پر کنٹرول حاصل کرلیا جائے۔قرآن کریم اوردیگر آسمانی کتابوں میں timelessness کا فارمولا موجود ہے۔

باولی کھچڑی

قارئین! سدھ بدھ ہونا اچھی بات ہے لیکن سدھ بدھ کا تابع ہونا، داناؤں کے نزدیک — نادانی ہے۔ باولی کھچڑی سے مراد کھو کر پانا ہے۔ دودھ کھویا تو کھویا پایا — عمر کھوئی، تجربہ آیا۔ آنے جانے، کھونے اور پانے میں جو کھچڑی پکتی ہے، وہ زندگی کا حاصل بن جاتی ہے۔ بڑوں کا قول ہے، گھی کہاں گیا کھچڑی میں اور کھچڑی گئی پیاروں کے پیٹ میں۔ آپ بھی اس کھچڑی میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔

بچہ حساب کی اعلیٰ تعلیم مکمل کر کے جب گھر واپس آیا تو ایک روز کھانے کے دوران میز پر پڑے دو سیبوں کی طرف اشارہ کر کے ماں باپ سے پوچھا، یہ کتنے ہیں، انہوں نے کہا کہ دو سیب ہیں۔ وہ بولا، نہیں! یہ تین ہیں اور مختلف ریاضی کے فارمولے استعمال کر کے ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سیب تین ہیں۔

باپ نے کہا، تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو، سیب تین ہیں اور ہم بھی تین ہیں۔ یہ کہتے ہوئے دونوں سیب اٹھائے، ایک خود لیا دوسرا بیگم کو دیا اور بیٹے سے کہا، تیسرا سیب تم کھالو۔ (عمیرا انور۔ کراچی)

بیٹا: ابا جان! دنیا میں ایسا کون ہے جس نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟ باپ نے سوال پر بیٹے کو تعجب سے دیکھا اور کہا — تمہاری امی!

بیٹا: اور امی سے زیادہ متاثر کن شخصیت؟

باپ نے ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہا — تمہاری امی کی امی! (متین۔ ساہیوال)

غیر ملکی سیاح سیر کرنے دوسرے ملک گیا۔ ریلوے لائن بند تھی۔ اس نے گاڑی کھڑی کی۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا کہ ایک شخص کندھے پر سائیکل اٹھائے ریلوے لائن عبور کر رہا ہے۔ غیر ملکی سیاح نے گائیڈ سے پوچھا، یہ شخص کیا کر رہا ہے؟

گائیڈ نے بتایا کہ اصل میں اس قوم کے پاس وقت نہیں ہے کہ گاڑی آنے کا انتظار کرے، اس لئے یہ شخص سائیکل کندھے پر اٹھائے ریلوے لائن عبور کر رہا ہے۔ ریل گاڑی گزر گئی تو سیاح نے ریلوے لائن عبور کر کے دیکھا کہ وہ شخص دوسری طرف بندر کا تماشا دیکھنے میں مشغول ہے۔ (واجد۔ مردان)

ایک بار صفی لکھنوی نے کسی محفل میں استاد بیخود سے دریافت کیا، اس ملک میں مستند اور باکمال شعرا کون ہیں —؟ استاد بیخود پہلے تو ٹال گئے لیکن جب صفی لکھنوی نے اصرار کیا تو فرمایا—

بس دو ہیں، آپ اور میں ! کچھ تامل کے بعد کہا، ''اور آپ بھی کیا؟'' (فرحان جدون۔ایبٹ آباد)

رشتہ کے لئے بڑی بیبیاں آئیں ۔ بات آگے بڑھی تو لڑکی کے گھر والے لڑکے کے گھر گئے ۔ وہاں پہنچے تو سب سے اچھی علیک سلیک ہوئی لیکن خواتین نے کونے میں بیٹھے ایک بزرگ کو سلام نہیں کیا۔

جب وہ جانے لگیں تو بزرگ نے آواز دی ،سنو بیبیو! ادھر آؤ۔اور سرگوشی کے انداز میں کہا،لڑکا بہت اچھا ہے لیکن گھر والوں نے ایک بات آپ کو نہیں بتائی۔خواتین متوجہ ہوگئیں اور ایک دوسرے کو تعجب سے دیکھا۔

بزرگ نے کہا،لڑکا کام کرتا ہے ،،بہت اچھا ہے ، اس کے پاس ایک منٹ کی فرصت نہیں لیکن آمدن بھی ایک پائی کی نہیں! یہ سننا تھا کہ وہ بیبیاں وہاں سے ایسے گئیں کہ پھر پلٹ کر نہیں آئیں۔

قارئین— آپ کیا سمجھے؟ (رفیعہ سراج۔کوئٹہ)

ایک خاتون جنہیں اپنی خوب صورتی پر بہت ناز تھا ، سہیلی سے بولیں، میں نے سنا ہے کہ تکبر بہت بڑا گناہ ہے ۔ جب بھی آئینہ میں دیکھتی ہوں تو خود سے زیادہ کوئی حسین نہیں لگتا۔محسوس ہوتا ہے کہ مجھ میں کبر بڑھ رہا ہے۔مشورہ دو اس گناہ سے کیسے بچوں؟

سہیلی نے معصومیت سے جواب دیا ، جسے تم تکبر سمجھ رہی ہو وہ غلط فہمی ہے۔ (ماریہ۔کراچی)

دکن کے دو میاں بیوی میں نوک جھونک ہوگئی۔

بیوی: کیوں جی ،آپ سگریٹ پیتے ہو۔شادی سے پہلے کائے کو نئیں بتائے؟ دھوکا ہوگیا نا ہمارے ساتھ۔

شوہر: ارے ، ایسا نکو بولو۔آپ خون پیتے ، دماغ کھاتے ،آپ بتائے تھے کیا؟ (عامر ادریس۔کراچی)

سمجھ دار آدمی کوڑا کرکٹ کے پاس کھڑا نہیں ہوتا اور تیزی سے سانس روک کر یا ناک بند کر کے گزر جاتا ہے۔اچھی خوش بو ذہن کو تروتازہ کرتی ہے اور بدبو سے اعصاب بوجھل ہوجاتے ہیں۔ پیاز اور لہسن کی بو، بد ہوتی ہے لیکن اسے کھانوں میں ڈالا جاتا ہے۔لہسن کا اچار اور کچی پیاز روٹی کے ساتھ شوق سے کھائی جاتی ہے۔ پیاز کی بو نہ صرف آپ خود محسوس کرتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی ناگوار گزرتی ہے۔

کسی شے سے بدبو آنے کے باوجود ہم اسے شوق سے کھاتے ہیں۔یعنی ہمارا ذہن اسے بدبو نہیں،خوش بو سمجھ رہا ہے،اسی لئے ہم کھانوں میں ڈال دیتے ہیں۔

معزز قارئین! بتایئے کہ آپ کیا سمجھے کہ خوش بو کیا ہے، بدبو کیا ہے اور اگر خوش یا بدنہ ہو تو بو کیا ہے—؟

HOPE FOR INFERTILE COUPLES
AUSTRALIAN CONCEPT
INFERTILITY MEDICAL CENTER
Established Since 1998
THE LEADING IVF INSTITUTE OF PAKISTAN
CONSUMERS CHOICE AWARD 2016
IAF
the most Precious gift life has to offer
پاکستان کا 1st ISO 9001:2015 سرٹیفائڈ IVF سینٹر، سب سے بڑے برانچ نیٹ ورک کے ساتھ
IVF خدمات میں 18 سال کا تجربہ اور کامیاب کیسز کی شرح میں مسلسل اضافہ
PGD (پری امپلانٹیشن جینیٹک ڈائیگنوسز) برائے فیملی بیلنسنگ دستیاب ہے
پاکستان کا پہلا کامیاب FET (فروزن ایمبریو ٹرانسفر) پروسیجر
ورلڈ ریکارڈ، میل ان فرٹیلیٹی کا 29 سال بعد کامیاب علاج
ورلڈ کلاس IVF لیب Primo Vision TM Time-Lapse Embryo Monitoring System کے ساتھ
ایک ہی چھت کے نیچے مکمل IVF علاج
Australian Scientists کی جانب سے غیر جانب دار طور پر کوالٹی کی ضمانت
PGD
3 time Winner of Consumers Choice Award for "Best Infertility Medical Centre" in Pakistan
We constantly strive to achieve better results. We make no compromises when it comes our patients' health and desires.
GET A FREE Consultation
Dr. Syed Sajjad Hussain
KARACHI 32-A, Block-5, Rojhan Street, Near Bilawal Chowrangi, Kehkashan, Clifton, Karachi,
LAHORE 116-A, Babar Block, Garden Town, Model Town Link Road, Lahore
ISLAMABAD 3rd Floor, Aklas Plaza, G/10 Main Markaz, Behind Babri Masjid, Sawan Road, Islamabad
HYDERABAD | LARKANA | SUKKUR | QUETTA | FAISALABAD | GUJRANWALA | MULTAN
UAN: 0304-111-2229 (BABY)
facebook.com/australianconcept web: www.acimc.org | email: info@acimc.org

Since 1990
MOTOLUX
INDUSTRIES

GLOVES ENGINEERING COMPANY.

Motolux Street,Muzzafarpur, Ugoki Road,
Sialkot-51340,Pakistan,
Tel: +92-52-3252284,Fax: +92-52-3240216
info@motolux.pk

اک الف پڑھو چھٹکارا اے

مرشد کا دامن پکڑ اور مخلوق کا خدمت گار بن جا۔ اور پھر اس مستی میں دنیا جہاں سے بے پرواہ ہو کر بے خواہش اور بے نوا بن جا تا کہ دل ہر قسم کی آلودگی سے صاف ہو جائے۔

"لینگویجز ٹوڈے" کے مطابق پنجابی دنیا کی گیارھویں بڑی زبان ہے۔ دس کروڑ نوے لاکھ افراد یہ زبان بولتے ہیں۔ ماہرین لسانیات کے مطابق اوسطاً ہر چودہ دن میں ایک زبان اپنا وجود کھو رہی ہے۔ یونیسکو کے مطابق پنجابی ان زبانوں میں شامل ہے جو مستقبل میں ایسے خطرہ سے کوسوں دور ہے۔ ماہرین کے نزدیک بنیادی وجہ پنجابی زبان کا صوفیانہ ورثہ ہے جو کتابی شکل کے علاوہ سینہ بہ سینہ ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔

دنیا بھر کے ماہرین لسانیات کہتے ہیں کہ جس زبان کے پاس وارث شاہؒ کی ہیر، میاں محمد بخشؒ کی سیف الملوک، شاہ حسینؒ اور بابا بلھے شاہؒ کی کافیاں، بابا فریدؒ اور سلطان باہوؒ کے ابیات موجود ہوں، وہ زندہ رہتی ہے۔

پنجاب میں سترھویں اور اٹھارویں صدی کا دور انتظامی امور کے لحاظ سے پرآشوب لیکن صوفیانہ شاعری کے حوالہ سے عظیم الشان تھا۔ اس دور میں مغلیہ سلطنت نااہل بادشاہوں کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ یہاں تک کہ نادر شاہ اور احمد شاہ ابدالی کے ہاتھ ڈیڑھ لاکھ لوگوں کے خون سے رنگین ہوگئے۔

دوسری جانب اسی دور میں حضرت بابا بلھے شاہؒ، وارث شاہؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، سچل سرمتؒ، خواجہ میر دردؔ اور میر تقی میرؔ کے ذریعے صوفیانہ شاعری کو فروغ ملا۔ ہم عصر صوفی شعرا میں بابا بلھے شاہؒ کو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ ان کا پیغام کافی میں ڈھل کر شمالی ہندوستان کے ہر کونے میں اور ہر لہجہ میں گونجا۔

کافی شاعری کی مشکل ترین صنف ہے۔ یہ گیت کے بہت قریب ہوتی ہے۔ جب تک شاعر کو کلام پر دسترس اور وسیع ذخیرۂ الفاظ کے ساتھ خیالات کا تسلسل نہ ہو تو کافی کہنا بہت مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے شعرا حضرات کافی پر کم توجہ دیتے ہیں۔ بلھے شاہؒ کی کافیاں اور دوہڑے پنجاب، سندھ، راجستھان اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں میں عوام کے دل کی آواز ہیں۔

بابا بلھے شاہؒ صاحب حال صوفی ہیں۔ جو کیفیات گزرتیں، سادہ شاعرانہ زبان میں بیان کر دیتے۔

انہوں نے صوفیانہ شاعری کے ذریعے افکار کو خاص و عام میں فروغ دینے کی کوشش کی۔ صوفیانہ اظہار کی یہ صورت بعد ازاں پنجاب کی شاعری کی مشہور صنف کافی بن گئی۔ بابا بلھے شاہؒ نے کافی کے ذریعے برصغیر میں اللہ کی وحدانیت کا پیغام گھر گھر پہنچایا۔

خزینۃ الاصفیا اور نافع السالکین کے مطابق حضرت بابا بلھے شاہؒ کے والد کا نام سخی شاہ محمد درویش تھا۔ شجرہ نسب چودہ واسطوں سے پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ آباؤاجداد میں سے ایک بلند پایہ بزرگ حضرت سید محمد غوث بندگی گیلانیؒ 887ھ میں حلب (شام) سے ہجرت کر کے بہاولپور اُچ گیلانیاں میں آباد ہوئے اور مسجد کی امامت سنبھالی۔ بعد میں اُچ گیلانیاں سے نقل مکانی کر کے ملک وال چلے گئے۔ وہاں بھی ان کی درویشی کی وجہ سے انہیں امام مسجد بنا دیا گیا۔

روایت ہے کہ موضع پانڈوکی کے بڑے زمین دار پانڈوخاں کی بیٹی ملک وال میں بیاہی ہوئی تھی، وہ ملک وال میں حضرت بلھے شاہؒ کے والد سید سخی سے ملا۔ ان کی پاکیزہ اور علم دوست شخصیت سے متاثر ہو کر درخواست کی کہ وہ موضع پانڈوکی کی مسجد کی امامت سنبھالیں کیوں کہ وہاں کوئی سید نہیں ہے۔ پانڈوخاں کی درخواست پر حضرت بلھے شاہؒ کے والد خاندان سمیت موضع پانڈوکی منتقل ہو گئے۔ شاہ عنایت قادریؒ کی تصنیف نافع السالکین کے مطابق سید بلھے شاہ قادریؒ کی پیدائش 1680ء میں موضع پانڈوکی میں ہوئی۔

بابا بلھے شاہؒ کا اصل نام عبداللہ ہے۔ بچپن گاؤں میں مویشی چراتے گزرا۔ یہاں ان سے وابستہ پہلی کرامت کا ذکر ملتا ہے۔ الزام لگا کہ انہوں نے اپنے مویشیوں کی نگرانی نہیں کی جس کی وجہ سے مویشیوں نے گاؤں کے زمین دار جیون خان کی فصل کو نقصان پہنچایا۔ حضرت بلھے شاہؒ نے دعا کی اور اللہ نے فصل کو پھر سے ہرا بھرا کر دیا۔

پانڈوکی میں مختصر عرصہ گزارنے کے بعد قصور آ گئے اور یہاں کے معروف مدرسہ میں داخل ہوئے جہاں قرآن کریم، حدیث، فقہ اور منطق کا گہرا مطالعہ کیا۔ بعد میں انہیں اسی مدرسہ میں پڑھانے کی دعوت دی گئی۔ ان کے درس میں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، علوم وفنون کے علاوہ مثنوی مولانا رومؒ، فصوص الحکم، کتب تصوف بالخصوص صوفیائے کرام کے حالات کا مطالعہ شامل تھا۔ محفل سماع بھی منعقد کرتے تھے۔ اکثر خواجہ حافظؒ، ملا محمد شیریں مغربی، احمد جام، فخر الدین عراقی، ملا بدخشی اور مثنوی مولانا رومؒ کے علاوہ شاہ شمس تبریزؒ کا کلام پیش کیا جاتا تھا۔

صوفی شاعر بابا بلھے شاہؒ کی شاعری کو فکری طور پر چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلا حصہ مرشد کی تلاش اور ان کے کرشماتی وجود سے متعلق ہے۔ ان کے مرشد شاہ عنایت قادریؒ آرائیں ذات کے تھے جو اس دور میں غیر سید ہونے کی وجہ سے کم تر سمجھی جاتی تھی۔ بابا بلھے

شاہؒ کے خاندان کے لوگوں نے اس پر بہت طعنے دیئے لیکن انہوں نے پرواہ نہیں کی اور فرمایا کہ مرشد اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہے، وہ رنگ و نسل اور ذات پات کی تفریق سے آزاد ہے اور مرید کو اللہ سے ملاتا ہے۔

بلھے نوں سمجھاون آئیاں ، بھیناں تے بھرجائیاں
من لے بلھیا ساڈا کہنا ، چھڈ دے پلا رائیاں
جو کوئی سانوں رائیں آکھے ،بہشتیں پینگھاں پائیاں
رائیں سائیں سبھنیں تھائیں،رب دیاں بے پروائیاں
سوہنیاں پرے ہٹائیاں نیں تے،کوجھیاں لے گل لائیاں
جے توں لوڑیں باغ بہاراں ، چاکر ہو جا رائیاں
بلھے شوہ دی ذات کیہ پچھنا یں ، شاکر ہو رضائیاں

بلھے شاہؒ کو شاہ عنایتؒ کی مریدی سے روکنے کے لئے بہنیں اور بھاوجیں مل کر سمجھانے آئیں کہ ہمارا کہنا مان اور آرائیوں کا دامن چھوڑ دے۔ بلھے شاہؒ نے فرمایا کہ جو ہم کو آرائیں کہے گا وہ جنت میں جھولا جھولے گا۔آرائیں تو ہر جگہ موجود ہیں، رب کی بے نیازی ہے کہ وہ جسے چاہے شرف قبولیت بخشے ۔اگر تم بھی گلشن کی بہاریں چاہتے ہو تو آرائیں کے خادم بن جاؤ اور اللہ کی مرضی پر شاکر ہو جاؤ۔

صوفی شاعر بلھے شاہؒ نے پیرومرشد حضرت شاہ عنایتؒ سے عقیدت، محبت اور عشق کا اظہار متعدد کافیوں میں کیا ہے۔

ماپے چھوڑ لگی لڑ تیرے،شاہ عنایتؒ سائیں میرے
لائیاں دی لج جان وے، ویہڑے آ وڑ میرے
میں تیرے قربان وے، ویہڑے آ وڑ میرے

میں نے سب چھوڑ کر تمہارا دامن پکڑ لیا ہے۔اے شاہ عنایتؒ! تو ہی میرا سائیں ہے۔محبت کی لاج رکھ اور ہمارے گھر آ جا۔ میں تم پر قربان جاؤں ۔کبھی ہمارے گھر میں بھی مہمان بن کر آ۔

شاعری کا دوسرا حصہ محبوب سے بے پایاں عشق اور ہجر کی کرب آمیز کہانی ہے۔بابا بلھے شاہؒ کے مطابق عشق— شدتِ رغبت، کشش، لگاؤ اور لگاوٹ ہی کا نام نہیں بلکہ اپنی رضا معشوق کی رضا کے مطابق ، اپنی آرزو حبیب کی آرزو پر نثار، اپنی تمنا محبوب کی تمنا پر قربان اور خود کو محبوب کے لئے خود رفتہ کر لینے اور اس پر فریفتہ و فدا ہو جانے کا نام ہے۔

حضرت بلھے شاہؒ کا کلام اسرار الٰہی اور عشق حقیقی کا امین ہے۔فرماتے ہیں کہ عشق مجازی کے بعد رکنا نہیں چاہئے بلکہ حقیقی عشق کی طرف سفر کرنا چاہئے۔عشق مجازی سفر ہے عشق حقیقی کی طرف۔ جب عشق اللہ کی راہ میں ہوتا ہے تو اس میں حسن و جمال آجاتا ہے۔مجازی عشق سے متعلق فرماتے ہیں:

چجر نہ عشق مجازی لاگے
سوئی سیوے نہ بن دھاگے
عشق مجازی داتا ہے
جس پچھے مست ہو جاتا ہے

جب تک عشق مجازی نہ ہو،عشق حقیقی سے بہتر آشنائی ممکن نہیں۔سوئی بھی دھاگے کے بغیر کپڑا نہیں سیتی۔

عشق مجازی بھی ایک راستہ ہے جو اس کی لذت چکھتا ہے، مست اور بے خود ہو جاتا ہے۔

شاعری کے تیسرے حصہ میں قول و فعل میں مطابقت اور عمل و نیت کی درستی اور دوسروں کے بجائے اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کیا ہے جب کہ منافقت کا لبادہ اوڑھنے والوں سے محتاط رہنے کی تلقین ہے۔

پڑھ پڑھ مسئلے روز سناویں
کھانا شک شبہے دا کھاویں
دسّیں ہور تے ہور کماویں
اندر کھوٹ باہر سُچیار
علموں بس کریں او یار

روزانہ نئے نئے مسئلے پڑھ کر سناتے ہو۔ شک اور شبہے کا کھانا کھاتے ہو۔ لوگوں کو کچھ اور بتاتے ہو اور خود کچھ اور کرتے ہو، اندر کھوٹے ہو اور زبان سے سچ کی تلقین کرتے ہو۔ علموں بس کریں او یار!

بلھے شاہؒ کے نزدیک ایسی عبادت بے کار ہے جس میں ظاہری عبادت کا پہلو نمایاں ہو لیکن دل گرد آلود ہے۔ اس منافقت کو انہوں نے اپنے کلام میں جا بجا آشکار کیا ہے کہ عبادت اس وقت خالص ہوتی ہے جب بندہ من کی دنیا سے واقف ہو جائے۔

کیوں پڑھنائیں گڈ کتاباں دی
سر چانائیں پنڈ عذاباں دی
ہن ہویا شکل جلاداں دی
اگے پینڈا مشکل بھارا اے
اک الف پڑھو چھٹکارا اے

کیوں بیل گاڑیوں پر لدی ہوئی کتابیں پڑھتے ہو اور سر پر عذابوں کی گٹھڑی رکھتے ہو۔ تمہاری شکل بھی جلادوں جیسی ہوگئی ہے۔ حالاں کہ اس سے آگے سفر بھی مشکل ہے۔ بس ایک الف پڑھ لو، تمام الجھنوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے گا۔

بابا بلھے شاہؒ نے شاعری کے ذریعے لوگوں میں بے عملی کی نشان دہی کی اور تفرقوں میں بٹنے کو انسانیت کے لئے نقصان دہ قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ دین و دنیا کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہو تو ایسے در سے وابستہ ہو جاؤ جو راستہ سے واقف اور منزل رسیدہ ہو۔

پھڑ مرشد عبد خدائی ہو
وچ مستی بے پروائی ہو
بے خواہش بے نوائی ہو
وچ دل دے خوب صفائی ہو
بلھا بات سچی کدوں رکدی اے
اک نقطے وچ گل مکدی اے

مرشد کا دامن پکڑ اور مخلوق کا خدمت گار بن جا۔ اور پھر اس مستی میں دنیا جہاں سے بے پرواہ ہو کر بے خواہش اور بے نوا بن جا تا کہ دل ہر قسم کی آلودگی سے صاف ہو جائے۔ اے بلھے شاہ! سچی بات بھلا کہاں رکتی ہے۔ بس اک نقطہ میں بات مکمل ہو جاتی ہے۔

بابا بلھے شاہؒ فن موسیقی پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ تمام راگوں کے سُر اور لے سے بخوبی آشنا تھے۔ شاعری کے چوتھے حصہ میں انسان دوستی، پیار، محبت، امن، رواداری

اوراطاعت کوموضوع بنایا ہے۔

بلھیا غین غرورت ساڑ سٹ تے مان کھوہے وچ پا

تن من دی سرت گوا دے گھر آپ ملے گا آ

بلھے شاہ! تکبر اور گھمنڈ کو جلا دے اور حرص و ہوس کو کنوئیں میں ڈال اور تن اور من سے بیگانہ ہوجا، منزل تمہیں خود بخود مل جائے گی۔

بابا بلھے شاہؒ نے عاقبت سنوارنے اور اچھے اعمال کی منفرد انداز میں تعلیم دی۔فرماتے ہیں:

اج گھر وچ نویں کپاہ کڑے

توں جھب جھب ویلنا ڈاہ کڑے

روں ویل پنجاون جاہ کڑے

مڑ کل نہ تیرا جان کڑے

کر کتّن ول دھیان کڑے

آج گھر میں نئی کپاس آئی ہے۔تو جلدی روئی دھننے والا بیلنا تیار کر۔ اے لڑکی روئی کو کپاس سے علیحدہ کر کے اور پنجوانے کے لئے جا۔ ہوسکتا ہے کہ کل پھر جانا نہ ہو۔اے لڑکی چرخا کاتنے پر دھیان مرکوز رکھ۔

سچ کا اعلان کرنا اور ثابت قدم رہنا اللہ کے دوستوں کے پیغام کا محور ہے۔فرماتے ہیں:

جس پایا بھید قلندر دا

راہ کھوجیا اپنے اندر دا

اوہ واسی ہے سکھ مندر دا

جتھے کوئی نہ چڑھدی لہندی اے

منہ آئی بات نہ رہندی اے

جس نے قلندر کا راز جان لیا اس نے اپنی ذات کے سفر کا راستہ تلاش کر لیا، وہی سکھ مندر کا باسی ہے جہاں کسی طرح کا تغیر نہیں ہے۔ بات لبوں پر آجائے تو پھر روکے نہیں رکتی۔

مرشد سے جدائی اور عشق کے بارے لکھتے ہیں:

تیرے عشق ڈیرا میرے اندر کیتا

بھر کے زہر پیالہ میں تے آپے پیتا

جھبدے آویں وے طبیبا نئیں تے میں مرگئیا

تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا

ایس عشق دے کولوں سانوں ہٹک نہ مائے

لاہو جاندڑے بیڑے موڑ کون ہٹائے

میری عقل بھلی نال مہانیاں دے گئیا

تیرے عشق نچایا کر تھیا تھیا

تیرے عشق نے میرے دل میں مستقل قیام کر لیا ہے۔ یہ زہر کا پیالہ تو میں نے خود لبریز کر کے پیا ہے۔ ہمیں عشق سے باز رہنے کی تلقین نہ کر۔ جب کشتی عشق کے سیلاب میں بہنے لگی ہے تو اسے کون واپس لاسکتا ہے۔ مجھ سے بھول ہوگئی کہ میں ملاحوں کے ساتھ چل پڑا۔ اے طبیب! جلدی آ کہ میرے حواس گم ہورہے ہیں۔ تیرے عشق نے مجھے ناچنے پر مجبور کر دیا ہے۔

بابا بلھے شاہؒ نے کافیاں، سی حرفیاں، دوہڑے، باراں ماہے، گنڈھاں اور اٹھوارے لکھ کر عوام کے دلوں میں محبت کا رس گھولا اور امن کا درس دیا۔ پنجابی زبان کے عظیم صوفی شاعر بابا بلھے شاہؒ کا انتقال 1757ء میں قصور میں ہوا۔ عرس 23 تا 26 اگست کو قصور میں منایا جاتا ہے۔

سرورق کی تشریح

اربوں کھربوں دنیاؤں میں کروڑوں مخلوقات زندگی گزارنے کے لئے تقاضوں کی پابند ہیں۔ تقاضوں کا عمل تکرار پر قائم ہے۔ مثلاً نیند سے بیداری اور بیداری سے نیند، بھوک اور پیاس کی تسکین، سانس کا آنا جانا وغیرہ۔

سونا، جاگنا، جاگنا اور سونا بظاہر نیند اور بیداری ہیں۔ دراصل یہ شعوری اور لاشعوری کیفیات ہیں۔ بیداری میں اسپیس کا غلبہ رہتا ہے — ٹائم موجود لیکن مغلوب ہوتا ہے۔ نیند میں وقت کی رفتار کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ نیند کا شعور مادیت سے آزاد ہے۔ مثلاً ایک فرد مراقبہ کی حالت میں ہے یا سو رہا ہے، ماحول میں اسپیس کی درجہ بندی موجود ہے اور تغیر بھی واقع ہو رہا ہے لیکن وہ فرد ٹائم کی بیلٹ پر سفر کر رہا ہے۔ ہم ہر لمحہ مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں۔ موت و حیات کا ردوبدل زندگی ہے۔

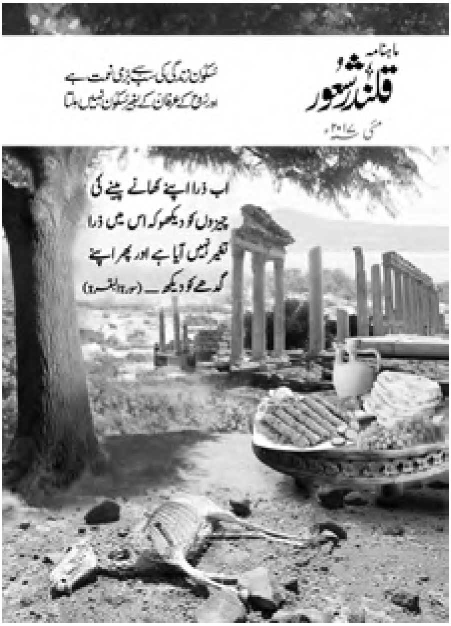

حضرت عزیرؑ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت قدرت اور صفت خالقیت کا اظہار فرمایا ہے۔ ایک ماحول میں یکساں عناصر اور مقداریں مثلاً کاربن، آکسیجن، ہائیڈروجن، نائٹروجن وغیرہ موجود ہیں۔ یہاں مختلف واقعات کا ظہور ہونا تفکر طلب ہے۔ مادی عناصر میں تغیر سے ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے جو مخفی جراثیم اور تعفن کو متحرک کر دیتی ہے۔ فارمولا یہ بنا کہ حرکت کم سے کم کر دی جائے تو تغیر کا عمل آہستہ ہو جاتا ہے۔ سو سال کے دوران توشہ دان کے گرد ایسی روشنیوں کا اجتماع رہا کہ مالیکیولز کے درمیان کثیف روشنیاں متحرک نہیں ہوسکیں اور کھانا تروتازہ رہا۔ موجود دور میں ڈیپ فریزر کا استعمال اس قانون کا محدود پیمانہ پر اطلاق ہے۔ اسی فضا میں موجود

گدھا، ہڈیوں کے ڈھانچے میں تبدیل ہوگیا۔

تخلیقاتی زون میں ہر مخلوق ایک بیلٹ یا دائرہ پر نظر آتی ہے۔ دائرہ میں تغیر نہیں ہے۔ گدھے کی مادی اسپیس نظروں سے اوجھل ہوگئی لیکن جن روشنیوں سے وہ مرکب تھا، فضا میں موجود تھیں۔ اللہ کے حکم سے گدھے کے مادی عناصر مجتمع ہوگئے اور گدھا زندہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام نوع انسانی کے لئے حیات وممات کا قانون بیان کیا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر حضرت عزیزؑ نے عملی مشاہدہ کی خواہش کی۔ اللہ نے آپ کو فہم عطا فرمائی کہ موت نیند سے مماثل کیفیت ہے۔ نیند میں لاشعور کا غلبہ ہے۔ نیند، بیداری، زندگی، موت، تغیر — سب خیال پر قائم ہیں۔ حضرت عزیزؑ کو سو سال کے عرصہ میں مادی طور پر تقاضوں کی تسکین کا خیال نہیں آیا، سانس کی رفتار کم سے کم ہوگئی۔ تغیر کی تکرار نہ ہونے کے برابر رہ گئی، اس لئے مادی جسم بکھرنے سے محفوظ رہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''وہ زندہ کو مردہ میں سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ میں سے نکال لاتا ہے''۔ (الروم: ۱۹)

مادی غذا اور آکسیجن زندگی نہیں ہے۔ مخلوق دو کرنٹ پر چل رہی ہے۔ ایک کرنٹ مادی کیمیکلز کو متحرک رکھنے کا ذمہ دار ہے۔ دوسرا کرنٹ نیند یا لاشعوری حواس میں کام کرتا ہے۔ پہلے کرنٹ کا وولٹیج کم سے کم کر دیا جائے تو دوسرا کرنٹ غالب ہو جاتا ہے اور کیمیائی مقداروں کی حفاظت کرتا ہے، ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رکھتا ہے۔ یہ کرنٹ زمانیت سے متعلق ہے۔ حضرت عزیزؑ نے شعور سے ہزاروں گنا زیادہ رفتار سے زمانیت میں سفر کیا، اس دوران اسپیس سمٹ گئی لہٰذا سو سال کا عرصہ، ایک دن کی نیند کے برابر محسوس ہوا۔ بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ (زاہدہ تبسم)

ایجاد اس وقت مظہر بنتی ہے جب خیال آتا ہے اور ذہن خیال پر مرکوز ہو جاتا ہے۔ خیال وہ نقطہ ہے جس کے اندر شے کا فارمولا ہے۔ جس خلا میں ہم رہتے ہیں وہ مفرد اور مرکب لہروں کا مجموعہ ہے۔ حضرت عزیزؑ نے حیات وممات کی حکمت جاننا چاہی تو اللہ نے کھانے کے اوپر ایسی گیسوں کا پرزم بنا دیا جس سے کھانا منجمد ہوگیا، جس طرح اہرام میں سالوں گزرنے کے بعد چیز خراب نہیں ہوتی کیوں کہ وہاں حرکت کی رفتار بہت کم ہے۔ آج کل فریزر میں مخصوص گیسوں کے تعامل سے منفی درجہ حرارت میں کھانے کے سالموں کی حرکت آہستہ کر دی جاتی ہے۔ وہ آپس میں جذب ہو کر منجمد ہو جاتے ہیں، ہوا سے ربط ختم ہونے سے فارن باڈیز داخل نہیں ہوتیں اور شے گلنے سڑنے سے محفوظ ہو جاتی ہے۔ برفیلے علاقوں میں بھی کھانا نہیں سڑتا۔ دوسری جانب اسی جگہ پر وقت گدھے پر اسی طرح گزرا جس طرح عام طور پر گزرتا ہے۔ سانس لینے کا عمل یہ ہے کہ آکسیجن پھیپھڑوں میں جانے کے بعد کیمیائی تعامل کی وجہ سے جلتی ہے اور زندگی بنتی ہے۔ گدھے کے اندر کیمیائی عمل رکا تو گدھا مر گیا اور ہڈیاں رہ گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہڈیاں اکٹھی ہو کر پنجر بنیں،

پنجر پر گوشت اور جلد چڑھی، سانس کا نظام بحال ہوا تو گدھے میں حرکت پیدا ہوگئی۔ (نگہت حیات)

ہر لمحہ موت وارد ہوتی ہے اور ہر لمحہ زندگی کی نوید ملتی ہے۔ موت و زندگی کا یہ سفر ایک دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہونے تک جاری رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت عزیرؑ نے حیات بعد از موت کے عمل کا مشاہدہ کیا۔ خالق کائنات اللہ تعالیٰ مخلوق کو دوبارہ تخلیق کرنے پر اسی طرح قادر ہے جس طرح اس نے پہلی بار تخلیق کیا۔ قرآن کریم میں بارہا اس بات کا ذکر کیا گیا ہے۔

۱۔ ”اللہ ہے جو جلاتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو کہتا ہے ہو اور وہ ہو جاتا ہے۔“ (المؤمن: ۶۸)

۲۔ ”بے شک وہ خالق اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔“ (الطارق: ۸)

۳۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔“ (النور: ۴۵)

۴۔ ”پھر وہ خون کا لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اس کو بنایا پھر اس کے اعضا درست کئے اور اس کی مرد عورت، دو قسمیں بنا دیں، کیا اس کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو پھر سے زندہ کردے۔“ (القیٰمۃ: ۳۸۔۴۰)

۵۔ ”کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے، ہم ضرور کریں گے کیوں کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کریں۔“ (القیٰمۃ: ۳۔۴) (آمنہ بیگم)

شے کی تخلیق دو رخوں پر ہے۔ ایک رخ میں تغیر جب کہ دوسرا رخ غیر متغیر ہے۔ غیر متغیر رخ انا کی لہروں کی شکل میں کائنات کے ہر فرد کو دوسرے سے منسلک کئے ہوئے ہے۔ انا کی لہروں میں وقفہ ہے نہ تعطل واقع ہوتا ہے۔ مادی آنکھ کے برعکس روحانی آنکھ ان لہروں کو دیکھتی ہے اور استعمال کا علم جانتی ہے۔ انا کی لہروں کا علم معرفت الٰہی سے حاصل ہوتا ہے۔ مئی 2017ء کے سرورق میں حضرت عزیرؑ کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اللہ نے حیات و ممات کی حقیقت واضح کرنے کے لئے انہیں سو سال نیند میں رکھا۔ سو سال بعد اللہ کے حکم سے نیند سے جاگے تو وقت کا احساس نہیں ہوا۔ دیکھا کہ گدھا ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا ہے جب کہ کھانا تر و تازہ ہے اور شہر آباد ہو چکا ہے۔ کھانا تازہ رہنے کی وجہ وہ گیسیں ہیں جو غذا کے مالیکیولوں کی حرکت کو کم کر دیتی ہیں جب کہ گدھے پر وقت معمول کے مطابق گزرا۔ غور و فکر سے یہ بات ذہن میں آتی ہے کہ زندگی ہر لمحہ تغیر پذیر ہے، حرکت کی رفتار کو کم کر کے شے کو طویل عرصہ تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ (ڈاکٹر زبیر احمد)

پھپھوند کے باغات

یہ کہتے ہوئے میری نظر زمین پر پڑی اور میں چونک گیا۔نگاہ زمین کے اندر دور تک دیکھ رہی تھی۔اندر کے مظاہر اس طرح عیاں ہو گئے جیسے میں زمین کے اندر نہیں، باہر کی دنیا دیکھ رہا ہوں۔

لومڑی زیرِ لب مسکراتے ہوئے قریب آئی اور چمگادڑ چوں چوں کرتے ہوئے اڑ گئی۔

لومڑی نے کہا، تمام جانوروں میں عقل کارفرما ہے اور ہر جانور مخصوص اور مربوط نظام کے تحت زندگی بسر کرتا ہے۔ ہمارے یہاں بھی حفظِ مراتب کا خیال رکھا جاتا ہے۔چھوٹی سی مخلوق چیونٹی بھی عقل رکھتی ہے، اس کی زندگی ترتیب اور مینجمنٹ کی مثال ہے۔میں نے ابن آدم کی دھکم پیل دیکھی ہے لیکن چیونٹیاں جس طرح قطار بنا کر چلتی ہیں وہ تم لوگوں کے لئے سبق ہے۔

لومڑی نے عدالت سے استدعا کی کہ مجھے وادی نمل کی سیر کرائی جائے۔وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن بادشاہ سلامت شیر نے حکم نامہ جاری کیا اور عدالت برخاست کر دی۔

گردن کے درمیانی مہرہ پر کسی کے کاٹنے کا احساس ہوا۔ میں نے غیر ارادی طور پر متاثرہ حصہ کو مسل دیا۔ خیال آیا کہ کہیں یہ وہی چیونٹی نہ ہو جس کے ساتھ مجھے آج کا دن گزارنا تھا۔پریشان ہو گیا کس سے کہوں کہ گائیڈ چیونٹی ہلاک ہو چکی ہے۔سر جھٹکا اور کھانے کے لئے قریبی درخت کی طرف بڑھ گیا۔موسم خوش گوار تھا۔کالے بادل منڈلا رہے تھے۔ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا دل کو لبھا رہی تھی۔کھانے کے بعد غنودگی طاری ہو گئی اور میں نہ جانے کب تک سوتا رہا۔

ہاتھ پر کسی کے چلنے کے احساس سے آنکھ کھل گئی۔ دیکھا کہ سیاہ رنگ کی نسبتاً بڑی چیونٹی ہاتھ کی پشت پر کھڑی مجھے گھور رہی ہے۔وہ منہ پر لگے دو انٹینوں کو مسلسل حرکت دے رہی تھی۔

جھنجھلاتے ہوئے پوچھا، کہاں تھیں تم کب سے انتظار کر رہا ہوں۔چیونٹی نے گہرے دکھ اور سنجیدگی سے کہا، آدم زاد! افسوس ہے کہ تم نے ہمارے ایک فرد کو مسل دیا۔میں سلطنت نمل کی سپہ سالار ہوں اور تمہیں سلطنت کی سیر کرانے کے لئے آئی ہوں۔

سپہ سالار صاحبہ! میں آپ کی سلطنت کی سیر کیسے کر سکتا ہوں؟ میری جسامت آپ کے بل سے بڑی

ہے۔ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے متکبرانہ لہجہ میں جواب دیا۔ چیونٹی نے تاسف سے کہا، جس چیونٹی نے تمہاری گردن پر کاٹا تھا وہ نظر بیدار کرنے کے لئے تھا تاکہ تم کچھ دیر زمین میں چھپے خزانے دیکھ سکو۔

طنزاً مسکرایا اور بولا، میرے اندر ایسی کوئی صلاحیت نہیں ہے کہ زمین کے اندر خزانے دیکھ سکوں، یہ سب کمالات تو جانوروں کے پاس ہیں جو مصر ہیں کہ ہم اور تم برابر ہیں بلکہ تم —— ہم سے بہتر ہو۔

یہ کہتے ہوئے میری نظر زمین پر پڑی اور میں چونک گیا۔ نگاہ زمین کے اندر دور تک دیکھ رہی تھی۔ اندر کے مظاہر اس طرح عیاں ہوگئے جیسے میں زمین کے اندر نہیں، باہر کی دنیا دیکھ رہا ہوں۔ حیران ہو کر چیونٹی کو دیکھا اور نظر واپس زمین پر ڈالی جہاں پتھروں کی تہ در تہ کے بعد گہرائی میں پانی کی نہر نظر آرہی تھی۔

سپہ سالار چیونٹی بولی، چلو آدم زاد! جنگل کے داخلی راستہ کے پاس ہماری سلطنت ہے۔

ٹرانس کی کیفیت میں چیونٹی کے پیچھے چلنے لگا۔ سوچا نہیں تھا کہ زمین میں موجود خزانوں، دھاتوں، تیل اور پانی کے ذخیرہ کو دیکھ سکتا ہوں۔ مجھے لگا کہ خواب دیکھ رہا ہوں۔ آنکھ کھلے گی اور میں بستر پر ہوں گا۔

چیونٹی نے میری سوچ پڑھ لی اور بولی، خواب سے متعلق تمہارا تصور بھی عجیب ہے۔ جو شے تخیلاتی ہو اسے خواب سے تشبیہ دے کر اس کی نفی کرنے کی کوشش کرتے ہو جب کہ خواب نبوت کا چالیسواں حصہ ہے۔ کتنے انبیائے کرام کو خواب میں بشارت ہوئی۔ بہت سی ایجادات کی راہ نمائی خواب میں ہوئی۔ زندگی کا نصف حصہ نیند میں گزرتا ہے۔ ایسے میں نیند کی دنیا تخیلاتی کیسے ہوسکتی ہے——؟

میں پریشان ہوگیا کہ اب یہ لوگ میری سوچ بھی پڑھنے لگے ہیں۔ چیونٹی نے ایک جگہ رکنے کا کہا، اینٹینے مسلسل حرکت میں تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے نسبتاً اونچی جگہ سوراخ کے دہانہ پر چیونٹیوں کی یلغار تھی۔ غور سے دیکھا تو پورا شہر دکھائی دیا۔ بل کھاتی سرنگیں کوئی تیس مربع فٹ چوڑی اور گہرائی میں تقریباً پچیس فٹ تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سرنگیں شاخ در شاخ ایسے ملی ہوئی تھیں جیسے محلّہ کی گلیاں ہوتی ہیں۔ چیونٹیوں کا جم غفیر ایسے دکھائی دے رہا تھا جیسے سیٹیلائٹ سے شہر نظر آتے ہیں۔ لگتا تھا کہ نقشہ ماہر آرکیٹکچر نے تیار کیا ہے۔ ننھی چیونٹیوں کی سلطنت میں لاکھوں کی تعداد میں چیونٹیاں تھیں۔

گائیڈ چیونٹی نے بتایا کہ فوجی چیونٹیوں کا طریقہ کار تمہاری فوج سے ملتا جلتا ہے، یہ شہری علاقوں سے دور زندگی بسر کرتی ہیں اور قافلہ کی شکل میں سفر کرتی ہیں۔ ملکہ مصاحبین کے وسط میں ہوتی ہے۔ قافلہ دن بھر رواں دواں رہتا ہے۔ کوئی کیڑا راستہ میں حائل ہو تو محافظ چیونٹیاں ہلاک کردیتی ہیں۔ رات کے وقت کسی درخت پر ستون کی شکل میں جمع ہوجاتی ہیں۔

اکٹھے ہوتے وقت ہم گیلریوں کی طرح درمیان میں راستہ چھوڑتے جاتے ہیں تاکہ ہوا کا گزر ہو۔ تنفس کے اصولوں سے واقف ہیں۔ سورج طلوع ہوتے ہی درجن بھر چیونٹیاں علیحدہ ہوتی ہیں۔ان کے روانہ ہوتے ہی چیونٹیوں کا دوسرا قافلہ روانہ ہوجاتا ہے۔

میں نے پوچھا، ہمارے یہاں فوج میں بھرتی کا طریقہ کار بہت سخت ہے، تمہارے یہاں بھرتی کیسے ہوتے ہیں—؟ میری بات سن کر سپہ سالار چیونٹی نے مسکرانے پر اکتفا کیا۔

تھوڑی دیر بعد بولی، چاکلیٹی رنگ کی چیونٹی دیکھ رہے ہو جو بل کے باہر قطار در قطار جوانوں کے ساتھ چل رہی ہے؟ دیکھا کہ براؤن رنگ کی چیونٹی اپنے منہ پر لگے دو بڑے اینٹینوں کو حرکت دیتی ہوئی محتاط انداز میں آگے بڑھ رہی تھی۔ پوچھا، یہ کون ہے اور کہاں جا رہی ہے؟

سپہ سالار چیونٹی بولی، قافلہ کی کمانڈ اس کے ہاتھ میں ہے اور یہ سب اناج کی تلاش میں نکلے ہیں۔ یہ اناج تک رسائی کے بعد کارکن چیونٹیوں سے اناج اٹھوا کر بلوں میں لائے گی۔ تم ان کی حرکات پر نظر رکھو۔

کمانڈر چیونٹی تیز رفتار تھی۔ کھلے اور پر فضا مقام پر اس نے دو بڑے اینٹینوں کو حرکت دے کر جنوبی سمت میں اناج کی اطلاع دی اور جنوب کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ سب قطار در قطار پیچھے چلنے لگیں۔ان کو دیکھ کر اسکول میں پی ٹی (فزیکل ٹریننگ) کی کلاس یاد آ گئی۔ وہ منظّم اور محتاط انداز میں آگے بڑھ رہی تھیں جیسے گرد و پیش پر گہری نظر ہو۔ ماحول ہر سمت سے سازگار تھا۔

کمانڈر نے درخت کے پیچھے اناج کے بہت سے دانے دیکھ کر فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور ایک طرف کھڑے ہو کر ہدایات دینا شروع کیں۔ پکڑو! اٹھاؤ! سب جوان تمام اناج سمیٹ لیں، کوئی دانہ ضائع نہ ہو۔ چیونٹیاں اپنے وزن سے دس گنا وزنی دانے اٹھانے لگیں۔

میں دل چسپی سے ان کی حرکات دیکھ رہا تھا کہ یکا یک جنگلی کوّا دانوں پر جھپٹ پڑا۔ کمانڈر چیونٹی نے فوج کو الرٹ ہونے کا حکم دیا۔ بے شمار چیونٹیاں کچلی گئیں لیکن انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ جان نثار ساتھیوں نے اپنی کمانڈر کو چاروں طرف سے گھیر لیا اور صورت حال سے بچنے کی تدبیر کرنے لگیں۔

حملہ کے باوجود جو چیونٹیاں اناج حاصل کر چکی تھیں انہوں نے کام جاری رکھا۔ کوّے نے زمین پر اترتے ہی اناج چگنا شروع کر دیا تھا۔ کچھ سپاہی چیونٹیاں کوّے کی چونچ سے زخمی ہوگئیں۔ کمانڈر نے طبیب چیونٹیوں کو اشارہ کیا۔ کوّے کے اڑ جانے کے بعد سپاہیوں کا کام مکمل ہوتے ہی کمانڈر چیونٹی نے یوٹرن کی آواز لگائی اور چیونٹیوں نے یوٹرن لیتے ہوئے بل کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ چیونٹیوں کے بل میں داخل ہونے تک ان کی نگران باہر کھڑی ان کے حوصلوں کو بلند کرتی رہی۔ جب آخری چیونٹی بل میں گھسی تو کمانڈر بھی داخل ہوگئی۔

میں نے پوچھا کہ یہ اناج کا کیا کریں گی ـــ؟

سپہ سالار چیونٹی بولی، شہر میں سرنگوں کے کنارے انڈے کی شکل کے بڑے بڑے خانے تمہیں نظر آ رہے ہیں، یہ گوداموں کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔

چیونٹیاں کمانڈر کی معاونت میں اناج ذخیرہ کرنے کے لئے زیرِ زمین شہر کے وسط میں موجود گوداموں کی طرف جا رہی تھیں۔ بہت سی جگہوں پر سڑک کے کنارے اور مختلف بلوں کے باہر پھپھوند لگی ہوئی تھی۔ خیال گزرا کہ صفائی نہ ہونے کی وجہ سے پھپھوند نے ڈیرے ڈال دیئے ہیں۔

گائیڈ چیونٹی بولی، مختلف گھروں کے سامنے، سڑکوں کے کنارے اور ملکہ کے محل کے باہر پھپھوند لگی دیکھ رہے ہو، یہ ہمارے باغات ہیں۔ پھپھوند کے باغات سے خوب صورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔ ہم اس سے خوراک بھی حاصل کرتے ہیں۔ جیسے تم درختوں سے پھل لیتے ہو اور باغات بناتے ہو۔ باغات کی حفاظت کے لئے باغ بان چیونٹیاں ہیں جو پھپھوند کے باغات لگاتی ہیں۔ کمال مہارت سے باغوں کی افزائش کرتی ہیں۔ چیونٹیاں ان باغات کو بطور غذا استعمال کرتی ہیں۔

باغ بان چیونٹی کے لفظ پر مسکراتے ہوئے پھپھوند لگے باغات کو دیکھنے لگا۔ سپہ سالار گائیڈ چیونٹی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ ہم دیکھنے میں ننھی سی مخلوق ہیں لیکن ہمارا طرزِ معاشرت مکمل و منظّم ہے۔ ہم میں وہ تمام نظام شعبہ ہائے زندگی موجود ہیں جو تمہارے معاشروں میں ہیں۔ چیونٹیوں کا خاندان ہزاروں افراد پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر چیونٹی کی شکل دوسری سے مختلف ہے۔ آبادی پر ملکہ کا حکم چلتا ہے۔ ہر رکن ملکہ کے حکم کی تعمیل خود پر لازم سمجھتا ہے۔

سپہ سالار نے بتایا کہ آبادی میں فن کار چیونٹیاں ہیں، انجینیئرز اور طبیب بھی ہیں۔ ملکہ کے سوا کوئی اور چیونٹی تولید کا کام انجام نہیں دے سکتی۔ ملکہ مر جائے تو ہم نئی ملکہ کا تقرر نہیں کرتے، دوسری کالونی میں ضم ہو جاتے ہیں۔ چیونٹیاں کالونی کی تقسیم بہترین اور منظّم انداز میں کرتی ہیں۔ کارکن چیونٹیاں غذا مہیا کرنے اور نئی نسل کی دیکھ بھال کا کام کرتی ہیں۔ مزدور چیونٹیاں بار برداری کا کام کرتی ہیں۔ نر تناسل کا کام انجام دیتے ہیں۔ ان کا وجود اس وقت تک رہتا ہے جب تک ملکہ حاملہ نہ ہو جائے۔ اس کے بعد یہ رفتہ رفتہ ختم ہو جاتے ہیں۔ یہ دیکھ کر گہری سوچ میں گم تھا کہ چیونٹیوں کی مملکت کا مکمل نظام خواتین کے پاس تھا اور وہ منظّم طریقہ سے اس نظام کو چلا رہی تھیں۔

میں سوچ رہا تھا کہ ننھی سی مخلوق میں عقل و خرد کے تمام عناصر موجود ہیں جو آدمیوں میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ خلش بڑھ گئی کیوں کہ میں اپنا اور ان کا موازنہ کر رہا تھا۔

ایک جگہ پھپھوند کے باغ کے پیچھے نسبتاً کھلا اور ہال نما بڑا کمرا دیکھا جسے گائیڈ چیونٹی محل کہہ رہی تھی۔ اس

میں بڑی جسامت کی چیونٹی کے گرد کافی چیونٹیاں تھیں۔ یہ ملکہ کا محل ہے۔ انجینئر چیونٹیاں ہنر مندی کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ملکہ کے لئے بڑا ہال بناتی ہیں جو شاہی محل ہوتا ہے۔ صفائی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ مزدور اور کارکن چیونٹیاں ملکہ کی خدمت گزاری میں مصروف رہتی ہیں۔ تم دیکھ سکتے ہو کہ شاہی محل گیلریوں کے ذریعے ہر طرف سے ملا ہوا ہے۔ گیلریوں میں جگہ جگہ خانے بنائے گئے ہیں، یہاں غذا کا ذخیرہ ہے۔

اس نے بتایا کہ ملکہ چھ سات دنوں میں ہزاروں انڈے دیتی ہے جنہیں کارکن مستعدی سے ملکہ کے جسم سے علیحدہ کرتے ہیں۔ انڈوں کو ایک جگہ حفاظت سے رکھ دیا جاتا ہے۔ چند دنوں میں انڈوں سے چھوٹے چھوٹے کیڑے نکل آتے ہیں۔ تم جان کر حیران ہو گے کہ ہمارے یہاں درزی چیونٹیاں بھی ہیں۔ پتوں کو اس مہارت سے سیتی ہیں کہ انڈوں سے نکلنے والے کیڑے یا لاروؤں کو ان میں رکھا جا سکے۔ تقریباً نصف درجن انڈے ایسے ہوتے ہیں جن کی دیکھ بھال کارکن خصوصی طور پر کرتے ہیں۔ ان میں پانچ ملکائیں نکلتی ہیں۔ پرانی آبادی کے افراد چھ یا سات حصوں میں تقسیم ہو کر ملکہ کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔

کارکن چیونٹیوں کا ملکہ کے لئے ایثار اور خدمت گزاری نے احساس دلایا کہ چیونٹیوں کی ساری زندگی ایثار ہے۔ شام ہونے تک چیونٹیوں کے بل کے پاس بیٹھا ان کی حرکات کا مشاہدہ کرتا رہا۔

اتنی چھوٹی مخلوق کے طرز حیات کو دیکھ کر ذہن میں بے شمار سوالات آئے۔ حیران تھا کہ جن باتوں کو آدمیوں کی میراث سمجھتا رہا، وہ میراث نہیں ہے۔ ذہن پر آدم زاد کی افضلیت کے حوالہ سے بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔ میں ابن آدم کے نمائندہ کی حیثیت سے یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ آخر وہ کون سا امر ہے جو ہمیں دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتا ہے۔

تالاب کے کنارے بیٹھا حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ لگتا تھا کہ میں ان لوگوں کو کبھی قائل نہیں کر سکوں گا۔ ان کے پاس ہر بات کے جواب میں دلیل کے ساتھ جواب موجود تھا۔ جوانی کے ایام میں میرے مرشد اکثر ایسی باتوں کی طرف راغب کیا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے ــــ کبھی تم نے سوچا ہے کہ آدمی اور جانوروں میں کیا فرق ہے ــــ؟ اس فرق کو سمجھو اور اپنا مقام پہچانو۔ دولت ہونا اچھی بات ہے لیکن یہ زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ دولت کو مقصد بنا لیا تو زندگی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے۔ انسان اس دنیا میں لطیف مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔ مخلوق کی تخلیق کے ساتھ وسائل بھی موجود ہیں لیکن زندگی کی دوڑ میں یہ باتیں مجھے خیالی محسوس ہوئیں اور دولت کے حصول میں ایسا کھویا کہ اپنے مرشد سے دور ہو گیا۔ جزیرہ میں جانوروں کے درمیان پھنسا تو محرومی احساس زیاں بن گئی۔ (قسط: ۳)

بخار کے لئے مفید بتاتے ہیں، جسم کی حرارت اعتدال میں رکھتا ہے۔بلغمی مادہ خارج کرنے کی خصوصیت کا حامل شہتوت شدید کھانسی، بالخصوص خشک کھانسی اور گلے کی دکھن میں مفید ہے۔موسم گرما کا پھل ہے لیکن موسم سرما کے لئے کئی حوالوں سے مفید ہے اسی لئے خشک کر کے محفوظ کیا جاتا ہے۔معدہ وجگر میں گرمی سے عموماً زبان پر چھالے ہوجاتے ہیں اور کھانا کھانا مشکل ہو جاتا ہے ۔شہتوت کے درخت سے نرم کونپلیں توڑ کر اچھی طرح چبائی جائیں تو چھالوں میں کمی ہوتی ہے۔زکام کے صبح سویرے شہتوت سیاہ نہار منہ کھائیں، چنددن کے استعمال سے دماغی خشکی اور زکام میں افاقہ ہوگا۔

محققین کا کہنا ہے کہ باقاعدہ استعمال سے مدافعتی نظام مضبوط ہوتا ہے۔شہتوت میں وٹامن سی کی وجہ سے جسم میں اینٹی آکسیڈینٹس کی مقدار بڑھتی ہے اور ہم ہرطرح کے انفیکشن سے دور رہتے ہیں۔وٹامن کے اور بی کمپلیکس سے جسم میں فولک ایسڈ کی مقدار درست سطح پر رہتی ہے۔پوٹاشیم، مینگنیز اور میگنیشیم بھی پایا جاتا ہے۔پوٹاشیم کی وجہ سے بلڈ پریشر کنٹرول میں رہتا ہے اور دل کی دھڑکن ٹھیک کام کرتی ہے۔

شہتوت کا شمار نباتات کے خاندان ''موریسی'' سے ہے جس میں 38 ذیلی خاندان اور لگ بھگ ایک ہزار اقسام کے درخت اور پودے شامل ہیں۔شہتوت کی چھڑی انتہائی لچک دار اور مضبوط ہوتی ہے اور ٹوکریاں بنانے والوں کا اوّلین انتخاب ہے۔لکڑی کا رنگ ہلکا

زرد یا چمک دار زرد ہوتا ہے، وزن میں ہلکی لیکن مضبوط ہے۔اسے کھیلوں کے سامان بالخصوص ہاکی بنانے میں استعمال کیا جاتا ہے، ٹینس اور بیڈمنٹن وغیرہ کے ریکٹ بھی اس سے تیار کئے جاتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ شہتوت اور موسیقی کا گہرا رشتہ ہے۔کئی خوش الحان پرندے شہتوت کا پھل کھاتے ہیں اور اس کے درخت پر بسیرا کرتے ہیں۔شہتوت سے تیار کی گئی ادویات گلے کی خراش میں تجویز کی جاتی ہیں۔لکڑی کو آلات موسیقی میں استعمال کرنے کی روایت بھی صدیوں پر محیط ہے۔شہتوت کی لکڑی سے آلات موسیقی کے ایسے حصے بنائے جاتے ہیں جن کا تعلق سازوں کے تار سے پیدا ہونے والی آواز کو خاص تناسب سے بڑھانا، باریکیوں اور اتار چڑھاؤ کو برقرار رکھنے کے ساتھ مزید واضح کرنا ہے۔ان حصوں کو ''ساؤنڈ بورڈ'' یا ''ریزوننس بورڈ'' اور لکڑی کی اس صلاحیت کو ''ایکوسٹک کنورژن ایفیشنسی'' کہا جاتا ہے جو شہتوت کی لکڑی میں موجود ہے۔

محمد عدنان خان

پرتیاہار

نورِ ہدایت سے معمور ایک ایسے تشنہ روح فرد کی سرگزشت جس کو حوادث نے استدراج کی سیاہ گھاٹیوں اور کالے علوم کے اندھیرے راستوں کا مسافر بنا دیا تھا۔

بابا سونیری کی تربیت سے میرا شمار بڑے جادوگروں میں ہونے لگا۔ ایک روز دادا محلّہ میں مجذوب کی آمد کی وجہ سے بصارت سے محروم ہو گئے اور ہمیں علاقہ چھوڑنا پڑا۔ ہنی دان قدیم قبرستان کے قریب رات میں جھونپڑی میں اجنبی کی موجودگی سے خوف زدہ ہو گیا۔ اس کا نام ملوکا تھا اور وہ وڈیرا دھاندل سے انتقام لینا چاہتا تھا لیکن دادا کی وجہ سے قید میں تھا۔ دادا ملوکا کے دوست کرم علی کے مرشد سے خوف زدہ تھے۔ ملوکا نے کرم علی کے پیغام کے باوجود گھڑ دوڑ میں حصہ لیا، دوڑ جیت گیا لیکن بہن اور گھر سمیت دھاندل کے انتقام کی بھینٹ چڑھ گیا۔ ملوکا کو انصاف دلانے میں مدد کی۔ عیاش بیٹوں کی موت نے دھاندل کو نشانِ عبرت بنا دیا۔ ملوکا آزاد ہو چکا تھا، کرم علی کے مرشد نے اسے قبول کر لیا اور میرے لئے نیک راہ اختیار کرنے کا پیغام بھجوایا۔ ہنی دان پہنچا تو ہر طرف آگ تھی۔ باطناری جنات نے حملہ کر دیا تھا۔ بابا سونیری نے انہیں خوب نقصان پہنچایا تھا۔ جانتا تھا کہ وہ پھر آئیں گے، ہم جوابی حملہ کے لئے تیار تھے۔ گھمسان کا معرکہ ہوا اور دونوں طرف بھاری نقصان ہوا۔ دادا اور بابا سونیری جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور میں بے ہوش ہو گیا۔ آنکھ کھلی تو سلطنتِ جنات میں باطناریوں کی قید میں تھا۔ فرار کے دوران ظربوق سے ملاقات ہوئی — میرے جسم پر کیڑے لگ چکے تھے۔ ظربوق نے بتایا کہ اس کے مرشد حضرت صاحب میری مدد کر سکتے ہیں۔ کافی پس و پیش کے بعد ظربوق کے ساتھ جانے کی ہامی بھری۔ حضرت صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی لیکن ان کی زیرِ نگرانی میرا علاج ہوتا رہا۔ جسم ٹھیک ہوا تو ایک روز خلیفہ صاحب نے بتایا کہ حضرت صاحب سے ملاقات کا وقت آ گیا ہے۔ خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے گلے لگایا اور استدراج کی دنیا چھوڑ کر یقین کی دنیا میں داخل ہونے کی دعوت دی۔ حضرت صاحب سے ملاقات نے مجھے جھنجوڑ دیا تھا۔ ان کی باتوں سے دل پر ضرب پڑی، میرا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا، عجیب احساسات اور ندامت سے دوچار تھا۔

مغرب کی نماز کے بعد مخدوم صاحب کی خدمت میں حاضری ہوئی۔ طبیعت میں جلال تھا۔ لہٰذا بہت احتیاط سے ان کی بات سنی اور جو پوچھا، مختصر الفاظ میں جواب دیا۔ آخر میں مزار شریف پر رہنے کی اجازت طلب کی تو انہوں نے رات کے دوسرے پہر سے تیسرے پہر کے درمیانی وقفہ میں مزار پر رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اس دوران مزار بند کر دیا جاتا ہے۔ ساتھ ہی مزار کی صفائی کی ذمہ داری سپرد کی اور وہ سمت جہاں

سے میں وادی حنان میں داخل ہوا تھا، جھونپڑی بنا کر رہنے کی اجازت دی۔ جنات کا اس طرف آنا سختی سے منع تھا۔ وادی حنان میں آ کر محسوس کیا کہ اس علاقہ میں حصار باندھا گیا ہے جس کی وجہ سے بدی کی قوتوں کا داخلہ ممکن نہیں تھا۔ جو آوازیں یہاں پر داخل ہوتے وقت میرا پیچھا کر رہی تھیں وہ مدھم ہو کر مغلوب ہو چکی تھیں لیکن جیسے ہی توجہ ان کی طرف جاتی، شور محسوس ہوتا۔ ایک ہی آواز آتی کہ ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے، ہم سے فرار جان سے ہاتھ دھونا ہے لہٰذا واپس آ جاؤ۔ میں حصار میں محفوظ اور شیاطین اندر آنے سے بے بس تھے لیکن وہ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں تھے۔ البتہ محسوس ہوتا کہ اگر میں اس حصار سے باہر نکلا تو وہ مجھے نہیں چھوڑیں گے۔ گھبرا کر توجہ ان سے ہٹا دیتا کہ جس نے نیک راستہ کی ہدایت دی ہے، منزل تک بھی پہنچائے گا۔

یہ میری زندگی کا طویل، روشن اور بہت واضح خواب تھا۔ پورے دو چاند نظروں سے گزر چکے تھے یعنی دو ماہ کا عرصہ طے شدہ معمولات کے ساتھ گزر گیا۔ دن میں ایک سے زائد مرتبہ نہر میں نہاتا، کچھ وقت سو کر گزارتا تا کہ رات مزار شریف کی صفائی میں کمی نہ رہے، بقیہ وقت اضافی ڈیوٹی کے طور پر لنگر خانہ کے لئے خود ہی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتا۔

مجھے یہاں آئے تیسرا مہینہ تھا اور تیسرا چاند نظروں کے سامنے تھا۔ چاند کی چودہ تاریخ تھی اور مکمل چاند آسمان پر دمک رہا تھا۔ رات کو میرے سوا مزار پر کوئی نہیں ہوتا تھا۔ آج غیر معمولی حرکات محسوس ہوئیں۔ لگتا تھا کہ میرے ساتھ کچھ اور لوگ یہاں موجود ہیں اور صفائی کر رہے ہیں لیکن میں انہیں دیکھنے سے قاصر تھا۔ البتہ یقین تھا کہ وہ نقصان پہنچانے والے نہیں ہیں اس لئے بےفکر ہو کر صفائی میں مشغول رہا۔

صفائی کے بعد حسب معمول مزار کے احاطہ میں بیٹھا تھا کہ نیند کا جھونکا آیا اور میں ماحول سے بے خبر ہو گیا۔ دیکھا کہ قبر درمیان سے شق ہو گئی ہے اور قبر کے بیچ میں صاحب مزار پر جلال کیفیت میں کھڑے مجھے اشارہ سے بلا رہے ہیں۔ تیزی سے ان کی جانب بڑھا، وہ میرا ہاتھ پکڑ کر قبر میں اتر گئے۔ قبر — نہایت خوب صورت پھولوں اور پھلوں سے لدے ہوئے باغ پر مشتمل تھی۔ باغ کے درمیان میں موجود عمارت فن تعمیر کا شاہکار تھی۔ یہ صوفی عبدالصبور شاہ صاحب کی رہائش تھی۔ وہ میرا ہاتھ پکڑے باغ میں تخت پر بیٹھ گئے جب کہ میں نے عقیدت واحترام میں زمین پر بیٹھنا مناسب سمجھا۔

بولو کیا چاہتے ہو —؟

عرض کیا، حضور کی نگاہ سے کوئی شے چھپی نہیں۔

پھر بھی زبان سے کہو —

میرے جسم سے گندگی اور کثافت دور فرما دیں۔ الفاظ ادا ہوئے تھے کہ صوفی صاحب نے فضا میں اشارہ کیا اور دو پردار نورانی وجود حاضر ہو گئے۔ انہوں نے مجھے دائیں بائیں سے پکڑ لیا جس کے ساتھ ہی

نظروں سے باغ کا منظر اوجھل ہو گیا— سامنے تالاب تھا جس میں پانی سفید لیکن سنہرا رنگ غالب تھا۔ انہوں نے مجھے تالاب میں ڈال دیا۔ پانی نہایت برفیلا تھا لیکن مجھے وجود میں شدید گرم لپٹوں کا احساس ہوا۔

رفتہ رفتہ جسم کی گرمی اور تالاب کی ٹھنڈک معمول پر آئی لیکن سنہرا رنگ— سیاہ رنگ میں تبدیل ہو گیا۔ جسم پر نظر پڑی تو جیسے کسی نے سونے کی ملمع کاری کر دی ہے۔ سنہرے وجود کے ساتھ تالاب سے نکلا تو انہوں نے گلے میں سنہری موتیوں کی مالا ڈال دی اور مجھے سر سے پیر تک چادر میں لپیٹ دیا۔ منتظر تھا کہ آگے کیا ہوگا لیکن مکمل سکوت رہا۔ جب کپڑا منہ سے ہٹایا گیا تو حیرت انگیز طور پر میں جھونپڑی میں موجود تھا، پر دار نورانی وجود اور منظر غائب ہو چکا تھا۔ جلدی سے چادر ہٹائی اور اپنا جائزہ لیا تو جسم خشک تھا اور عود و صندل اور کافور کی ملی جلی خوش بو مہک رہی تھی۔ گلے میں بہت نفیس سنہرے موتیوں کی مالا تھی۔

میں نے نہایت خلوص اور لگن سے صوفی عبدالصبور صاحب کے مزار کی صفائی کا کام انجام دیا تھا اور راحت محسوس کرتا تھا جیسے صفائی مزار کی نہیں— میرے اندر ہو رہی ہے۔ اس دوران بھول گیا کہ میں یہاں کیوں اور کس مقصد سے آیا ہوں، بس ایک ہی لگن تھی کہ مزار کی صفائی کرنی ہے اور صوفی صاحب کی قربت حاصل کرنی ہے۔ خدمت میں انہماک بڑھا اور ذاتی غرض دماغ سے نکلی تو مقصد حاصل ہو گیا۔

صوفی صاحب کی طرف سے تحفتاً سنہری دانوں کی مالا بے انتہا خوب صورت تھی۔ حیران تھا کہ جب میں سویا تو اس وقت مزار کے احاطہ میں تھا لیکن جاگنے کے بعد خود کو جھونپڑی میں پایا۔ خواب کا منظر اوجھل ہو گیا لیکن گلے میں مالا اور عود و صندل اور کافور کی خوش بو موجود تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا یہ سفر خواب میں طے ہوا یا خواب— بیداری بن گیا؟

جھونپڑی میں کھڑا واقعات اور کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ دروازہ کھولا تو مخدوم صاحب کے مریدِ خاص دروازہ پر موجود تھے اور رشک بھری نگاہوں سے مالا دیکھ رہے تھے۔ مرعوب لہجہ میں کہا، مخدوم صاحب نے یاد فرمایا ہے شام کا کھانا ان کے ساتھ ہے۔ خواب کے بعد میرا وجود ہلکا ہو گیا تھا۔ انجانی خوشی اور سرور محیط تھا۔ لگتا تھا کہ وادی حنان میں آنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے اور شام کو مخدوم صاحب سے الوداعی ملاقات ہے۔ شام کو ان کے مریدِ خاص لینے آگئے۔ مخدوم صاحب کے شاگردوں نے رات کے کھانے میں پر تکلف اہتمام کیا تھا، سب بڑے تپاک سے ملے اور رشک سے دیکھ رہے تھے۔ تین مہینے کے دوران یہاں کے جنات سے دوستی ہو گئی تھی۔

مخدوم صاحب تشریف لائے تو سب لوگ باادب کھڑے ہو گئے۔ آج طبیعت میں جلال کی کیفیت کم دکھائی دی۔ بہت محبت سے ملے، گلے لگایا، کھانے کے

دوران ساتھ والی نشست پر بٹھایا۔ کھانا بے حد لذیذ تھا۔

جسم پر خوش بو تا حال موجود تھی جیسے میں تالاب میں نہیں، عود و عنبر میں نہایا ہوں اور پھر مجھے کیا معلوم کہ تالاب میں سنہرا پانی کیا تھا—؟ خوش بو کی لطافت نے ذہن کو پرسکون کر دیا تھا۔ ٹھہراؤ کی کیفیت تھی جس کے نشہ میں مخمور تھا۔ یہاں موجود دیگر لوگ اس خوش بو کو محسوس کر رہے تھے۔

کھانے کے بعد مخدوم صاحب حجرہ میں لے گئے اور چاندی کے چھوٹے سے بکسے میں رکھی کوئی شے میرے منہ میں ڈال دی جسے میں نے غیر ارادی طور پر فوری چبا کر نگل لیا۔ عجیب ٹھنڈک سی تھی جس کی وجہ سے ذائقہ محسوس نہ ہوسکا۔ چند لمحوں بعد جسم میں سنسناہٹ پیدا ہوئی اور شدت اتنی بڑھی کہ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

آنکھیں کھلی تھیں اور خمار موجود تھا۔ وہی کمرہ، وہی بستر جہاں کچھ دیر پہلے خلیفہ صاحب میرے بالوں میں انگلیاں پھیر رہے تھے اور مردال پیر دبا رہا تھا۔ اب یہاں کوئی نہیں تھا۔ مجھے گہری نیند میں دیکھ کر وہ جا چکے تھے۔ بتی بجھا دی گئی تھی، کمرے میں اندھیرا تھا لیکن اندھیرے میں روشنی موجود تھی۔

کچھ دیر تک تو سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کہاں ہوں، وادی حنان کہاں غائب ہوگئی، مخدوم صاحب کہاں چلے گئے اور صوفی عبدالصبور کا مزار کہاں ہے—؟

حواس بحال ہوئے تو ادراک ہوا کہ جو دیکھا وہ خواب تھا۔ ہاتھ فوراً گلے پر گیا— سنہرے دانوں کی مالا موجود تھی۔ جسم کی طرف توجہ کی تو خوش بو سے مہک رہا تھا لیکن وہ منظر غائب ہو چکا تھا جہاں یہ سب عطا ہوا۔ میں بے چین ہو کر اٹھ بیٹھا۔

اگر یہ سب خواب ہے تو گلے میں مالا کا ہونا اور جسم سے مہک اٹھنا کیا ہے۔ خواب کی دنیا کیا ہے؟ مخدوم صاحب نے جو چیز کھلائی تھی اس کا ذائقہ زبان پر محسوس ہوا۔ اس شے کا ہی اثر تھا کہ میں ایک زون سے دوسرے زون میں داخل ہوگیا لیکن یہ سارے زون کہاں پر ہیں—؟ میں نے وادی حنان میں تین ماہ گزارے تھے لیکن نیند سے جاگا تو محسوس ہوا کہ دس منٹ سے زیادہ نہیں سویا۔ ایک ہی بستر پر رہ کر میں نے اتنے مقامات کا سفر کیسے کر لیا—؟

میں استدارج سے واقف تھا لیکن استدراج میں محدودیت ہے۔ وہاں دوسری دنیاؤں کی سیر ممکن نہیں ہے کہ بندہ خواب کی دنیا میں داخل ہو اور جاگے تو یہ دنیا خواب محسوس ہو۔ سونے سے قبل سیاہ رقیق مادہ جسم سے خارج ہو رہا تھا اور پٹھوں میں شدید درد تھا لیکن اٹھنے کے بعد میں نے خود کو توانا محسوس کیا۔

خواب کے مناظر کا گہرا اثر ذہن و دل پر موجود تھا۔ اس سلسلہ میں خلیفہ صاحب یا حضرت صاحب میری راہ نمائی کر سکتے تھے لیکن کیا وہ میرے وادی حنان کے سفر سے واقف ہیں—؟ (قسط: ۲۶)

سورج بھیا

سورج بہت پیارا اور گول مٹول بچہ تھا، اماں بابا کی آنکھوں کا تارا تھا۔ کہانیاں سننے کا بہت شوق تھا۔ بابا ہر رات کہانی سناتے تھے جس کی وجہ سے بہت ساری کہانیاں یاد ہوگئیں۔ وہ کہانی میں موجود کرداروں کو چلتا، پھرتا، دیکھتا اور محسوس کرتا تھا۔ کہانیاں سننے سے تصور کرنے کی صلاحیت بڑھ گئی تھی۔ غور کرنے سے ذہن میں کئی سوالات آتے۔ کچھ سوالوں کے جوابات اماں بابا بتادیتے اور کچھ کے بارے میں کہتے کہ جب بڑے ہوجاؤ گے تو جواب مل جائے گا۔ اس وجہ سے سورج کو بڑا ہونے کا بہت شوق تھا۔

تاروں بھری رات تھی۔ جگ مگ کرتے ستاروں سے آسمان روشن تھا۔ چاند بھی موجود تھا۔ سورج صحن میں چارپائی پر لیٹا چاند ستاروں کو دیکھ رہا تھا۔ چاند کی چاندنی آسمان پر بکھری ہوئی تھی اور زمین پر پہنچ کر ہلکے گہرے رنگ بکھیر رہی تھی، پھلوں میں مٹھاس بھر رہی تھی۔ لگتا تھا کہ ہر چیز چاندنی میں نہا رہی ہے۔ سورج نے دیکھا کہ چاند کے قریب ہمیشہ ایک ستارہ ہوتا ہے۔ سوچا — پتا نہیں اور ستارے قریب کیوں نہیں آتے۔ ہوسکتا ہے کہ ستارے وہاں موجود ہوں لیکن مجھے نظر نہیں آتے۔ پھر ایک ستارہ نظر کیوں آجاتا ہے —؟

ستارہ کو غور سے دیکھا اور سوچا جس طرح ہم چاند ستاروں کو نظر جما کر دیکھ سکتے ہیں، سورج کو کیوں نہیں دیکھ سکتے۔ وہ سورج کو دیکھنا چاہتا تھا۔ آسمان کی دنیا کے بارے میں غور کرتے کرتے آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ دوسری دنیا میں پہنچ گیا —

اس نے دیکھا کہ آسمان پر بہت بڑا سورج ہے۔ چاروں طرف بہت سارے سیارے گردش کر رہے ہیں — کوئی سیارہ سورج کے قریب اور کوئی دور ہے۔ سب لٹو کی طرح گھومتے ہوئے سورج کے گرد چکر لگا رہے ہیں یعنی گول گول گھومتے ہوئے دائروں میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

پیارے بچو! جس طرح ہماری زمین پر مخلوق آباد ہے اس طرح دوسرے سیاروں میں بھی لوگ رہتے ہیں، وہاں بھی پہاڑ، پرندے، دریا اور گھر آباد ہیں

ہر سیارہ ہماری زمین کی طرح ایک زمین ہے۔

اسے لگا کہ آسمان پر سورج اسے دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔اڑنے کی کوشش کی تا کہ سورج کے پاس پہنچ جائے اور یہ کیا — جیسے ہی ہاتھ پروں کی طرح پھیلائے — اڑنا شروع کر دیا اور سورج کے پاس جا پہنچا۔

سورج بھیا کو سلام کیا اور بتایا کہ میرا نام بھی سورج ہے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا، میرے اوپر بیٹھ جاؤ، میں تمہیں سیر کرواؤں۔ اوپر بیٹھا تو محسوس ہوا، سورج اپنی جگہ پر ٹھہرا ہوا نہیں ہے— گردش کر رہا ہے۔ وہ ایک طرف بیٹھ گیا۔

دیکھا کہ بڑے بڑے سیارے ہوا میں تیر رہے ہیں۔ سب کی حرکت دائروں میں ہے۔ کچھ سیارے ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔ محسوس کیا کہ جب سورج بھیا مسکراتے ہیں تو روشنی تیز ہو جاتی ہے۔

پوچھا کہ آپ سب فضا میں بغیر سہارے کے کس طرح تیرتے ہیں، یہاں تو کہیں پانی نہیں ہے اور نہ آپ گرتے ہیں، یہ کیسی بات ہے؟

سورج بھیا نے بتایا کہ ہم اس لئے نہیں گرتے کیوں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی قدرت نے سنبھالا ہوا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں زمین پر زندہ

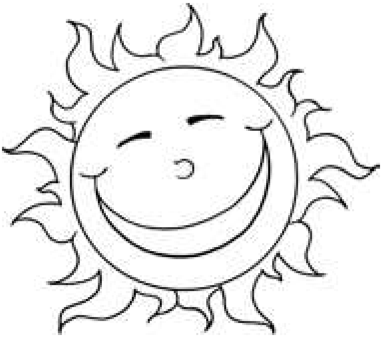

رکھا ہے، اسی طرح یہ فضا ہمارا گھر ہے اور ہم یہاں اللہ کے حکم سے حرکت میں ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی سوال کرتا— اماں کی آواز آئی، سورج بیٹا اٹھ جاؤ، دیر ہو جائے گی۔

آواز سے خواب کی دنیا غائب ہو گئی اور وہ آسمان سے زمین پر آ گیا۔ جاگ کر سب سے پہلے اماں کو سلام کیا اور کہا، اگر آپ مجھے پانچ منٹ اور سونے دیتیں تو میں بہت کچھ جان لیتا۔ اماں مسکرا دیں۔

ناشتہ کی میز پر اس نے اماں بابا کو بتایا کہ میں نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ ستاروں اور چاند کو دیکھتا دیکھتا سو گیا اور پھر خواب میں سورج سے ملاقات ہوئی۔ دیکھا کہ تمام سیارے سورج کے گرد گھوم رہے ہیں۔

بابا، میں کافی دنوں سے سوچ رہا ہوں کہ چاند ستارے رات میں آسمان کو روشن کرتے ہیں لیکن

دن میں غائب ہوجاتے ہیں۔ اگر دن میں بھی ستارے نظر آتے تو کتنا اچھا ہوتا۔

بابا نے کہا، بیٹا — رات کی طرح دن میں بھی چاند ستارے موجود ہوتے ہیں لیکن سورج کی تیز روشنی کی وجہ سے نظر نہیں آتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دن میں چاند آسمان پر نظر آجاتا ہے۔ اس وقت تم آسمان پر دونوں کو ایک ساتھ دیکھ سکتے ہو۔

بابا! سورج کی شعاعوں کے سامنے آئینہ رکھا جائے تو روشنیوں کا رخ اس جانب ہوجاتا ہے جس رخ پر آئینہ ہے۔ رات کو سورج بھیا بھی ایسا کر رہے تھے۔ دوسرے سیاروں سے روشنیاں آکر ان سے ٹکراتیں جنہیں وہ واپس بھیج دیتے۔ وہ بڑے آئینہ کا کردار ادا کر رہے تھے۔ بہت حیرت ہوئی۔ میرا خیال تھا کہ ان سے آگ کے گولے برستے ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہے۔

بابا نے بیٹے کی ذہانت کو سراہتے ہوئے کہا، سوال بہت دل چسپ ہے، آپ نے خواب میں جو دیکھا — درست دیکھا، ہماری زمین سے روشنی سورج پر جاتی ہے اور سورج ہماری روشنی ہمیں واپس بھیج دیتا ہے۔ سورج سیاہ توے کی طرح ہے۔

سیاروں اور سورج کے پورے نظام کو شمسی نظام (سولر سسٹم) کہتے ہیں اور ہماری زمین اس نظام کا حصہ ہے۔ ہر سیارہ اپنی حد میں سورج کے گرد گھومتا ہے جیسا آپ نے خواب میں دیکھا — کوئی سیارہ سورج کے قریب، کوئی دور اور کوئی بہت دور ہے۔ جو دور ہے اس تک روشنی دیر سے پہنچتی ہے۔

ہماری زمین ہی دیکھ لو — جن علاقوں میں سورج کی روشنی کم پڑتی ہے وہ برفانی علاقے ہوتے ہیں اور جہاں زیادہ ہوتی ہے وہاں گرمی بڑھ جاتی ہے۔ اسے سورج کی شعاعیں نہیں، زمین کی شعاعیں یعنی earth rays کہنا چاہئے۔

بابا! سورج سے روشنی ٹکرا کر واپس نہ آئے تو؟

تو زمین پر آبادی ختم ہوجائے گی، فصلیں نہیں پکیں گی، بارش کا نظام متاثر ہوگا، مخلوق کو حرارت نہیں ملے گی۔ شعاعیں سمندر پر پڑتی ہیں تو پانی بھاپ بن جاتا ہے اور بادل یعنی روئی کے گالے اسے اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور بارش برستی ہے۔ ہر مخلوق ایک دوسرے کی خدمت کر رہی ہے۔

سورج نے کہا — میرا نام بھی سورج ہے اور میں بھی سورج بھیا کی طرح سب کی خدمت کروں گا۔ بابا نے اسے پیار کیا اور کہا انشاءاللہ۔

خوش بو ـــــ بد بو

ایک صاحب نے کرائے پر گھر لیا۔ مکان کے پچھلی جانب کوڑا کرکٹ کا ڈھیر تھا۔ اہل محلّہ جن میں خواتین، مرد، چھوٹے بڑے سب شامل تھے، گھر کا سارا کچرا وہاں پھینکتے جس سے ماحول میں بد بو اور بیماریاں پھیل گئی تھیں۔ مچھر اور مکھیوں میں اضافہ ہوگیا تھا۔ بد بو کا عادی ہونے کی وجہ سے ماحول میں تعفن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔

وہ صاحب جن دنوں مکان تلاش کر رہے تھے، انہیں زکام تھا، ناک بند رہتی تھی، اس لئے بد بو محسوس نہیں ہوئی۔ مکان پسند آیا اور کرائے پر لے لیا۔ نئے مکان میں منتقل ہوئے تو زکام ٹھیک ہو چکا تھا۔ شدید بد بو محسوس کی۔ بیوی بچوں نے محلّہ والوں کے رویہ اور کچرا کنڈی سے آنے والی بد بو کی شکایت کی۔ گندگی سے ان کے سر میں درد رہنے لگا۔ ڈر تھا کہ بچوں پر ماحول کا اثر نہ ہوجائے۔ بالآخر مالک مکان سے شکایت کی۔ مالک مکان بولا ـــ گھر میں کوئی مسئلہ ہے تو اسے حل کر سکتا ہوں، کچرا کنڈی کے سلسلہ میں کچھ کرنے سے عاجز ہوں۔ ان صاحب نے اگلے مہینے مکان چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ مالک مکان اچھا آدمی تھا، ایڈوانس کی رقم واپس کرنے پر راضی ہوگیا۔

نئے مکان میں منتقل ہوئے۔ ہفتہ دس دن گزرے تھے کہ ایک روز صفائی کرنے والا کچرا لینے نہیں آیا۔ بیگم نے کچرے کی تھیلی اٹھائی، گھر کے دروازہ سے تھوڑی دور جا کر پھینک دی۔ ماں کی دیکھا دیکھی بچے بھی کچرا ڈبے میں پھینکنے کے بجائے دروازہ سے باہر پھینک دیتے۔ آس پڑوس میں رہنے والوں نے بھی کچرا پھینکنا شروع کر دیا۔ اس طرح گلی کے نکڑ پر کچرا کنڈی بن گئی۔

وہ صاحب صبح گئے شام کو لوٹتے۔ گلی میں داخل ہوتے ہی بد بو حواس کو بوجھل کر دیتی۔ انہوں نے سوچا کہ حیرت ہے بیوی بچے بد بو کی شکایت نہیں کرتے جب کہ پچھلے محلّہ میں تعفن کی وجہ سے رہنے پر تیار نہیں تھے۔ ایک روز گھر جلدی لوٹے تو بچوں کو گلی میں کچرا پھینکتے دیکھا۔ غصہ آیا اور خوب سرزنش کی۔ چند روز بعد بیگم کو بھی گھر کا کچرا گلی میں ڈالتے

دیکھ کر وجہ سمجھ میں آ گئی۔

بیگم سے کہا کہ مجھے نیا مکان مل گیا ہے، ہم جلد نئے گھر میں شفٹ ہو جائیں گے۔ بیگم حیران ہوئیں اور بولیں، کیوں ـــ اس مکان میں کیا خرابی ہے؟ جگہ اچھی ہے، بازار قریب ہے، بچوں کا اسکول پچھلی گلی میں ہے۔ یہ بیٹھے بٹھائے آپ کو کیا سوجھی ـــ؟ شوہر نے بیگم کو تعجب سے دیکھا اور بولا، کیا بات ہے تمہیں اب بدبو نہیں آتی؟

بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا، جب سے ہم اس گھر میں آئے ہیں، بدبو ختم ہو گئی ہے۔

شوہر نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا، کوڑا کرکٹ کا ڈھیر پڑوس میں ہے۔ بدبو پہلے بھی تھی اور اب بھی موجود ہے ـــ تمہیں اس لئے محسوس نہیں ہوتی کہ اب تم اس ماحول کا حصہ بن گئی ہو ـــ بلکہ اس ماحول کو بنانے میں تمہارا بھی ہاتھ ہے اس لئے تمہیں بدبو نہیں آتی۔ گھر کو صاف رکھ کر گلی میں کچرا پھینکنے سے گھر صاف نہیں ہو جاتا، بدبو کی لہریں پھیلتی ہیں تو ہر گھر کو متاثر کرتی ہیں جس میں ہمارا گھر بھی شامل ہے۔ میرا خیال تھا کہ ہمیں یہ مکان بھی تبدیل کرنا ہوگا لیکن وجہ معلوم ہونے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ مسئلہ کا حل یہ نہیں ہے۔ مکان تبدیل کرنے کے بجائے، رویہ تبدیل کرنا ہوگا ـــ ماحول خود بخود تبدیل ہو جائے گا۔ میں تعفن زدہ ماحول میں مزید نہیں رہ سکتا۔ صفائی کرنے والوں کو بلایا ہے۔ امید ہے تم بات سمجھ گئی ہو اور آئندہ گلی میں کچرا نظر نہیں آئے گا۔

پیارے بچو! جس ماحول میں پرورش ہوتی ہے، ویسا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ جب ہم دوسرے ماحول میں جاتے ہیں تو وہاں ہر چیز عجیب لگتی ہے۔ آہستہ آہستہ عادی ہو جاتے ہیں اور ماحول کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یہ بات اس طرح سمجھئے ـــ

۱) ایک کپ آٹے میں چٹکی بھر نمک ڈالیں۔

۲) نمک اور آٹے کو ملائیں۔

۳) اب نمک کو آٹے میں سے الگ کر کے دکھائیں۔

بچو! نمک آٹے میں شامل ہو جائے تو نمک اور آٹے کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ بظاہر نمک ڈالنے سے آٹے کی شکل میں تبدیلی نہیں آتی لیکن آٹا نمکین ہو جاتا ہے۔

ہم نئے ماحول میں جاتے ہیں، دوست بناتے ہیں، ان کی خصوصیت ہمارے اندر شامل ہو جاتی ہے لیکن ہمیں محسوس نہیں ہوتا۔ جن گھروں میں جھوٹ بولا جاتا ہے، وہاں بچے جھوٹ بولتے ہیں،

جن کے دوست سچے ہیں، ایسے بچے سچے اور اچھے ہوتے ہیں۔ جس گھر میں چیخ کر بات کی جاتی ہے وہاں چیخ کر بات کرنا برا نہیں سمجھا جاتا۔ انگریزی ماحول میں انگریزی جلد سیکھ جاتے ہیں ۔ ماحول میں عربی بولی جاتی ہو تو کچھ عرصہ بعد آپ کی زبان پر بھی عربی ہوگی۔ جس گھر میں صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے، وہاں کچرا اور کوڑا کرکٹ گھر کے باہر پھینکنے کو برا سمجھا جاتا ہے اس لئے کہ صفائی پسند شخص ہر جگہ صفائی پسند کرتا ہے۔

تجربہ کیجئے ـــ پیاز کے دو ٹکڑے کر کے فریج میں رکھ دیں۔ صبح فریج کھولیں تو پورے فریج میں سے پیاز کی بدبو آئے گی اور فریج میں موجود دیگر چیزوں میں سرایت کر جائے گی۔

ایک چمار ـــ چمڑا رنگنے والا، گھومتا پھرتا عطاروں کی گلی میں پہنچا۔ عطار عطر بیچتے ہیں۔ جیسے ہی ناک میں عود و عنبر کی خوش بو داخل ہوئی، چکرا کر گرا اور بے ہوش ہوگیا۔ عطر فروش اور راہ گیر دوڑے دوڑے آئے۔ کسی نے پسینہ خشک کیا، کوئی ہوش میں لانے کے لئے پانی کے چھینٹے مارنے لگا، ایک صاحب نے نبض پر ہاتھ رکھا تو دوسرے کا ہاتھ دل پر تھا۔ ہر قسم کی تدبیر کرلی لیکن چمار کو ہوش نہیں آیا۔ مشورہ دیا گیا کہ اسے لوبان کی دھونی دو۔ دوسرے نے کہا گرمی کی وجہ سے غش کھا گیا ہے، اسے ہوا دو۔ سب تدبیریں کیں لیکن کچھ نہ دوا نے کام کیا۔ ہوش میں آنے کے بجائے اس کے ہاتھ پیر اکڑ گئے۔ اتنے میں وہاں سے ایک شخص کا گزر ہوا۔ ہجوم دیکھ کر قریب آیا۔ صورت حال معلوم ہوئی تو چمار کی تھیلی میں سے چمڑا نکالا اور اسے سنگھایا۔ جیسے ہی چمڑے کی بو دماغ میں پہنچی، اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بچو! وہ آدمی خوش بو سونگھ کر بے ہوش ہوگیا تھا، چمڑے کی بو سونگھ کر ہوش میں آ گیا۔ اس کا سارا دن چمڑا رنگنے میں گزرتا تھا جس سے وہ چمڑے کی بدبو سے مانوس ہوگیا تھا۔ عطاروں کی گلی میں پہنچا تو خوش بو برداشت نہ کرسکا اور بے ہوش ہوگیا۔

پیارے بچو ـــ اس کہانی میں دو باتیں ایسی ہیں جن پر غور کیا جائے تو دماغ کھلے گا اور ماحول کے دو رخ سامنے آئیں گے۔ آپ سوچئے اور ''ماہنامہ قلندر شعور'' کو لکھیئے۔ شکریہ کے ساتھ آپ کے نام شائع کئے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں اماں ابا سے مشورہ کرسکتے ہیں۔

سوچتی ہے کہ گھر جانے کے لئے اسی خوف ناک جگہ سے گزرنا ہے۔

تعبیر: خواب گھریلو معاملات سے متعلق ہے۔ بیٹی نے خواب میں یہ سب کچھ دیکھا اور دماغ میں الجھے ہوئے خیالات نے خواب کی صورت اختیار کرلی۔ غذا میں احتیاط نہ ہونے کی وجہ سے دماغ میں بہت زیادہ الجھے ہوئے خیالات گشت کرتے رہتے ہیں۔ ناقص مسالا اور نمک کا زیادہ استعمال اس کی ایک وجہ ہے۔

میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں

سیدہ فرح شاہ، کراچی۔ کوئی صاحب کہتے ہیں، آپ کو ایک بزرگ یاد کر رہے ہیں جو آپ کو اچھی باتیں بتانا چاہتے ہیں کیوں کہ آپ ہونہار شاگرد ہیں اور وہ صاحب ایک پھول دیتے ہیں کہ بزرگ نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ میں گاڑی میں بیٹھنے لگتی ہوں تو والدہ صاحبہ مخالفت کرتی ہیں، والد صاحب فرماتے ہیں، اچھی شاگرد ہے لہٰذا استاد سے ملاقات ہونی چاہئے۔ یہ سن کر میں خوشی خوشی گاڑی میں بیٹھ جاتی ہوں۔

تعبیر: خواب اچھا ہے، خوشی کے نقوش زیادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور شوہر کو ذہنی رفاقت کے ساتھ خوش رکھے، آمین۔ آپ اس بات پر غور کیجئے — اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ کوئی صاحب شعور اپنے لباس کو خراب نہیں کرتا۔ اگر لباس پر داغ دھبا پڑ جائے تو ناگوار محسوس ہوتا ہے اور داغ دھبوں کو دور کر دیا جاتا ہے۔ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کا لباس ہیں اس لئے ضروری ہے کہ شوہر اپنا لباس صاف ستھرا رکھے اور بیوی اپنے لباس پر داغ دھبا نہ آنے دے۔ آپ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔ ایک دوسرے کی عیب جوئی نہ کریں۔ ایک دوسرے کی غلطی اور کوتاہی کو نظر انداز کریں۔ ضروری ہو تو اصلاح کی تدبیر کریں۔ آپ کو شادی مبارک ہو۔ اللہ آپ کو شادی کے ثمرات سے نوازے، آمین۔

یاقدیرُ قادر

عمر فاروق، ابوظہبی۔ میں نے کثرت سے وظائف اور چلے کئے ہیں اب کچھ عرصہ سے مالی تنگی اور ذہنی پریشانی کا شکار ہوں۔ جنوری 2017ء میں خواب دیکھا کہ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب کو ایک خط میں اپنے مسائل لکھ کر بھیجتا ہوں۔ جوابی لفافہ وصول ہوتا ہے جس پر لکھا ہے کہ یہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی طرف سے ہے۔ خط میں لکھا ہے کہ آپ کو سلسلہ عظیمیہ میں بیعت کر لیا گیا ہے۔ اس کے بعد میں نے سلسلہ عظیمیہ اور خواجہ صاحب کے بارے میں پڑھنا شروع کیا۔ ایک اور خواب دیکھا، میرے ایک رشتہ دار جو کہ عظیمی ہیں خواجہ صاحب سے میرا ذکر کرتے ہیں۔ کاروبار نہ چلنے کی وجہ کے بارے میں استخارہ کیا تو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب خواجہ صاحب سے میرے بارے میں پوچھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا مسائل ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ وہ وظائف کی رجعت کا شکار ہے۔

یاحیی یاقیوم کے ورد سے بہت حد تک ڈپریشن اور کافی مسائل سے نجات مل گئی، صرف کاروبار میں مالی تنگی ہے۔ میں نے ایک صاحب کی اجازت سے سورہ مزمل کا چلہ کیا تھا جس کے بعد کاروبار گرا اور مالی تنگی شروع ہوگئی۔ نگراں مراقبہ ہال ابوظہبی کے مشورہ پر میں نے تمام وظائف کی مداومت چھوڑ دی ہے جن کی تعداد 35 ہے۔ سلسلہ عظیمیہ میں بیعت ہونے کے لئے استخارہ کیا تو خواب آیا کہ ایک موٹی تازی چھپکلی کمرے کی دیوار پر چپکی ہوئی ہے جسے زور سے چپل مارتا ہوں تو میرے قریب گر جاتی ہے۔ جب اسے مار دیتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ اتنی طاقت ور چھپکلی ایسی آسانی سے مرگئی۔ وہاں مزید ایک چھپکلی مری ہوئی پڑی ہے۔

تعبیر: خیالات میں ہیجان اور بے یقینی زیادہ ہے۔ اس سلسلہ میں جو وظائف پڑھے گئے ہیں ان کا پڑھنا ایسا ہے کہ کسی دوا کو طاقت ور سمجھ کر یا سمجھ کر استعمال کرلینا۔ کیوں کہ دوا مریض کی قوت برداشت سے زیادہ ہے اس لئے فائدہ کے بجائے نقصان کا زیادہ احتمال ہوتا ہے اور تدارک مشکل مرحلہ بن جاتا ہے۔ افضل وظیفہ یک سوئی کے ساتھ پانچ وقت نماز قائم کرنا ہے۔ نمازی جب نماز کی نیت باندھ لیتا ہے تو شکوک و شبہات، امید ناامیدی، ، وسوسے، بے یقینی کا دماغ میں ہجوم ہوجاتا ہے اور وسوسوں میں اتنا زیادہ انہماک ہوجاتا ہے کہ نمازی کو یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ ہم اللہ کے حضور حاضر ہیں اور کیا پڑھ رہے ہیں۔ ایسی نماز کو قرآن کریم نے ویل للمصلین فرمایا ہے۔

اس کا حل یہ ہے کہ نماز میں پڑھی جانے والی سورتوں کا ترجمہ یاد کریں اور نیت باندھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور یقین کے ساتھ حاضر ہوں۔ انشاء اللہ حالات بہتر ہوجائیں گے۔ ہر وقت باوضو رہنے سے ذہنی یک سوئی حاصل ہوتی ہے۔ نماز کی نیت کرنے سے پہلے دوزانو بیٹھ جائیں اور اللہ کے تصور کے ساتھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، گیارہ مرتبہ **یا قدیرُ قادر** پڑھ کر کھڑے ہوجائیں اور نماز کی نیت کرلیں۔

یقین کی دنیا

نام شائع نہ کیا جائے، گجرات۔ کسی مزار میں بیٹھی ہوں، وہاں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ شوہر آئے تو میں ان کے ساتھ جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔ ہم میں لڑائی ہوئی، پھر دونوں باہر چلے تو راستہ میں شوہر کسی سے کہتے ہیں شادی نہ کرنا، بندہ پھنس جاتا ہے۔ پھر دیکھا ایک عورت نے مجھے پکڑلیا ہے جس سے جان چھڑانے کی بھرپور کوشش کر رہی ہوں مگر ناکام ہوجاتی ہوں۔

تعبیر: گھر کے افراد میں وسوسے، شکوک وشبہات اور بے یقینی کا عمل زیادہ ہوگیا ہے۔ یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے جب آدمی کے اندر یقین کی دنیا روشن نہ ہو۔ آپ کے چاروں طرف وسوسوں کا ہجوم رہتا ہے۔ وسوسے شک کی پیداوار ہیں۔ غذاؤں میں ناقص اشیا کا استعمال، اللہ اور رسولؐ کے احکامات کی طرف سے لاپروائی، غصہ وغیرہ اس کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

قرآن کریم میں شکوک وشبہات اور وسوسوں سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ آپ کو چاہئے چاروں قل ترجمہ کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں اور ترجمہ پر غور کریں۔ جب آپ اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ چاروں قل اس عزم کے ساتھ کہ ہمیں عمل کرنا ہے پڑھیں گی تو انشاء اللہ ذہن یک سو ہوجائے گا اور یقین کی دنیا روشن ہوجائے گی۔ اللہ کرے ایسا ہو، آمین یارب العالمین۔

ذہنی یک سوئی

محمد عدنان، ساہیوال۔ ایک دیوار کے قریب چند لوگ بیٹھے ہیں۔ پوچھتے ہیں کیوں آئے ہو؟ کہتا ہوں مرشد۔ وہ میرا نام ڈائری میں سب سے اوپر لکھ لیتے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد اسی جگہ واپس آتا ہوں تو لوگ روٹیوں پر گوشت رکھے کھا رہے ہیں۔ مجھے دعوت دیتے ہیں مگر انکار کردیتا ہوں۔ سوچتا ہوں چھوٹے بھائی کو بھی لے آؤں تاکہ اس کا نام لکھ لیا جائے اور ہم ساتھ ساتھ ملاقات کرلیں۔ خیال آیا، کتنی باریہاں آنے کی کوشش کی مگر حالات نے اجازت نہ دی اللہ کا شکر ہے اب آگیا ہوں۔ پھر خیال آیا، کہیں یہ خواب تو نہیں؟ دیکھا سورج چڑھ گیا ہے اور کچھ دوسری نشانیاں نظر آئیں جس کے بعد یہ یقین ہوگیا کہ خواب نہیں دیکھ رہا بلکہ یہ حقیقت ہے۔

تعبیر: اسباق اور مراقبہ میں ایک دن کی کوتاہی کا بسا اوقات کئی مہینوں تک ازالہ نہیں ہوتا۔ محاسبہ کرتے وقت یہ سوچنا ضروری ہے کہ جس طرح ہم اسباق، مراقبہ میں ناغہ کرتے ہیں اور جس طرح نماز میں بے خیال ہوکر یہ بھی یاد نہیں رکھتے کہ سورت کون سی پڑھی ہے، رکوع وسجود میں تسبیح کتنی پڑھی ہے، نماز ختم کردیتے ہیں۔ قرآن کریم کی جو سورتیں پڑھی ہیں ان کا ترجمہ یاد نہیں ہوتا ایسے میں نماز میں کس طرح یک سوئی حاصل ہوسکتی ہے۔ ذہنی یک سوئی کے بغیر ہم کوئی بھی کام کرتے ہیں تو نتائج اچھے نہیں ہوتے۔

گندم کے کھیت

مریم۔ والدہ نے خواب دیکھا کہ والدہ گندم کے کھیت سے روتے ہوئے گزر رہی ہیں۔ ایک شخص پوچھتا ہے، کیوں رو رہی ہو۔ والدہ کہتی ہیں، گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں قرض بہت ہوگیا ہے۔ وہ کہتا ہے قرض کیوں نہ ہو، آؤ میں تمہیں دکھاتا ہوں۔ اس نے گندم کا ایک کھیت دکھایا جس میں بے شمار موٹے تازے کتے ہیں۔

تعبیر: خواب دیکھنے والی خاتون میں بخار کے آثارات ہوسکتے ہیں۔ علاج ہوا مگر پرہیز کے ساتھ پورا علاج نہیں ہوا۔ تجربہ کار معالج کے مشورہ پر عمل کریں۔ جگر کی صحت کی طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ چکنائی کھانا مناسب نہیں ہے۔ صحت کے لئے ٹہلنا ضروری ہے۔

قبروں سے مُردوں کا سلام

کوثر۔ قبرستان میں دیکھا کہ قبروں سے مُردوں کے ہاتھ باہر نکلے ہوئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے اور کچھ دیر بعد ہر طرف سے آواز آتی ہے، السلام علیکم۔ اب اندازہ ہوا کہ یہ لوگ مجھے سلام کررہے ہیں۔ اپنے آپ کو ایک

قبر کے اندر دیکھا پھر نظر آیا کہ جان نکل رہی ہے۔

تعبیر: کوئی بیماری پرورش پا رہی ہے۔ اگر تدارک نہ کیا گیا تو بیماری بڑھ جائے گی اور کئی تکلیفیں رونما ہوجائیں گی۔ پرہیز کے ساتھ علاج کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔خواب میں زنانی بیماریوں کی طرف اشارہ ہے۔اگر بروقت علاج نہ ہوا تو پیچیدگی ہوسکتی ہے۔

12 خواب

مہ وش، ماڈل کالونی۔ **جواب:** آپ نے فرصت کے ساتھ بیٹھ کر 12 خواب لکھے ہیں۔صورت حال یہ ہے کہ ایک خواب کی تعبیر کے لئے بھی ''ماہنامہ قلندر شعور'' کے قارئین کو انتظار کرنا پڑتا ہے۔

12 خوابوں میں اس کے علاوہ کوئی بات قابل ذکر نہیں کہ دن بھر کے خیالات، سونے اور جاگنے کی کیفیت میں دماغ میں گشت کرتے ہیں جس کا تعلق گھر کے ماحول سے ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے، سیرت طیبہؐ کا مطالعہ کریں۔ پانچ وقت نماز کی پابندی، دن میں **یاحیی یاقیوم** کا ورد اور رات کو سونے سے پہلے اہتمام کے ساتھ درود شریف پڑھیں۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہ کریں اور غیبت سے مکمل پرہیز کریں۔

منیب اللہ، یونان۔ **تعبیر:** جب تک کوئی کام ذہنی

ماہنامہ قلندر شعور اگست 2017

آپ کے خواب اور ان کی تعبیر

پورا نام:........................ والدہ صاحبہ کا نام:........................

پورا پتہ:..

ازدواجی حیثیت:.................. وزن (تقریباً):.................. آنکھوں کا رنگ..................

نیند کیسی آتی ہے:.................. بلڈ پریشر (نارمل/ہائی/لو):.................. تاریخ پیدائش:..................

میٹھا پسند ہے یا نمکین چیزیں زیادہ مرغوب ہیں؟.................. فون نمبر..................

خدانخواستہ دماغی، نفسیاتی مرض اور وہم کے مرض میں مبتلا ہوں تو ضرور لکھیں: ہاں / نہیں

مختصر حالات :..

....

یک سوئی کے ساتھ نہیں کیا جاتا تو کام کا صحیح ہونا مشکوک ہے۔ دنیا میں دو طرزیں متعین ہیں ایک یقین، دوسرے شک۔ یقین کی دنیا بندہ کو روشن حالات میں لے جاتی ہے۔ جہاں یقین ہوتا ہے وہاں شک نہیں ہوتا اور جب شک ہوتا ہے تو یقین پردہ میں چھپ جاتا ہے، موجود رہتا ہے لیکن نظروں سے اوجھل ہوجاتا ہے۔ خواب میں وسوسوں اور شک کی نشان دہی کی گئی ہے۔

دھند نظر آنا اس بات کی علامت ہے کہ عینک کا شیشہ صاف نہیں ہے۔ عینک کا شیشہ صاف ہونے کا مطلب تزکیہ نفس ہے۔ شک اور یقین طرز فکر کے دو رخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون یقین ہے اور شک شیطانی عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ”کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ، انسانوں کے حقیقی معبود کی۔ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“ (الناس: ۱۔۶) شک کے اعمال وافعال ہمیشہ دھند ہوتے ہیں اور یقین کی دنیا شکوک وشبہات سے آزاد نور علیٰ نور ہوتی ہے۔ اپنا محاسبہ کیجئے اور اس تحریر کو بار بار پڑھئے ــــ یہی آپ کے خواب کی تعبیر ہے۔

امداد غیبی

اگر معاشی حالات اس درجہ خراب ہوجائیں کہ سدھار کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو صرف ان حالات میں یہ عمل پڑھنے کی اجازت ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَااِیْلُ یَااِیْلِیَاہُ یَااَللّٰہُ

یَافَتَّاحُ یَافَتَّاحُ یَافَتَّاحُ

یَاجِبْرَائِیْلُ یَامِیْکَائِیْلُ یَاشَمْنَائِیْلُ یَامَھْلَائِیْلُ

آدھی رات گزرنے کے بعد باوضو مصلے پر بیٹھ کر تین سو مرتبہ پڑھیں، اللہ تعالیٰ کے حضور حالات سازگار ہونے کی دعا کریں اور کان کے نیچے ہاتھ رکھ کر سیدھی کروٹ سو جائیں۔ انشاء اللہ، اللہ کے حکم سے معاشی حالات بہتر ہوجائیں گے۔ پورا عمل سفید کپڑے پہن کر کریں۔

FL 5 & 6, Block B, Gulshan-e-Jamal
Rashid Minhas Road, Karachi.

f: lavishdinerestaurant

Lavish Dine
Restaurant

www.lavishdinerestaurant.com

- Party up to 400 Persons
- Affordable Party Menus
- Buffet
- À la carte

Ph: 021-34570423
Cell: 0333-3538004

SEARLE

CANDEREL

کینڈرل

پھیلائے دنیا بھر میں مٹھاس لو کیلوری کے ساتھ

30 سال سے زائد عرصے سے دنیا بھر میں ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں کینڈرل چینی جیسی مٹھاس شامل کر رہا ہے وہ بھی معمولی سی کیلوری کے ساتھ۔ کینڈرل بلڈ گلوکوز لیول پر بھی کوئی اثر نہیں کرتا ہے۔ اگر آپ ذیابیطس کے مریض ہیں جو زندگی میں مٹھاس لانا چاہتے ہیں یا آپ اپنے وزن کی خاطر روز میٹھے سے نظر چراتے ہیں تو اب آپ کی مشکل ہوئی آسان۔۔۔ کینڈرل کے ساتھ

Never let the things you want make you forget the things you have

A crow lived in the forest and was absolutely satisfied in life. But one day he saw a swan. "This swan is so white," he thought, "and I am so black. This swan must be the happiest bird in the world."

He expressed his thoughts to the swan. "Actually," the swan replied, "I was feeling that I was the happiest bird around until I saw a parrot, which has two colors. I now think the parrot is the happiest bird in creations." The crow then approached the parrot. The parrot explained, "I lived a very happy life until I saw a peacock. I have only two colors, but the peacock has multiple colors."

The crow then visited a peacock in the zoo and saw that hundreds of people had gathered to see him. After the people had left, the crow approached the peacock. "Dear peacock," the crow said, "you are so beautiful. Every day thousands of people come to see you. When people see me, they immediately shoo me away. I think you are the happiest bird on the planet."

The peacock replied, "I always thought that I was the most beautiful and happy bird on the planet. But because of my beauty, I am entrapped in this zoo. I have examined the zoo very carefully, and I have realized that the crow is the only bird not kept in a cage. So for past few days, I have been thinking that if I were a crow, I could happily roam everywhere."

That's our problem too. We make unnecessary comparison with others and become sad. We don't value what God has given us. This all leads to the vicious cycle of unhappiness. Learn to be happy in what you have instead of looking at what you don't have. There will always be someone who will have more or less than you have. Person who is satisfied with what he/she has, is the happiest person in the world.

God says, "If you express gratitude, I shall certainly give you more." (Quran, 14:7)

act upon the good then they prosper and if they act on the bad and become wicked then they suffer in punishment for their sinful deeds".

Anyhow to make the allegations that sins which are to be committed are already in His Knowledge are completely baseless and unjust. Why should it be necessary for the Almighty Lord to only have one path for the deeds and conducts of the creatures? If this was the situation then the universal theatre play of Nature would have remained incomplete.

These are the causes upon the basis for which the creatures have been granted freedom. If on the other hand if knowledge is not given about punishment for the sins and then the creatures commit sins then they may have the right to make allegations against Nature. But when Nature itself has granted the creatures the recognition between right and wrong, and has made them aware about the fate associated with both paths then how can it be possible that the sinner does not bear the penalty for the sins that he commits?

If Nature itself becomes conniving or turns its eyes the other way, then what value does a devout and religious individual have? But despite being a revolt against the Lord and for being persecuted on its account, I am certain that Nature is not responsible on any account. For the good and bad deeds one is fully responsible for them and will be accountable for them.

The Program of the Lord

The program of the Lord to bring Adam into being became apparent in the era of Hamoos Jinn when the Lord sent the army of angels to Hamoos jinn and his nation in order to teach them a lesson. The thing was that when the angels had ridden the world of the disobedient jinn and harmony had been restored, then at that time the Lord addressed the angels by saying, "I am about to create a deputy on earth"

The angels had already witnessed the bloodshed and destruction carried out by the inhabitant jinn, so from experience they knew that the inhabitants of the earth are mischievous and are responsible for committing murder and bloodshed. For this reason the angels appealed,

"Will You create on earth a nation that will commit many types of wickedness, and it will carry out bloodshed. Whilst we do celebrate Thee, glorify Thy Name and praise Thee"

What the angels were trying to imply was that if the purpose of creating a new nation is so that it can praise You and to glorify and worship You, then we are doing this already. So what is the purpose of creating creatures that will cause mischief and bloodshed on earth?

Continue...

needy of the son.

This thought was about to become prolonged and corrupt the mind of Adam that at that instant the angel Gabriel was instructed by the Invisible Realm,

“Remove this corrupt thought from the chest of Adam immediately! Or else this evil suggestion will become the means of his downfall and destruction”

Gabriel acted in accordance to the Order of the Lord and by slitting open the chest of Adam he removed the most predominant portion of the evil thought. He then took this portion of the thought and buried it a specific part of Paradise. The remaining portion of the thought that remained in the figure of Adam took the form of personal desires (*Nafs-e-Ammara*), and that very *Nafs-e-Ammara* is present in the offspring of Adam to date.

And when this *Nafs-e-Ammara* persuades mankind to commit a sin then it is I who becomes influential on him and I become supportive of that immoral desire. This is the basis upon which mankind becomes sinful. If that complete evil thought had been allowed to remain within Adam and take its roots, then can you imagine the level of destruction and the limits of devastation that Adam would have been capable of carrying out? However that level of wickedness was not acceptable to the Lord and so He had the greater portion of the evil thought removed from the inner of Adam and had it buried in a specific part of Paradise.

The Wheat Tree

A specific plant surfaced from that part of heaven where the evil thought was buried by Gabriel. The plant looks remarkably similar to the wheat plant that is found on earth. This is the very tree about which Adam was forewarned about and was told that this tree is your enemy and if you eat from this tree then you would become a transgressor. For this reason do not go anywhere near it.

The Almighty Creator is the Knower of all that is hidden; He knew that if Adam ate this plant or its fruit then that evil thought that was removed from him would reappear and start to ride in his mind and soul. And this would eventually become a store house of regrets and worries for him. It is entirely for this reason that Adam was given guidance and expressively told that this tree is forbidden for him. If he ate from it then he will enter in to a state of great loss.

At this point an individual like me can raise this question; when the Lord God is all Knower of the hidden affairs and can see the future events, then without doubt He must have known that

Adam will commit disobedience and will disobey the Lord’s Commands in different ways and methods. However I think this question is very weak. The Lord God has already stated that, “I give freedom to My creatures. I teach them what is right and wrong. If the creatures

that can turn out to be a form of danger to us all. I explained that I tried my best to see inside this box but I was unable to succeed. For this reason we should all be weary of it. The angels heard what I had to say, they all smiled back but remained silent.

The First Step of the Soul in the Body of Clay

The clay figure of Adam was placed on earth where it remained for a period of about forty years. During this period the rains of grief and sorrow dispersed their tears on it. (This human figure was a description of a grandfather, that was expressing its tears due to its lifeless body while entering in to the earth. The other is the grandson who seeks the comforts of the world and is pleased by them)

After forty years this figure was brought back to the heavens and on one appointed day all the angels of the seven heavens, inhabitants of Paradise, and all the angels of the worlds were summoned to gather themselves. I too was ordered to present myself, and so on the prescribed time we all gathered collectively on the High Throne (*Arsh*).

The figure of clay was brought in front of everyone and the soul of Adam was commanded by the Lord to enter in to the clay body. At first the soul hesitated and expressed its fear in being imprisoned in the dark cell (clay body) but after contemplation and by giving close consideration it saw something special in the clay figure, and then by reciting the first creed it became absorbed in the body. The clay figure opened its eyes. The first thing that Adam's sight fell upon was the first creed that was inscribed in Noor upon the previous Throne,

"La Ilaaha Illa Allah Muhammad- ur- Rasool Allah (PBUH)"

(There is no god except for Allah, and Muhammad (PBUH) is His messenger)

Adam spoke and in a very respectful manner he asked, "O Lord I thank You for bringing me into existence. Who is this most fortunate individual whose name is inscribed next to your Holy Name?"

He received the following reply from the Lord, "O Adam, this is name of the Prophet of the last era (PBUH). He will be from your offspring. And when you will be in my court and awaiting recompense for your sins, then this very offspring of yours will testify on your behalf, and upon his testimony I will forgive you for all your sins."

Prior to the soul entering into the clay figure I had already explored it from within, so then how could my impressions and effects on it go to waste? Upon hearing this reply from the Lord, the following thought came in to the mind of Adam,

This is astonishing that the son will testify on behalf of his father. This implies that the status of the father is far less than that of the son, and the father is indigent and

even more anxious. Different sorts of suspicions and evil thoughts began to perplex me all the time. In this state my C.I.D officer brought me this news that the Lord has formed the figure of Adam and has delivered him to the planet earth and has placed him in so and so place.

Troop after troop of the angels began to visit this place upon hearing this extraordinary news. Upon seeing the piercing beauty of the clay figure, its cleanliness, awe and genius, its inner and outer structure and mechanism, the construction and manufacture of its organs and limbs, the angels were taken completely by surprise and sang the praise of the Almighty Creator for His magnificent craftsmanship.

I too went to see this clay figure for myself. All the claims that were made about it had not been exaggerated and all the brilliant attributes that I had heard about it were present in it. The wonderful and amazing fabrication of its limbs and organs, and its sheer beauty was indeed beyond comparison to anything that I had ever seen before. All the angels that had gathered to see the clay figure when they saw me present there they too informed me,

"Oh king of the worlds, this is the very figure about which we were informed"

I replied, "Wait here for one moment; I want to see this figure from the inside so that I can understand the inner mechanism that the Lord has installed in it".

The first thing that I did was to play the figure with my fingers. The example of this is similar to how a purchaser checks a water melon for ripeness by beating it with his fingers so that the water melon sounds back.

This beating action of mine produced a sound within the figure. It was a distinctly unusual and surprising sound. I am certain this voice was of the figure crying out to the Lord Creator in fear. However I paid no attention to this voice and by using my special powers I entered inside the figure to assess its inner mechanism.

By exploring the inside of the figure I learnt many things about it, such as its inner state of Noor, every kind of ability and competence, this was all a sign of wonder for me. All that I had seen and experienced in all my life was present in this figure. By exploring every artery of this figure I reached near the heart. The heart was enclosed in such a manner that I was unable to open it, and nor was I able to learn of its inner secrets. The Lord had closed and sealed it Himself. I realised that something very special has been sealed in this magnificent box and it has been prepared so that its contents can be kept secret from me.

I then came out of the figure and revealed everything to my colleagues and told them that in a specific place there is a treasure box and its contents have been kept hidden, it contains a secret

Autobiography of the Devil (Iblees)

By exploring every artery of this figure I reached near the heart. The heart was enclosed in such a manner that I was unable to open it, and nor was I able to learn of its inner secrets. The Lord had closed and sealed it Himself.

The Clay Statue of the Prophet Adam

I was completely engrossed in this perplexity when the news from the heavens came regarding the formation of the clay statue of Adam. I was told that the Lord has ordered the preparation of an unusual and amazing figure, and for its making strange and wonderful things will be brought forward. The reporter told me that such a figure is being created that the likes of which I have never heard of or had ever seen before. Its head will be created from the earth from Mekkah, its neck will be formed from the earth from Jerusalem –Al-Aqsa Mosque, its chest from the land of Eden, and its back will be made from the land of Hindustan. Its hands will be made from the earth of the east and feet from the earth of the west. The remaining muscles, blood etc. will be from a mixture of a collection of the earth from the whole planet. I was informed that besides earth this figure will also contain fire, water and air. The Lord Creator will form the figure with His very own Hands.

After its creation what would its purpose be? I was unable to find out the answer about its purpose at that moment in time. This intelligence from the C.I.D was very confusing. This thought occurred to me that could it be that this individual is that very person about whom the Lord Creator had predicted on the Preserved Scriptrum? The Lord will bless this figure with His Bounties, but I remembered that in the prediction it was inscribed that this individual will be brought up to the heavens from the earth.

However this figure was being created in the heavens so how could it be possible that the prediction refers to this individual? This thought baffled me greatly. If this figure was prepared on earth then there would be no room for any doubt. I asked my informer as to why the earth from many different places was brought for creation of this figure, was there not enough earth in one place to sufficiently make this figure? My informer told me that the reason for this is that the offspring of this figure will manifest in different features and characteristics in different parts of the planet. I further clarified, is the figure being created so that further offspring and generations emerge from it?

The reply came, “Only the Lord knows about the hidden affairs, but the circumstances and other reports suggest that at some point in the near future new generations will emerge from this figure”.

This news caused me to become

orded information has two inherent flaws. Firstly, the range of instrumentation are constrained by the limitations of embedded sensor. It means, it records any description which is within the specifications of sensor, than the actual available signatures.

Secondly, the processing or interpretation inside the instrument augments the additional instrument -specific information. Though process facilitate human interpretation, but it does change the genuine information hidden in the physical phenomenon. For example, the recording in ultra violet scanner changes the incoming information to tailor the experiment pre requisites. One can easily exemplify the described inherent flaw in observation while observing an object with an aid of red optical.

The features of an object appear red in red glasses. Similarly, ultra violet scanner record only ultra violet perspective of the target object. With same token, one can extend the notion of perspective-bias in any other observation. For example, a normal human eye sees only visible spectrum of an object, though there are invisible details such as infrared and ultra-violet descriptions.

It may be worth to mention for readers, the information obtained by the instrument are not wrong. The gist of discussion is the objective of observation. A scientist makes observation to explore the reality of object-self. It is mandatory to consider the authenticity of information, when it describes the whole-self of object. Looking at the operational detail of above mentioned instruments, we can see their recordings are bias with their limitations i.e., their materialistic constraints. We need a neutral viewpoint to reach the whole-self of any phenomenon or object. On the contrary, conventional scientific instruments viewpoint is indirect. In this scenario, to find out the truth about any object or phenomenon one should look for direct or neutral viewpoint—independent of all material biases.

Continue…

River Kingfishers are expert fishermen and that is the reason they are given this name. They have a bright colour, typically metallic blue upperparts and head, orange or white underparts and dark dagger-like bill.

They have excellent binocular vision and have an amazing ability to judge depth of water and the distance of the moving prey. They have a protective skin-nictitating membranes to cover their eyes when they dive into the water .The nictitating membrane is a transparent third eyelid present in them that can be drawn across the eye for protection and maintains vision.

nisms inside human body, which are beyond percept, such as inflation of lungs, pumping of heart, function of a kidney, blood spread along the thickest to finest vessels, digestive systems, the transmission of brain signals from skull to nail of thumb.

Scientist and technologist narrate the fact, if a mechanical system is devised with an equivalent power to mimic fluid dynamics in human being, it will be a huge machine with unbearable noise. One can easily imagine how our natural body is created, maintained and regulated to perform complex aforementioned tasks without any noise. Similar mechanism can be observed in plants and other beings from an ant to an elephant. The limitations of human faculties restrain the ability to record the functionality of above mentioned waves.

A complete description of human senses, their functionalities and limitations may be found in previous issues of Mahnama Qalandar Shaoor. For example, our visionary system can record the optical reflection in the range of 300 nano meters to 700 nano meters. A nano meter is one billionth part of a meter. It means our eyes can capture only in the range of three parts of ten millionth and seven parts of ten millionth. Rays of light beyond this range would be simply considered as absent for a normal human eye.

The invisible region of light consist of radio waves, micro waves, infrared waves, x-rays and most powerful in penetration that is gamma rays. For example, we use micro wave oven at home to warm up our food. We can notice the rotation of dish in the micro wave oven, but would never be able to see the radiation which are responsible to warm our food.

Similarly the expert of criminology tries to locate the invisible evidence of culprits. They usually reflect the fingerprints or other marks from the crime scenes. These marks can be emphasized with the help of ultra violet ray scanners as shown in Figure 14C. It is interesting to note that these scanners can only see in the ultra violet region of light. Any other signature or traces does not exist for the ultra violet eye of the camera. You can find traces of finger on the vase, but the nature of material remains hidden behind the limitation of camera.

Figure 14B shows the ultra violet camera, which is used to see the fingerprints on vase as shown in Figure 14A. Readers can conclude that some features are visible to normal human eyes, but hidden for ultra violet camera scanners and vice versa. In fact it is due to material limitations of any scientific instrument. Any type of instrument uses only specific or preset viewpoint, which conceals other band of information.

Scientific instruments are used to observe and measure any physical phenomenon. The rec-

iii Flower pot in ultraviolet light — Flower pot in ordinary light

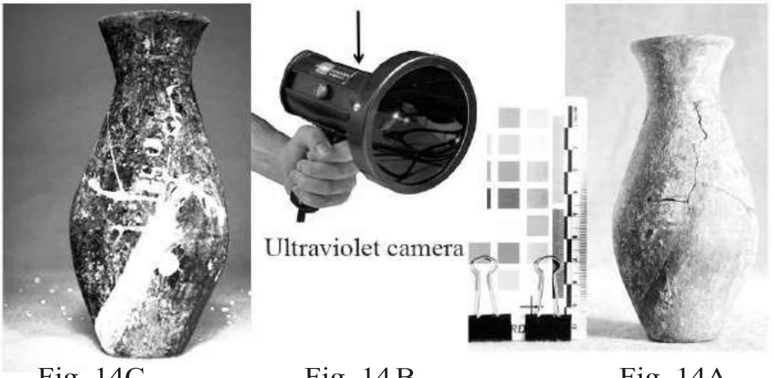

Fig. 14C — Fig. 14B — Fig. 14A

color from soil with the help of water. The information about the quantity of colors are passed to root with the help of special waves called *noorani* waves. *Noor* carries all the required information, which are essential in the growth of a plant. Therefore equation of soil can be written as:

Soil = Water + Zillion of Colors

Similarly, animal beings sift their colors from the food they assimilate. For example apple, banana, spinach, meat etc. The extracted colors in the digestive track (mouth to intestines) are eventually absorbed in the body. Here, one can raise an interesting question regarding the similarity in composition of man, animal being and others being. One may ask, what dignifies a man being Insan as his similarity in the mechanism of composition to the other beings such as chicken, ants, even plants. We have learnt from above discussion, every being is composed of proportionate colors. These colors are extracted from soil or other resources with the help of water. Every beings has well defined proportionate composition of colors, so is our earth and oceans. Readers would find it interesting to contemplate, what may happen if the definite proportion is disturbed either naturally or with the man made technologies. Spiritual scientists revealed the fact, when proportionality balances are disturbed in earth or oceans, it leads to trespassing of their limits. They mentioned, according to laws of time and space, this incidence is repeated after every ten thousand years when new earth and oceans are born.

The activity of invisible finest form of light waves is vital to the existence of any being. When these waves cease to continue, physical existence ceases to exist or the subject would die. The mechanism of prime and compound waves are beyond the range of human eye, as shown in Figure 13. There are many mecha-

ii

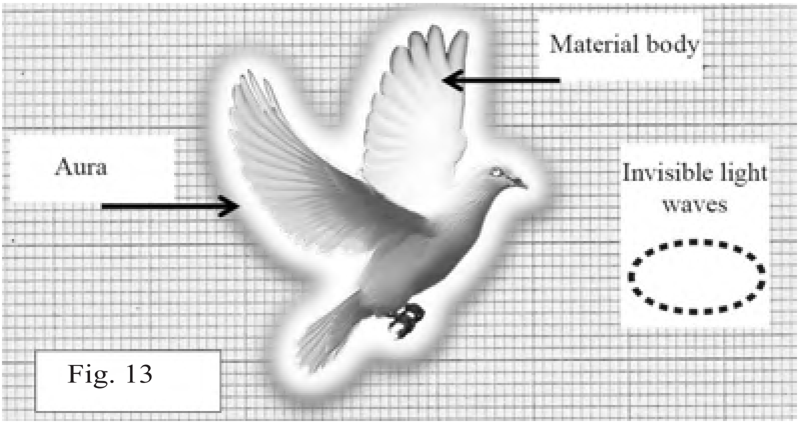

Fig. 13

waves, and beyond *noorani* waves. Deep silent oceans, huge mountains, haunted deserts, decorated peacock, fragrant rose or wretched man in a wretched zone of living (also called *Asfala Safleen*) are all composed of colors. Readers are encouraged to contemplate on the chemical composition of water and soil, described above. It would open the intricacies of abovementioned waves, Insha Allah.

Scientist believe that water is composed of two elements that is hydrogen and oxygen . A layman would intrigue, why water cannot be prepared in factories as they cultivate genetic vegetables, fruits and eggs. Rather, in search of natural water people need to bore as deep as 100 feet to 500 feet. If hydrogen and oxygen are the only constituents of water, why we have depletion of water?

We observe water as a liquid which exhibits shape and color of a container. Unlike the established fact, the spiritual scholars deem water as a composition of colors and abovementioned finest waves. Water exhibit property of a master dye, which consists of zillions of dyes of physical object. It is a primary reason why we find a major proportion of water in composition of any physical object.

Water maintains the proportion of other constituents in any object. This mechanism can be observed in any dehydrated object, such as mummies of pharaoh, dry trees, sun stroke inflicted people, the skeleton or dead bodies of man and animals.

The interaction of water in the creation of object is explained by the spiritual scientist. The mechanism of plant growth is as follows. Plant represents a specific specie among its own specie or other beings. The distinction of specie is based on the proportion of colors and colors are formed by the above mentioned waves. The roots of a plant absorb their own

i

The Death and Birth of Oceans

Micro wave ovens are used in daily life at home to warm up our food. While heating, we can only observe the rotational motion of our food dish inside the micro wave oven. Whereas, we never notice the presence of microwave radiation which are the ultimate source to warm our food.

Prime Waves are the basis of every being. Compound waves are combination of prime waves. According to spiritual scientists, there is an aura around the material body which is called *jism miscali*. The interaction of these waves and material body is depicted in Figure 13. Our observation is an outcome of two pairs of eyes. One provides us information regarding the external reflection, while other provides similar expression but without any activity of our physiological eyes. Essentially we observe in our inner self rather than externally.

The inner eyes observe the minutiae of shape of body, such as hands, feet, eyes, nose, brain, pulsating heart and kidney. Unlike physiological eyes, the inner eyes also sense the solidity of base material which is a form of light.

The gravity depends on the amount of prime and compound waves, which compose the earth. When a prime wave superimposes with another prime wave, compound waves are formed. The amount of gravity in anybody depends on the structure of compound waves. Figure 13 depicts the order of creation of any being, which starts with aura of body followed by phenomenal or physical body. Inner eye not only senses the solidity in physical body, but also the aura of body. Prime waves are stretched from one end to other, whereas compound waves are prime waves which cross each other and eventually gave birth to formation of shapes, such as nose, ear, lips etc.

On the occasion of Makkah Victory the prophet of Islam (PBUH) destroyed the idols. Mr. Azeemi explained the mechanism of waves behind this incidence, he said, 'Hazrat Mohammad Rasool Allah (PBUH) knows the formulae behind prime waves, compound waves, *noorani* waves (lighter than prime waves) and beyond the *noorani* waves.

He knows fully how these waves are used in the creation of phenomenal world. When he said, 'Indeed truth dominates, and fallacies would demolished' then the structure of prime and compound waves in the formation of idols was crushed which lead to destruction of idols.'

In nutshell, the phenomenal or physical world is laid on the structure of fine light waves which are emitting from various universe. Spiritual scholars termed these finest light waves in the order of their fineness as compound waves (less fine), prime waves, *noorani*

Huzoor Qalandar Baba Auliya (RA) said,

"Sufism is the divine light of the inner self. The divine light of the inner self is a conscience that does not contain even the slightest of impurities".

Pure hearted people are free from the worries of this world and the hereafter. They strive in the path of God with pure intentions, and do not wish for anything else except God.

They fulfil His commands by remaining fixed on God's will. These people are firm in their knowledge (belief) and observe that everything is from God. This is the straight path and this is true worship.

God says in Quran,

"while they were not ordered but to worship Allah, making their submission exclusive for him with no deviation, and to establish *Salah* and pay *Zakah*. That is the way of the straight religion." (Quran, 98:5)

"Say, as for me, my Lord has guided me to a straight path, the straight religion, the faith of Abraham who was upright and was not of those who associate partners with Allah." (Quran, 6:161)

Regular exercise is an important part of a healthy lifestyle. Not only it helps managing weight and overall appearance but affects our life altogether. No matter what your age is, you should exercise daily. It tones the body, strengthens muscles, boosts endurance, keeps bones strong, and improves skin. Regular exercise may help prevent or manage a wide range of health problems and concerns. It delivers oxygen and nutrients to our tissues and helps cardiovascular system. And when heart and lung health improve, one has more energy to tackle daily chores.

It releases natural chemicals in the body called endorphins that fight pain. Not only endorphins are released when a person gets hurt but also during exercise. So, invest on yourself…Exercise!

One day, she forgot to put a sugar packet under his mat. When she remembered, Baba Fareed (RA) had already finished his prayer. She asked him,

'Did you establish your prayer?"

Fareed Gunj Shakar (RA) replied with respect,

"Yes mother! I have established prayer and have eaten the sugar."

His mother realised that the pattern of belief had been established in the child. For this reason, he is known as *Gunj Shakar—Shakar* means sugar.

After telling this story, my father said, "You must also offer prayers and I will put a packet of sugar under your prayer mat. I would happily offer prayer and take sugar with milk."

The love of God's friends engulfed my heart because of this action in my childhood. When, with the blessing of the Almighty, one finds a friend of God, the roots of his association become firm and strong. Whatever seed of a thinking pattern parents sow in their children, that thinking pattern will grow as the child does. When the thinking pattern is pure, and training is provided at home as per the teachings of prophets (PBUH), the love of God and of his beloved Prophet Muhammad (PBUH), and a strong association with the friends of God becomes dominant.

When I was blessed to meet Huzoor Abba Jee (Mr. Azeemi) and was sitting near him early in the morning, there were some questions in my mind about God, spirituality, spiritual exercises, striving for spirituality, and about where to take the oath. I told him all that was in my heart. Mr. Azeemi said,

"God is not away from you, God is inside you. Dive within yourself and find God."

He was sitting outside the room in the veranda. He pointed at the room's door and said,

"If there is something inside the room, you will open the door and find it. Opening the door is a spiritual exercise."

It is God's saying,

"As for those who strive in Our way, We will certainly take them onto Our paths." (Quran, 29:69)

It is evident from the teachings of Mr. Azeemi that there must not remain any impurity at all in intentions, actions, mind or heart as a result of striving for spirituality – one must remain consistent in these efforts. Every action must be for God in order to achieve self-purification.

"He (the Satan) said, then I swear by Your Might, that I will definitely lead them astray, all of them—except Your chosen servants among them." (Quran, 38:82-83)

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

کراچی

یہ پرچہ بندہ کو خدا تک لے جاتا ہے
اور بندہ کو خدا سے ملا دیتا ہے

چیف ایڈیٹر: خواجہ شمس الدین عظیمی

مینیجنگ ایڈیٹر: ڈاکٹر حکیم وقار یوسف عظیمی

اللہ آسمان سے پانی برسا کر
زمین پر رزق رسانی کے لئے۔۔۔
انواع واقسام کے ثمرات پیدا کرتا ہے۔

روحانی ڈاک میں آپ کے مسائل و مشکلات کا حل پیش کیا جاتا ہے۔

شعور کے پس پردہ لاشعور کی حقیقت کی پردہ کشائی کی جاتی ہے۔

خواتین کی زندگی کو پُرکشش، پرسکون بنانے کے لئے مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

بچوں کے لئے کہانیاں اور بہترین مستقبل کے لئے راہنما اصول بیان کئے جاتے ہیں۔

دین و دنیا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے روحانی ڈائجسٹ ہر جگہ دستیاب ہے۔

iv and pythons respectively. God said, "O Moses (PBUH), there is no need to be worried and scared, I am with you. Throw your staff."

Prophet Moses (PBUH) threw his staff on the earth and it turned into a huge python. It swallowed all other snakes and pythons and prophet Moses (PBUH) was victorious.

It is important to note that ropes thrown by the magicians turned into snakes, and the bamboo into pythons. Prophet Moses (PBUH) threw his staff that turned into a python and swallowed all of them. Prophet Moses (PBUH) overcame the magicians with the help of God.

There are two levels of knowledge:

1. The intention behind the knowledge is worshipping wealth, seeking power and worldly respect and honour.

2. The intention behind the knowledge is nothing but God and pleasing God is always the sole objective.

A deputed person of God, listens and sees through God. They refrain from worshipping wealth and worldly lust. It does not matter to them if people are impressed by them. Whatever they do, they do for God. They live for God, die for God and think through God.

In contrast, people of *istidraj* earn this world by showing off their work. The Pharaoh called all magicians and said,

"If you defeat Moses (PBUH), I will make you rich and my courtier".

This makes it evident that worldly gains were the reasons behind the achievements of magicians. Prophet Moses (PBUH) only went there to promote the Truth and show the Greatness of God. God commanded him, "Do not be afraid, throw your staff."

This shows that Prophet Moses (PBUH) stood in front of the magicians only because of his trust in God. Whatever wonder-working the magicians demonstrated, it was based on illusion and fiction. Hence, the staff of Prophet Moses (PBUH) survived when it swallowed all illusions and destroyed them. The difference between magic and miracle is that magic has a temporary impact.

Hazrat Shams Tabrizi (RA) says,

"The chemistry of mind is different from the chemistry of love. The mind is careful, suspicious, he advances little by little. He advises, 'Be careful, protect yourself.' Whereas love says, 'Let yourself go.' The mind is strong, never falls down, while love hurts itself, falls into ruins. But, isn't it ruins that we mostly find the treasures in."

iii Prophet Muhammad (PBUH), Mercy to the all realms, distributes the provisions under the *Takween* system. Members of *Takween* system perform their duties under the leadership and supervision of Prophet Muhammad (PBUH).

God blessed prophet Moses (PBUH) with two miracles so that his people would believe in him as a messenger of God by witnessing it. One was the turning of his staff into a python, and the other miracle was a shining hand. There was a white spot on the palm of Prophet Moses (PBUH). Very bright white light would come out of that spot when he held his hands under his armpit for a moment.

Every creation in the universe is covered in the divine light (*noor*) of God. This Light is made up of Divine waves that are spread horizontally and vertically. Although these waves are separate to each other, they appear so close that it seems as if they are merged. Life is based on these waves.

Humans are a creation in which divine light is in the form of compound waves. The actual human shines like thousands of watts of electricity. The conscious of a person becomes suspended after seeing the true human. However, the spiritual conscious can see this divine light. Prophet Moses (PBUH) is an honourable prophet of God. He had cognition of his soul. Therefore, when he used to put his hand under his armpit, as per his will, his palm would be charged with thousands of watts of electricity. People would turn temporarily blind upon seeing it. Prophet Moses (PBUH) was blessed with spiritual knowledge. The knowledge is a light that is transferred with a thinking pattern. There are two branches of spiritual knowledge:

1. *Istidraj* (Magic)

2.*Ilm-e-huzoori* (Acquired Knowledge)

Istidraj is a knowledge that activates in a person through an evil thinking pattern and evil capabilities. Different activities may be performed in order to learn *istidraj* and this requires hard work.

In order to receive *ilm-e-huzoori*, one must perform difficult activities and hard exercises. Just as wonder-working can be performed by a spiritual person, it can also be performed by a person who has knowledge of *istidraj*.

The Pharaoh called all expert magicians of his country and a day was agreed for a challenge against Prophet Moses (PBUH). Experts of the knowledge of *istidraj* gathered there as did Prophet Moses (PBUH). The magicians asked,

“O Moses, are you going to start or should we start?”

The honourable messenger Moses (PBUH) replied, “O’ magicians! You may start”.

The magicians threw ropes and bamboo sticks that turned into snakes

ii God cleared him of what they alleged; and he was honourable in the sight of God." (Quran, 33:69)

The story of Prophet Moses (PBUH) and the Pharaoh is not just a historical event, or some tale. Instead it is a life lesson, or study, about a battle between the Truth and evil, justice and injustice, and the dismissal of a cruel leader. It is a film of self-centred and unthankful behaviour that has many things to learn from it. The story of Prophet Moses (PBUH) guides us:

1. A person must not lose patience in difficult times. By staying patient, one becomes eligible of a great reward.
2. God turns all difficulties to ease when a person wholeheartedly considers God as his Helper. Nature becomes a helping hand to deal with every difficulty and crisis.
3. By wholeheartedly making efforts in promoting the Truth, even opponents turn into your allies.
4. Slavery is a disgrace for a person. A slave considers disgrace and disrespect as blessings. A slave's mind has limitations placed on it. Such a person is reluctant in making efforts and working hard.
5. Those who strive with trust in God are the ones who rise.
6. The Truth always succeeds regardless of how strong and powerful evil forces are.
7. Disobedience is rejection and an abandoning of the faith.
8. A sign of not believing in faith wholeheartedly is that a person becomes trapped in self-deception and tries to find reasons to act against the commands of God. Punishments have descended upon many nations for such hypocritical act.
9. It is not appropriate for anyone to claim they are the greatest scholar. There is mention of two sections of knowledge in the story of Prophet Moses (PBUH) and Hazrat Khizr (PBUH):
   a. Shariyat
   b. Takween

Shariyat is about the establishment of a social system for human beings – their ethics, social rights and justice. Whereas *Takween* is the administrative system of God, where special people of God work to run the affairs of the universe. God selects them to rule by blessing them with authority.

God gave the knowledge of *Shariyat* to Prophet Moses (PBUH). However, God introduced him to Hazrat Khizr (PBUH) to let him know about a knowledge whose secrets were not taught to him.

The beloved and last prophet of God, Muhammad (PBUH) is the head of both the *Shariyat* and *Takween* departments. God is the Lord of all realms and creates provisions.

Prophet Moses (PBUH)

The actual human shines like thousands of watts of electricity. The conscious of a person becomes suspended after seeing the true human. However, the spiritual conscious can see this divine light.

Prophet Moses' (PBUH) passing from this world has been narrated in Sahih Bukhari and Muslim as follows:

"When the time of death came by, the angel of death came to him and said, 'Accept the message of death from your Lord!' Prophet Moses (PBUH) slapped the angel so hard that he lost an eye. The angel of death went to God and said, 'Your servant does not want to die and slapped me in the face'. God cured his eye and then commanded him, 'Return to Moses (PBUH) and ask him to put his hand on the back of a bull. I will increase his age by a year for every hair came under his hand'. The angel returned to Prophet Moses (PBUH) and passed on God's message. Prophet Moses (PBUH) said, 'What is going to happen afterwards?' The angel replied, 'Death is the end'. Prophet Moses (PBUH) said, 'If death is the end of life, then why not today'. Moses prayed to God that he be placed close to the holy land."

Prophet Muhammad (PBUH) said, "If I were there, I would have pointed to you the grave of Prophet Moses (PBUH) that he is buried near a red cliff (*Kaseeb-e-Ahmer*)."

He was of 120 years' age at the time of his passing. The piety and greatness of his status is evident from the holy Quran, sayings of Prophet Muhammad (PBUH), and through the stories of the children of Israel.

"He said: Moses, I have chosen you above all men for my messages and for My speaking (to you). So, take what I have given to you, and be among the grateful." (Quran, 7:144)

"some messengers We have already told you about, and some other messengers We did not tell you about, and God has spoken to Moses verbally" (Quran, 4:164)

"Certainly We bestowed favors upon Moses and Aaron, and We delivered them and their people from the great agony, and We helped them, so they became victors, and We gave them the clear book, and guided them to the straight path. And We left for them a word of praise among the later people: Salam be on Moses and Aaron! This is how We reward those who are good in their deeds. Surely, both of them were among Our believing servants."

(Quran, 37:114-122)

"O you who believe, be not like those who annoyed Moses, then

V

searched through the pages and then passed it on to her to read. She read the story and said,

"This is when Prophet Moses (PBUH) met someone."

"Yes, but what did that person say in the end?

Samina read aloud, "So your Lord willed that they should reach their maturity." (Quran, 18:82)

"And how does that person know the will of God?"

"What do you mean, Papa?"

Her father explained,

"There are two systems running parallel to each other. When you choose good, it leads you to happiness, whereas wrongdoing leads to grief. I will leave the rest to you to think over. It's late and I should resign to bed. You too, my dear. Goodnight."

The next day, Samina went straight to her teacher's room and showed her notes.

The teacher went through them and said, "You have put things well, but there are still facts that are left to be answered."

"And what are they?"

"The Quran has detailed the creation of Adam in Surah-al-Baqra (Chapter of the Cow), where the angels were told that a viceroy is to be created on the Earth. The angels replied to God that man will shed blood and disrupt the system. But God told them that He knows what they do not. He taught Adam His attributes and asked him to demonstrate it before the angels. Upon seeing his knowledge, the angels bowed and prostrated before Adam.

"Now the point to consider is that angels are not bestowed with the knowledge that Adam is blessed with. Do you know what knowledge the man in Prophet Moses' (PBUH) story possessed?

"He possessed the knowledge of the administrative system of the universe called *Takveen*. The man Prophet Moses (PBUH) accompanied was Khizr (PBUH). He had knowledge of the *Takveen* and all of his actions were in accordance with God's command, as you have already read about it."

"Ma'am. Please tell me about this system in detail."

Her teacher replied, "Read the divine books and contemplate upon the signs God has scattered before you. Contemplate on them and the mystery will unfold.

God has divided this universe into seven administrative units; Seven realms. The person who heads them is called *Shahenshah-e-Haft Iqleem,* The King of Seven Realms. I know there are number of questions popping up in your mind, but you should know already by now, that when questions arise, the answers are already there. Go and explore."

❁ ❁ ❁

"You yourself are your own obstacle, rise above yourself."

- Hafiz Shirazi (RA)

ders and said,

"My dear, I am proud to see your approach towards things. You are not an ordinary child. Those who contemplate on even the most minute details of life are more than ordinary, and here you have a mind which is occupied with the universe and its functions."

"Father. I am thinking about the question Shani asked me. I have searched for answers on the internet but nothing satisfies me."

He said,

"It is good to read books and research to enhance your knowledge, but in the end, you have to put in your own contribution as well." Pointing to her brain he said, "Search for the answer here. It already exists there and needs to be explored."

Samina smiled,

"You know what, dad? I see the universe as a place where everything is in cohesion. If you want to understand the earth, you have to contemplate everything connected to it. Otherwise, if you confine yourself to one aspect, you will obscure your vision of others.

"The Earth is a creation which is inhabited by many other creations. There's not only life above it but beneath it as well, which means that the Earth is a living being, which nourishes life within it.

"I believe it is a system that works just like a factory. It's all about which angle you look at it from. From the exterior, it looks like a building, but once you go in, there are departments that are further divided into portions. Every department has a different task but as a whole, their goal is same; to produce better results, increase productivity, and lay a firm foundation. The inefficacy of one department disturbs every department, and a positive efficacy encourages other departments to follow suit.

Similarly, the Earth, air, water, and soil all have different roles to play, but if there were no sun or air, life would cease to exist. If the Earth changes its path, it may collide with other planets, and then the entire solar system would collapse."

Her father tapped her shoulder and said,

"The famous Sufi poet Rumi says, 'I have put the duality away. I have seen the two worlds are one.'"

Samina jumped in joy and shook her head.

"I have found more clues to ponder upon. Rumi did see the two worlds as mentioned in the couplet, but the power that holds the objects in the backdrop is one, therefore, he did not create a division, and considered them as one entity!"

"Girl! You have said something I need to understand the depths of."

Her father walked towards the shelf and came back to his chair with a Quran in hand. He

Later, when the whole family were gathered for evening tea, the children noticed that their mother had a smile on her face. The youngest, Shani, asked,

"You keep smiling. Let us know why so that we may smile too."

The mother laughed and said,

"Yes! I am delighted as my princess has something very strange but pleasant to tell you all. She researched something that bore results."

The family all turned to Samina, who looked at them and said,

"I was thinking for months that everything in this world comes in pairs. Happiness is paired with sadness, day has night, fathers and mothers, a parent and child, sweet and sour, hot and cold, and so on. I made a list of hundreds of items that are in pairs, so I began thinking, why is there a pair to everything? What would happen if things were not in pairs?

"If sweet tastes stopped existing, then the significance of a sour taste would also fade away. If we do not have the opposite to something, that thing would cease to exist."

Her elder brother said,

"This is just a thought based on your feelings that you have formed into a theory now."

Samina replied,

"It is not merely a feeling, and even if it is then there must be reason behind it since everything in this world has a purpose. My teacher cited a verse about it from the Quran that says that God has created everything in pairs so that we may heed. She said that I should study the holy book and contemplate on it to quench my thirst of knowledge. It has all the answers I am looking for."

Her mother's face was beaming with pride and her siblings had admiration for her. When her father arrived and learnt of Samina's performance in class that day, he was elated.

While they were watching TV later, Shani said,

"Sister! The earth pairs with the sky and the sun with the moon. But what pairs with our solar system?"

The question that put a smile on their parents face. They were happy that their children had developed an interest in unfolding the secrets of life.

Everyone looked to Samina for the answer. After a brief silence, she replied,

"Shani, you have asked me a question that I need to find the answer to. Although, I am certain that there is a pair to everything, so I will let you once I have the answer. I would appreciate it if you assisted me in finding it. Her brother agreed to it and was more eager than anyone else to find the answer.

They all went back to their rooms. After an hour, Samina approached her father who was reading a book. She silently sat beside him. He patted her shoul-

context of many teams or societies sharing the same goal?"

Samina smiled and said,

"Dear friend, you have asked me a question that has forced me to think deeply. One cannot be a player if a team does not exist in the first place. Similarly, goals cannot be achieved unless there is a target.

"Every team will face a target and competition. On one hand, they set targets or goals, and on the other, a competition exists for them to reach there. If there were no target, there would not be a competition. A competition is the effort every player puts in to pave the way to the desired result. So, from this we can gather that goals and competition are two separate things that work in parallel."

She took a small break and continued,

"Let's take it further to make it easier. Every game has a winner and a loser. They are the part of the same game, working towards one target, but at the same time, they are opposite to each other. This is how the theory of duality works in sports too."

There were two more questions before the end of class, which Samina answered more than adequately.

In her next class of Islamic studies, the teacher arrived and without saying a single word, wrote on the board.

"And from everything We have created pairs of twos, so that you may heed." (Quran, 51:49)

Samina's class fellows looked at her with surprise. Her eyes were stuck to the board in astonishment. She was delighted that she had found so many answers in that single verse.

The teacher followed the eyes looking at Samina and asked her what she understood from the verse.

Samina replied,

"Ma'am, night cannot be called night without day. We define sweetness because there exists things that are sour or bland. The basic formula of the creation is duality – everything has its own opposite, making it dual. They are different and yet connected to each other. If there were no colour apart from white, nobody would call white, white. In fact, white would not exist in the absence of other colours."

The teacher appreciated her intelligent answer and encouraged others in the class to answer the question too, later, explaining the topic herself.

Samina reached home very happy, laughing as she told her mother,

"It's the happiest day of my life. I found a verse about the theory I was contemplating in the Holy Quran, and the teacher said that there are many other verses that also elaborate on it."

Her mother hugged her and said, "I would like to know what the theory is, but before that, freshen up."

V Translation: Animals and birds do not do business or jobs, but they obtain their resources for living. A man of God said, 'God is the caretaker of all beings'.

Maanas hay sab aatma, maanas hay sab rakh

Bindi ki ginti nai, bindi main sou lakh

Translation: A man is a light (spirit) and a man is also a dust. Though a 'zero' is not counted, but it is zero, which values millions.

Nana Tajuddin (RA) considered the reality of a man as a composition of light (spirit) which is beyond the ordinary percept of being dust. A composition which represents in its inner the whole universe. Alas! man has limited himself to dust. If a man breaks the limitations of phenomenal world (that is space), he become aware of source of light (spirit) and eventually self-awareness.

Dam o dur ki rees main raam kart gun gaye

Parabhoo ki sogand hay, dusht usay mil jai

Translation: A person who believes in external appearance always prays to pretend. By God, he can only reach to Satan (devil).

Tan paapi, man kaahra, ujyarey sab kais

Mandar ka Deepak nai, reshyoun ka sa bhais

Translation: Though body is hidden behind the white hairs, but it is tarnished with sins and heart is turned dark. One cannot get internal illumination by pretending or dressing like pro God individuals.

Saaye ban ki raat main ban baasi ban jain

Das Malooka sath main jagain aur lehrayain

Translation: During night, shadows turn alive into a man. A man of God wakes whole night up with them and enjoys discourse.

The above stanza was narrated at the times, when Nana (RA) used to worship at the tomb of Baba Dawood Makki (RA). Nana (RA) mentioned, though during night it appears whole world is silent, but in reality they exhibit a life. A continuous night long wakefulness unveils the hidden fold of universe. Nana Tajuddin (RA) used to observe night long the concealed aspects of phenomenal world.

iv ful, eyes of Nana (RA) were closed and we were waiting for a beast who was heading step by step.

Suddenly we turned our eyes towards the feet of Nana (RA), a lion was approaching to the incline until it got very close to feet. Nana (RA) was in deep sleep, lion was licking his feet in ecstasy. Meanwhile Nana (RA) woke up, he patted on lion's head and said, 'You came, I am very glad to see you healthy now. Well, now you may leave.'

The lion waved his tail in obedience and left. No one had a little idea, if ever lion visited Nana (RA) before. However, it was certain, Nana (RA) and lion knew each other.

- Nana Tajuddin (RA) said:
- Thoughts are of three types, in itself are a universe—Mankind a creation of dust, jinn of illusion and angels are creation of *Noor*.
- We communicate with particles, dust and other creatures with an aid of thought. *Ana*— thoughts exchange between us and them like a family.
- Thoughts are communicated to us with an aid of light. Light is modulated with zillion of pixels. We term these pixels as perception, ideas, concept and thought.
- Light is considered as the fastest entity before the researchers, but it is unable to traverse spatio-temporal distances. However, the currents of *Ana* are present infinitesimally over everywhere at all instants of time. Spatio-temporal distances are always overwhelmed with the currents of *Ana*.

Nana Tajuddin (RA) had an excellent ability of poetry, but his tendency of deep contemplation did not allow regular poetry. Though he did poetic work with a title of 'Daas Maloka' (a man of God), but only a few stanzas are at the record. Most of his work was not documented due to his interest in other affairs, people's ignorance and unavailability of required resources.

A few stanzas are presented as follows:

Ajgar karain na chakri, panchi karain na kam

Das maloka keh gaey sab k data raam

iii got annoyed and said loudly, ‘pretending lameness, while he is fine—cheater’. Lame man ran away without his crutches, when Nana (RA) ran after him. Lame man ran like a healthy man, as if he was never lame.

Insan Ali Shah (RA) was blessed by Nana Tajuddin (RA). His thought pattern was aligned with Nana (RA), he explained the intricacy of miracles. He said, ‘The concept of evolution in universe is deceptive. In fact, everything occurs in a state of *sudoor* (a divine state of mind). Except God, everything is an inner state of *Insan*—whether it is time. Similarly, perceptions of change and evolution are inner to mankind. The appearance of an individual is an imprint of inner states. Each imprint has a definite proportion. If this proportion is varied, then accidently imprints appear to be lame, deaf and blind. When a saint enters *Sudoor*—state of mind, if there is any misprint or deviation, they become aligned to proportion.’

The eyes of Nana Tajuddin (RA) used to be half opened in a state of deep contemplation. Hayat Khan used to watch those eyes quite enthusiastically. Once in deep contemplation, Hayat Khan asked me to look at a leaf. I found figures of face and legs were appearing from leaf, about three inches long. Similar gestures were appearing on adjacent leaf. In couple of minutes, leaves were completely transformed and they started walking towards the stem. The eyes of Nana (RA) were concentrated on leaves.

Several months later, I asked the reason. Nana (RA) said, if you would be able to understand. He explained, look it is a tree, where all the parts of life are connected. Watching, listening, understanding, motion are all parts, which appear when looked into the tree. Each leave has actually mouth, hands and legs. In general people cannot see this *nairang* (phenomenon) until and unless, a leave meets with another life. When a leave embraces my life, it becomes alive insect. Mind it, one can embrace with eyes. Remember life evolves from life and life absorbs in a life.

Once Nana (RA) was in the forests of Waki Sharif with his companions. He said to them, ‘I am expecting a lion in a while. If some fears him, should leave because it is upto him to stay as much as he wants. I will rest, meanwhile you should not wait, rather enjoy food.’ Some people hid in the surrounding and mostly left.

Hayat Khan and I remained there. At a small distance I lay down, while Hayat Khan was looking at Nana Tajuddin (RA). The air was fear-

ii There is no evidence, if Nana Tajuddin (RA) had ever got *bayt* —taught spiritual knowledge by anyone. However, he was close to two personalities. He used to spend time with Hazrat Abdullah Shah (RA) during adulthood. At the time of death of Hazrat Abdullah Shah (RA), his next in-chief mentioned that he drank a little juice and rest drank by Baba Tajuddin (RA).

Therefore, Nana Tajuddin (RA) was close to Hazrat Abdullah Shah (RA) and got *nisbat* (relation) of Chistiya order (a spiritual school of thought) at the tomb of Baba Dawood Makki (RA) in Owaisiya way. He spent about two years on tomb. But he is trained by prophet Hazrat Muhammad (PBUH), Hazrat Ali (RA) and Hazrat Owais Qarni (RA). He is blessed by many saints from various spiritual orders.

The personalities like Nana Tajuddin (RA) are born after three thousand five hundred years by God's blessing. There are four *Noorani* fountains in the bases of universe. Nana Tajuddin (RA) is glorified to absorb all the fountains in his personality. He is so beloved to Hazrat Muhammmad (PBUH) that he has never turned him down during any matter.

Gulab Singh was milkman of Nana Tajuddin (RA) since the year eleven CE. He dedicated a buffalo for tea of Nana Tajuddin (RA). In the rainy season of the year seventeen CE, he did not show up since morning. Nana Tajuddin (RA) asked Hayat Khan about tea. He said, he is still waiting for Gulab Singh.

Hayat Khan is told to obtain information on Gulab Singh. He found from his village that milkman is dead. The moment, Nana Tajuddin (RA) was told about the demise of Gulab Singh he started walking towards the village and when he reached close to his coffin, he called loudly, 'Gulab Singh, Gulab Singh'. Then he said, open the strains, 'he is alive'. When people cut strings of coffin, Gulab Singh stood up. Next day, as usual Gulab Singh continued his routine to provide milk.

The background of this miracle is: Nana Tajuddin (RA) requested Prophet (PBUH) the life of Gulab Singh, which was honoured.

Once a lame man stayed in the clinic. In a routine, after the breakfast, he sat before Nana Tajuddin (RA) and started patting his leg sadly as in misery. Nana (RA) merely uttered 'hmm'. Man was consistent for two months, until one day he got impatient. He started murmuring that God has made him lame, and beholders of legs do not take care of him. Nana (RA)

Three and a Half Thousand Years

If a man breaks the limitations of phenomenal world (that is space), he becomes aware of source of light (spirit) and eventually self-awareness.

Universe has a unique conscious, which enables to comprehend an information from *ghaib & shuhood* (two hidden zones) to another. This comprehension is independent of their location. Contemplation on the universal system converges an individual conscious towards the universal conscious. Eventually conscious of universe becomes the conscious of an individual.

Divine people comprehend information from *ghaib & shuhood* (concealed life), also they inspire other people to seek such a level of conscious. Shahensha Haft Iqleem (a divine ranking), Taj-ul-Auliya wa-Al-Deen—Hazrat Baba Tajuddin Nagpuri (RA) is among such divine personalities. They are the one, to whom universe is subjugated.

His name is Tajuddin, and nick name is Chiragh Deen, widely known as Tajuddin Baba (RA).

Shahensha Haft Iqleem—is the title of Nana* Tajuddin (RA). Haft Iqleem is the administrative division of universe into seven zones (Haft means seven). One who assists *Bais e Takhleeq Kainat* (the motive of universe), Hazrat Muhammad (PBUH) in the administrative affairs of seven Iqleem, is titled as Shahensha Haft Iqleem.

Maryam Bibi Sahiba, the wife of Hazrat Hassan Mehdi Badruddin (RA) dreamed—Moon is bright on sky, mesmerizing the environment. At once, she found moon in her laps and whole universe started shining.

The interpretation of dream appeared as the birth of Nana Tajuddin (RA). He was born on 5 Rajab 1277 A.D, as of January 27, 1861 at Fajr (early morning) in Kamti, Nagpoor. He passed away on 26 Moharram Al Haraam 1344 A.D, as of August 17, 1925 at the age of sixty-four. When he was one-year old, his father passed away, while mother died when he was nine. His grandparents took him in their care. At the age of six he joined school. Once he was learning in school, a *wali ullah* (friend of God) of that time, Hazrat Abdullah Shah Qadri (RA) visited school and said,

"This boy is already learnt, he doesn't need to learn."

* Grand father

Contents

Message of the Day	Abdal e Haq Qalandar Baba Auliya (RA)	172
Seven Realms	Azhar Hussain	167
Prophet Moses (PBUH)	Extracted	162
Dive within Yourself	Muhammad Zeeshan	157
The Death and Birth of Oceans	Dr. Naeem Zafar (UAE)	153
The Autobiography of the Devil (Iblees)	Nasser Abbas (UK)	148

"Whatever you keep hidden in your heart, God manifests in you outwardly. Whatever the root of the tree feeds on in secret, affects the bough and the leaf."

-Maulana Jalaluddin Rumi (RA)

Vol 5 Issue 7 | August 2017 | Dhul Qadah Dhul Hijjah — 1438AH

بسم الله الرحمن الرحيم

Monthly Karachi

Qalandar Shaoor

Neutral Thinking

(Urdu — English)

Patron in chief

Huzoor Qalandar Baba Auliya RA

Chief Editor

Khwaja Shamsuddin Azeemi

Editor

Hakeem Salam Arif

Circulation Manager

Muhammad Ayaz

Furnished by Azeemi University Press. Shah Alam Azeemi, the Publisher has published it at Ibn-e-Hasan Offset Printing Press, Hockey Stadium, Karachi and disseminated at Surjani Town Karachi.

Rs.60/- Per issue. Annual subscription Rs.820/- with Reg. Post (Domestic), US$ 60/- (International)

Contact: B-54, Azeemi Mohalla, Sector 4-C, Surjani Town Karachi, Pakistan. Ph: +92 (0)213 6912020

The Secret of a Beautiful Smile

DENTAL innovations Clinic

Dental Implants

Aesthetic Dentistry

Teeth Whitening, Porcelain Crowns, Veneers, Ceramic Restorations

Restorative Dentistry

Crown & Bridge, Root Canal Treatment

Orthodontics

Fixed And Removable Braces, Invisible Braces

General Dentistry

Extractions, Fillings, Dentures

Preventive Dentistry

Pit Fissure Sealants, Scaling, Root Planning

Minor Oral Surgery

Impaction (Wisdom Teeth), Apicectomy

Pediatric Dentistry

Space Maintainers, Steel Crowns

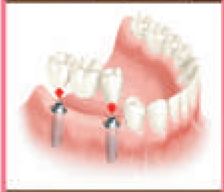

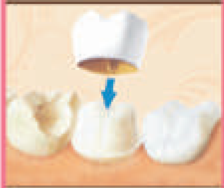

LAHORE

LG 136, Siddiq Trade Center
Main Boulevard Gulberg.
0301 2399991 - 042 2581711
0300 8511747

QUETTA

Balochistan Medical Center
Prince Road / Fatima Jinnah Road,
081 2836448 - 081 2825275
0300 3811747

SANGAM HOTEL MUZAFFARABAD

HOSPITALITY IS OUR TRADITION

We serve famous delicious Cuisines, offer Air conditioned Rooms, Suites, well equipped Wedding and Conference hall and great Customer service.

Phone No: +92582244194-5 Fax No: +925822442587

Email:sangamhotel@hotmail.com

Meditation of Blue Light

Meditation of blue light helps in attaining peace. It strengthens belief if practised under the supervision of a spiritual teacher. Blue light enhances creativity and is instrumental in getting rid of mental disorders, depression, inferiority complex and weak will power.

Khawaja Shamsuddin Azeemi

~ Like us on Facebook ~

English translations of Mr. Azeemi's work available.

https://www.facebook.com/BlueroomCanada

• Domestic/Commercial Independent solar systems
• Solar Powered Street Lights
• Solar Tube well pumps
• Hybrid solution for Telecom sector/BTS towers
• Large Scale Photo Voltaic plants
SOLAR SOLUTIONS
Midea
World No.1
ALL DC INVERTER COMPRESSORS
LATEST GENERATION INVERTER VRF
LOWEST OPERATING COST IN INDUSTRY
45% SAVINGS AT LOW LOAD
Home and Commercial
Air Conditioners
1080p FULL HD
SAMSUNG
CCTV commercial | Residential
alhua
Cummins
Power Generation
DIESEL GENERATORS
We offer best IT solutions to meet your needs!
GUIDELIGHT
BUSINESS SOLUTIONS
We Offer Sustainable Solutions...
Jawad Tower, Block-B, 4th Floor, Flat # 6, University Road, Peshawar-Pakistan.Ph# 091-5711454
E-mail: info@gbs.com.pk , azeemi.moon@gmail .com web: www.gbs.com.pk

ELEVATE YOUR STYLE WITH
COROLLA ALTIS
Grande
TOYOTA
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
NEW
Grande
facebook.com/Toyota.Hyderababd
TOYOTA HYDERABAD MOTORS
A/41, S.I.T.E, Auto Bhan Road, Hyderabad, UAN #: (022) 111 555 121 , Fax: (022) 3885126
email: toyota.hyd@cyber.net.pk, web: www.toyota-hyderabad.com